میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ

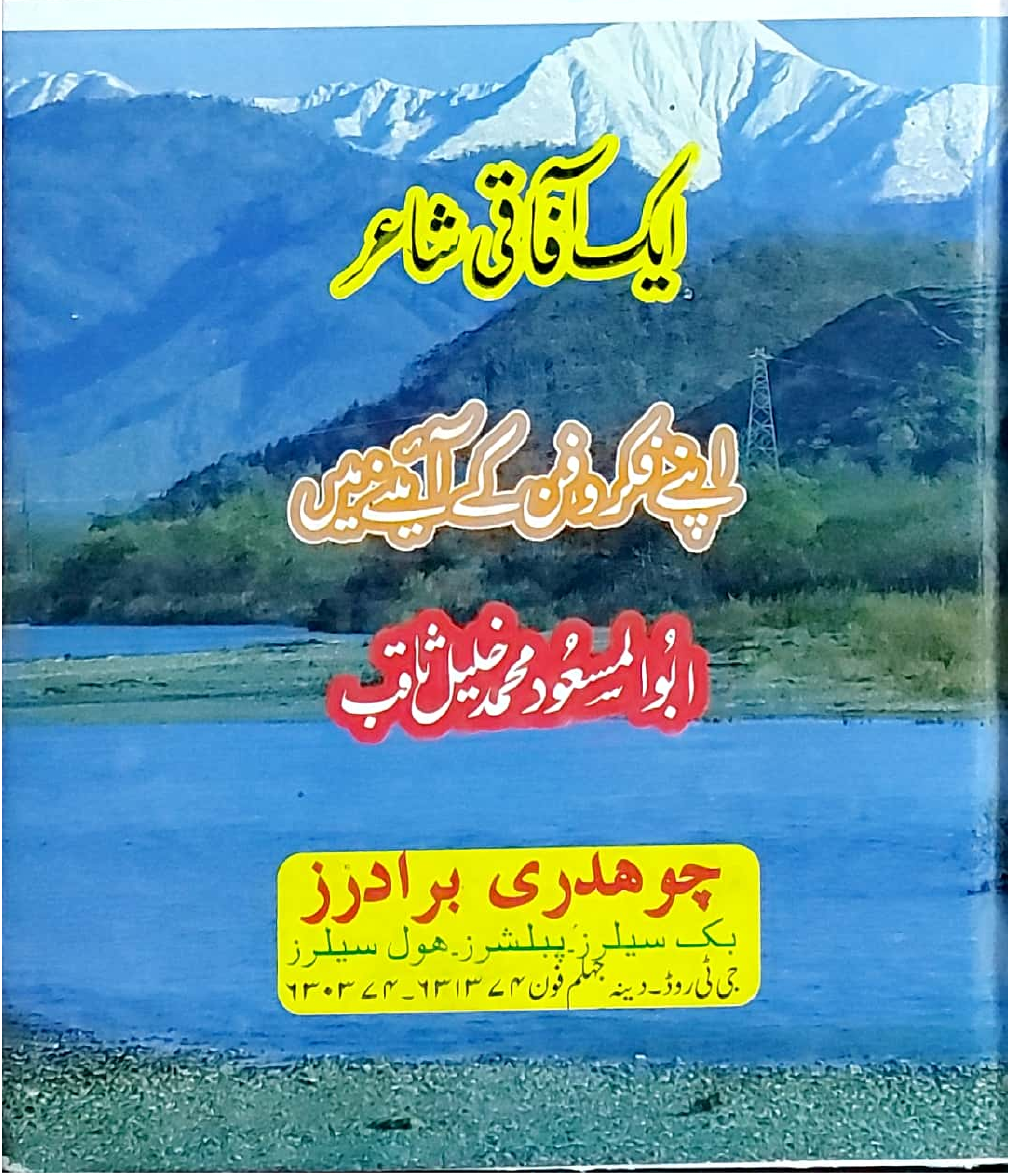

ایک آفاقی شاعر

اپنے فکر و فن کے آئینے میں

ابو المسعود محمد خلیل ثاقب

چوہدری برادرز
بک سیلرز۔ پبلشرز۔ ہول سیلرز
جی ٹی روڈ۔ دینہ جہلم فون ۷۴ ۶۳۱۳ ۔ ۷۴ ۶۳۰۳

Scanned with CamScanner

۱۶۵

میاں محمد بخشؒ

ایک آفاقی شاعر

اپنے فکر و فن کے آئینے میں

ابوالمسعود محمد خلیل ثاقب

چوہدری برادرز

بک سیلرز۔ سٹیشنرز۔ پبلشرز۔ ہول سیلرز

جی ٹی روڈ۔ دینہ جہلم فون ۶۳۱۳۷۴۔ ۶۳۰۳۷۴

COMPUTER ENGINEERING SERVICES ANSARI PLAZA MIRPUR A.K.

۱۸۵

سلطان محمود کا نوکر دشت میں ص ۹۷

جنگل میں رکھ دیا پریاں لڑکیاں ص ۱۰۰

شہزادہ اسد جنگل کی پاس سیف الملوک ص ۱۰۵ تا ص ۱۱۱

جملہ بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ———— میاں محمد بخش ایک آفاقی شاعر

نام مؤلف و مصنف ———— ابوالمسعود محمد خلیل ثاقب

ناشر ————

طابع ————

تعداد ———— ایک ھزار

قیمت فی جلد ———— 180 [redacted] روپے

کمپیوٹر کمپوزنگ ———— عامر شہزاد [کمپیوٹر انجینیرنگ سروسز]
انصاری پلازہ میرپور آزاد کشمیر

تاریخ اشاعت ———— نومبر ۱۹۹۸ء

ملنے کا پتہ :-

۱۔ **چوہدری برادرز بکڈپو** جی۔ٹی۔روڈ دینہ جہلم

۲۔ **الفضل کتاب گھر** علامہ اقبال روڈ میرپور

۳۔ **ارشد بک سیلرز** میرپور آزاد کشمیر

۴۔ اسکے علاوہ دربار عالیہ کھڑی شریف اور اپنے مقامی کتب فروشوں سے طلب فرمائیں۔

فہرست عنوانات کتاب :-

"میاں محمد بخشؒ ایک آفاقی شاعر"

باب نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
★	عنوانات	
★	تاثرات	
★	پیش لفظ	
★	اظہار تشکر	
باب 1	**میاں محمد بخشؒ (حالات زندگی) :-** ۱۔ ابتدائی حالات ۲۔ شجرہ نسب ۳۔ سلسلہ بیعت ۴۔ خصوصیات (اوصاف و کرامات) ۵۔ وصال مبارک ۶۔ نذرانہ عقیدت۔	
باب 2	**مختصر حالات زندگی حضرت پیرا شاہ غازی قلندرؒ** ۱۔ ولادت باسعادت ۲۔ پرورش اور تعلیم و تربیت ۳۔ فوجی خدمات اور جہاد ۴۔ سلسلہ قادریہ میں بیعت ۵۔ شادی ۶۔ تعلیمات ۷۔ وصال ۸۔ نوٹ ۹۔ نذرانہ عقیدت۔	
باب 3	**میاں محمد بخشؒ شخصیت اور فن** ۱۔ توارث اور ماحول ۲۔ آپ کی شخصیت پر والدین اور اساتذہ کا اثر ۳۔ کشمیر کا سفر شیخ احمد ولیؒ سے ملاقات اور شخصیت و فن پر اثر ۴۔ اخلاق و عادات ۵۔ فکر و فن۔	

فہرست عنوانات کتاب :-

"میاں محمد بخشؒ ایک آفاقی شاعر"

باب نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
باب 4	**میاں محمد بخشؒ بحیثیت ایک نقاد** اس باب میں آپ کے کلام کے حوالے سے (شعر اور شاعری) کی تعریف کی گئی ہے۔ اور ۱۔ اچھے شاعر کی پہچان ۲۔ اچھے شعر کی خوبی اور ۳۔ دوسرے عظیم شعراء کے کلام کی داد وغیرہ کے حوالہ جات سے آپکی تنقید نگاری کا جائزہ لیا گیا ہے۔	
باب 5	**آپ کی شاعری کے موضوعات** ۱۔ اس باب میں آپ کی شاعری کے اندر بلاعنوان بین السطور مضامین کی نشاندہی کی گئی ہے۔ یعنی ایسے موضوعات جنکو آپؒ اپنے قصوں کے دوران زیر بحث تو لائے ہیں لیکن مستقلاً ان کے عنوانات قائم نہیں کئے تاکہ داستان گوئی میں رکاوٹ پیدا نہ ہو ۲۔ بات سفر العشق کے حوالے سے۔	
باب 6	**میاں محمد بخشؒ ایک عظیم صوفی اور فلسفی شاعر** ۱۔ اس باب میں آپ کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔ ۲۔ اور نمونہ کلام پیش کیا گیا ہے۔	
باب 7	**عارف کھڑیؒ کا کلام اور مابعد الطبیعات** یہ باب اپنے موضوع سے متعلق آٹھ مثالوں اور متعلقہ شعری حوالوں کے ساتھ سترہ (۱۶) صفحات پر مشتمل ہے۔	

فہرست عنوانات کتاب :-

"میاں محمد بخشؒ ایک آفاقی شاعر"

باب نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
باب 8	**آپ کی کتابوں پر تبصرہ :-** (الف) فہرست تصانیف (ب) تبصرہ بر کتب ۱۔ سوہنی مہینوال ۲۔ تحفہ میراں ۳۔ قصہ شیخ صنعان ۴۔ نیرنگ عشق ۵۔ شاہ منصورؒ ۶۔ قصہ شیریں فرہاد ۷۔ سیف الملوک ۸۔ تحفہ رسولیہ ۹۔ گلزار فقر ۱۰۔ سخی خواص خان ۱۱۔ مرزا صاحباں ۱۲۔ سسی پنوں ۱۳ گنج ۱۴ ہدایت المسلمین ۱۵۔ تذکرہ مقیمی ۱۶۔ چٹھی ہیر بطرف رانجھا۔	
باب 9	**سیف الملوک (قصہ کا مختصر خلاصہ)** اس باب میں کوئی ذیلی عنوان نہیں ہے۔ اڑتیس صفحات پر مشتمل اردو نثر میں یہ حضرت میاں صاحبؒ کے قصہ سیف الملوک کا سارا خلاصہ ہے جس کا مطالعہ کتاب ہذا کے مضامین سمجھنے کیلئے ضروری ہے۔	
باب 10	**سیر سیف الملوک** (اصل کتاب کا مناجات سے لیکر منازل فقر تک سیاق و سباق کے ساتھ بھرپور مطالعہ) ۱۔ مناجات ۲۔ منظوم ترجمہ مناجات ۳۔ حمد باری تعالیٰ (دو سیٹ) بمعہ ترجمہ و تشریح ۴۔ نعت سید المرسلینؐ ۵۔ معراج شریف ۶۔ مدح چار یار ۷۔ مدح آل رسولؐ ۸۔ مدح غوث پاکؒ ۹۔ مدح پیرا شاہ غازیؒ ۱۰۔ مدح پیر خودسائیں غلام محمدؒ ۱۱۔ مدح شاہ محمد مقیم حجردیؒ ۱۲۔ مدح میاں بہاول بخشؒ برادر بزرگ حضرت مصنفؒ ۱۳۔ وجہ تصنیف	

Scanned with CamScanner

فہرست عنوانات کتاب :-

"میاں محمد بخشؒ ایک آفاقی شاعر"

باب نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
	سیف الملوک / سال تصنیف نام کتاب / عمر مصنف بوقت تصنیف / مقام سکونت ۱۴ ۔ مدح استاد حافظ صاحب سموالوی ۱۵ ۔ چند سخن بعنوان پیر روشن ضمیر ۱۶ ۔ اوصاف قصہ سیف الملوک (فکر و فن کی معراج) ۱۷ ۔ قصہ میں صوفیانہ / فلسفیانہ اور شاعرانہ اوصاف ۱۸ ۔ پڑھنے والوں سے التماس ۱۹ ۔ منازل فقر (منزل استغناء ۔ منزل توحید ۲۔ منزل حیرت ۴ ۔منزل فقر)	
باب 11	**رموز فقر و تصوف کی نقاب کشائیاں**	
	یہ باب سیف الملوک کے بارہ رموز کی نقاب کشائیوں پر مشتمل ہے۔	
باب 12	**قصہ سیف الملوک کے اہم کردار (مصنف کا فن کردار نگاری)**	
	۱۔ عاصم شاہ ۲۔ زنگی شاہ ۳۔ زنگی شاہ کی بیٹی (زنگن شاہزادی) ۴۔ ہاشم شاہ کا درباری جلاد ۵۔ ملکہ شہر زناں (حسن بانو) ۶۔ ملکہ خاتون دختر شاہ سراندیپ ۷۔ بدرہ خاتون دختر شاہ سراندیپ ۸۔ شاہ پری بدیع الجمال دختر شاہ شاہپال ۹۔ شاہزادہ سیف الملوک ۱۰ ۔ سیف الملوک اور بدیع الجمال کے ملاپ کا ایک منظر (سراندیپ کے حضوری باغ میں) ۱۱ ۔ صاعد اور بدرہ کی ملاقات کی جھلکیاں (پہلی ملاقات/دوسری ملاقات) ۱۲ ۔فلسفہء وصل و فراق ۱۳۔ جدائی کے چند مناظر۔	
باب 13	**چند موضوعات** (یہ باب درج ذیل ۱۹ عنوانات پر مشتمل ہے)	
	۱۔ آدمؑ اور شرف آدمیت (عظمت انسان) ۲۔ وجہ تخلیق آدمؑ ۳۔ عشق ۴۔ فلسفہ حسن و عشق ۵۔ اوصاف عاشق ۶۔ مردان خدا اہل	

فہرست عنوانات کتاب :-

"میاں محمد بخشؒ ایک آفاقی شاعر"

باب نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
	صدق و صفا یعنی حزم و ہمت کے دھنی لوگ ۷۔ عشق حقیقی کے سالکوں کا راستہ ۸۔ فضیلت علم ۹۔ والدین کی دعا اور صدقہ رد بلا۔ ۱۰ وطنیت ۱۱ ۔ مختلف چہرے اور رنگا رنگی ۱۲ ۔ سو کیوں ناریں گنیئے بھائی ۱۳ ۔ فلسفہ ۔ قضا و قدر (مسلہ ۔ تقدیر) ۱۴ ۔ آس امید / صبر وہمت اور جہد مسلسل ۱۵ ۔ تقدیر کا ستارہ ۱۶ ۔ غیرت ۱۷ ۔ نامہ شاہپال بطرف ہاشم ۱۸ ۔ جواب ہاشم بطرف شاہ شاہپال والیئے شارستان ۱۹ ۔ شاہپال اور ہاشم کی جنگ۔	
باب 14	**سیف الملوک کا ہماری زندگی سے تعلق**	
	یہ اٹھائیس صفحات پر مشتمل ایک مقالہ ہے جس میں موضوع سے متعلق گفتگو کے علاوہ درج عنوانات بھی ہیں۔ ۱۔ غزلیات / دوہڑہ جات ۲۔ بادشاہوں کو پند و نصیحت ۳۔ سیف الملوک کے دامن میں ذخیرہ معلومات ۵۔ دربار عالیہ کھڑی شریف کا منظر ۶۔ چین کے ایک سمندری ٹاپو کا منظر ۷۔ قلعہ اسفند باش میں قید پرندوں کے نام ۸۔ گھوڑے اور انکی اقسام ۹۔ شاہزادے کا ببر شیر سے مقابلہ ۱۰۔ طوفانی مناظر۔	
باب 15	**عارف کھڑی کے کلام میں ادبی خوبیاں**	
	یہ باب نو صفحات پر مشتمل ہے۔ موضوع سے متعلق گفتگو اور مثالوں کے علاوہ ۱۔ تفہیم اشعار ۲۔ حسن نسوانی کی مشابہت ۳۔ تشبیہات و تلمیحات کے عنوان بھی شامل ہیں۔	

فہرست عنوانات کتاب :-

" میاں محمد بخشؒ ایک آفاقی شاعر "

باب نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
باب 16	محاورات اور ضرب الامثال (وڈیاں دے خان) اس باب میں پچاس سے زائد اشعار اور مصرعہ جات پر مبنی ایک ایسا سیٹ تیار کیا گیا ہے جو ضرب الامثال یعنی " وڈیاں دے خان" پر مشتمل ہے لیکن اب یہ ضرب الامثال وڈیاں دے خان کی بجائے میاں صاحبؒ کے خان یا عارف کھڑیؒ کی سچائیاں کہلاتے ہیں۔	
باب 17	تخیل کی بلند پروازی موضوع پر گفتگو کے بعد ۱۔ تفہیم اشعار ۲۔ فلکیات کی منظر نگاری ۳۔ایک جزیرے میں طلوع صبح کا منظر ۴۔ اسی جزیرے کی رات کا منظر ۵۔ سطح سمندر پر طلے کی روانی کا منظر ۶۔ بلندیٔ افکار کا تقابلی جائزہ ۷۔ تفاوت در احساس وقت ۸۔ بچند	
باب 18	اختتام قصہ (عمدہ فکر و فن کا مظاہرہ) موضوع سے متعلق تمہیدی گفتگو کے بعد عنوانات ۱۔ عاصم شاہ کی رحلت ۲۔رحلت سیف الملوک ۳۔ شاہپری کی وفات ۴۔ دنیا کی بے ثباتی ۵۔ میاں صاحبؒ کا پیغام اور خاتمہ کتاب دعا کے ساتھ۔	
باب 19	چٹھیاں (کتاب ہذا کے مصنف کے خطوط اپنے محسنین کے نام)	
★	فرہنگ کتاب بلحاظ ابواب	
★	تمت بالخیر	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاثرات

جناب صاحبزادہ میاں محمد سکندر صاحب (کھڑی شریف)

صاحبزادہ میاں محمد سکندر بن مختاد علیؒ بن میاں عطا محمدؒ بن حضرت میاں بہاول بخشؒ
برادر کلاں میاں محمد بخشؒ مصنف سیف الملوک

- محترم خلیل ثاقب صاحب اردو اور پنجابی کے ممتاز و معروف شاعر اور حقیقت شناس ادیب ہیں۔ وہ حضرات جو حقیقت سے آگاہ ہیں جانتے ہیں کہ خوبصورت ادب بے ساختہ پن اور سادگی سے عبارت ہے۔ یہ خلیل ثاقب صاحب کے فن کا کمال ہے کہ انہوں نے حضرت میاں صاحب کی آفاقی شاعری کی اقدار سے وابستگی کے احساسات اور ان کے ادب کے موضوعات /اسلوب / ڈکشن اور طرز اظہار کو ایسی منفرد جہت عطا کی ہے۔ اس سے قبل جو ان کے شعری و ادبی مجموعے شائع ہو چکے ہیں ان میں تصوف اور صوفیانہ رنگ غالب نظر آتا ہے۔ ان کی تمام تحریروں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا جذبہ جاری و ساری ہے جو ان کے کمال فن کا مظہر ہے۔
- کئی برس پہلے کی بات ہے کہ ایک صاحب نے جو ایران سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے یہاں آئے انہوں نے کہا کہ آفاقی شاعر کے حوالے سے حضرت میاں صاحبؒ کے فن پر کام ہونا باقی ہے۔ اور یہ کام خلیل ثاقب صاحب نے ایسے فن کارانہ اور منفردانہ انداز سے نبھایا اور کر دکھایا ہے کہ یہ کتاب انتہائی قابل تعریف ہی نہیں بلکہ قابل رشک بھی ہے۔
- کتاب کے ساتھ ۱۵ صفحات پر مشتمل ایک فرہنگ بھی شامل کیا گیا ہے جو مشکل الفاظ کی تفہیم کیلئے ایک کامیاب کوشش اور قارئین کیلئے خاصی سہولت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہمارے ہر کام میں شامل حال ہو۔ آمین

صاحبزادہ حاجی میاں محمد سکندر

تاثر منجانب :-

زبیر احمد قاضی لیکچرر ایم اے انگریزی، ایم اے پنجابی، (ماہر رموز سیف الملوک)

ابوالمسعود محمد خلیل ثاقبؔ صاحب کی علم و ادب سے وابستگی اور خصوصی طور پر ان کی عارف کھڑی حضرت میاں محمد بخشؒ کے ساتھ عقیدت و محبت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ موصوف نے ۴۱ سال تک درس و تدریس کے شعبہ میں خدمات سرانجام دی ہیں۔ میری جب بھی ان سے ملاقات ہوئی گفتگو میں زیادہ تر انہوں نے حضرت میاں محمد بخشؒ کے بارے میں ہی بات کی۔ آپکو حضرت میاں صاحبؒ کا بیشتر کلام (پنجابی اور فارسی) زبانی یاد ہے۔

یہ پنجابی زبان بلکہ پنجابی بولنے والوں کی بدقسمتی ہے کہ اس حقیقت کے باوجود کہ اس خطہ میں سب سے زیادہ بولی جانے والی یہی زبان ہے لیکن عوام الناس میں پڑھے لکھے حضرات کے ہاں پنجابی ادب کو وہ مقام و پذیرائی حاصل نہیں ہو سکی جس کی یہ زبان بلاشبہ حق دار ہے۔ لوگ عموماً اپنی گفتگو کو زیادہ پر تاثیر اور وزنی بنانے کیلئے مختلف شخصیات کے اقوال کو (Quote) کرتے ہیں۔ انگریزی ادب میں شیکسپیئر اور دیگر زبانوں میں مختلف شخصیات کو جو مقام حاصل ہے بلاشبہ پنجابی میں وہی مقام حضرت میاں محمد بخشؒ کو بھی حاصل ہے۔

حضرت میاں محمد بخشؒ کے پیغام کو عام آدمی تک پہنچانے کے لیے پروفیسر محمد خلیل ثاقبؔ نے اردو کو ذریعہ اظہار بنا کر یہ بلند مقصد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے جو قابل ستائش ہے۔ موصوف کی اس سے قبل بھی اس ضمن میں ایک کوشش " آئینہ سلوک " راقم کے زیر مطالعہ رہی ہے۔ زیرنظر کتاب " میاں محمد بخشؒ ایک آفاقی شاعر " موصوف کی میاں محمد بخشؒ کی شخصیت اور فن کے بارے میں ایک منفرد تصنیف ہے۔ کتاب کو انیس ابواب میں تقسیم کر کے آخر میں پندرہ صفحات پر مشتمل فرہنگ کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔

میاں صاحبؒ کے کلام کے بارے میں اردو میں شائع ہونے والی کتب میں یہ ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ جس میں میاں صاحب کے حالات زندگی اور آپ کے روحانی مرشد حضرت پیراشاہ غازی قلندرؒ کے سوانحی حالات کے ساتھ ساتھ میاں صاحب کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے۔ جبکہ آپؒ کی تصنیف کردہ باقی کتب پر بھی خاطر خواہ تبصرہ شامل کر کے اس کوشش کو زیادہ پر کشش بنایا گیا ہے۔ الغرض میاں صاحبؒ کے بارے میں ہمہ جہت تذکرہ سے اس کتاب کو زیادہ جامعیت حاصل ہو گئی ہے۔ اور عام لوگوں کی روزمرہ زندگی سے سیف الملوک کے تعلق پر اٹھائیس صفحات پر مشتمل ایک مکالمہ بھی شامل ہے۔ جو اپنی طرز کی ایک انوکھی تحریر ہے۔

میاں محمد بخشؒ کی شخصیت اور فن کے بارے میں آنے والے دور کے نقاد ہمیشہ نئے نئے پہلو سامنے لاتے رہیں گے۔ اور یہ سلسلہ یقیناً ابد تک جاری رہے گا تاہم جناب محمد خلیل ثاقبؔ کی یہ کوشش قابل ستائش ہے۔

امید ہے کہ وہ قارئین جو پنجابی زبان میں سیف الملوک یا دیگر کلام کو پڑھنے میں مشکل محسوس کرتے ہیں انہیں " میاں محمد بخشؒ ایک آفاقی شاعر " کے ذریعے آپؒ کے آفاقی پیغام کو سمجھنے میں آسانی ہو گی۔

زبیر احمد قاضی

(لیکچرر انگریزی گورنمنٹ کالج افضلپور میرپور آزاد کشمیر

(۹ نومبر ۱۹۹۸ء)

Scanned with CamScanner

تاثر منجانب :-

جناب قاری سید تنویر الحسن شاہ بخاری

صدر :- سنی تنظیم القرآء آزاد کشمیر، گولڈ میڈلسٹ مقابلہ حسن قرآت دربار عالیہ کھڑی شریف

پروفیسر محمد خلیل ثاقبؔ صاحب ایک ممتاز عالم دین ہونے کے علاوہ اردو اور پنجابی کے معروف شاعر اور ادیب بھی ہیں۔ آپ نے حضرت میاں محمد بخشؒ کی شخصیت اور آفاقی شاعری کو ایک نئے انداز سے اردو نثر میں متعارف کرایا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے تصوف کے اندر جھانک کر اپنے علمی و فکری احساسات اور ادب کے موضوع پر اپنے فن کو ایک ایسی منفرد جہت عطا کی ہے جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

مولانا خلیل ثاقبؔ صاحب اس سے قبل بھی میاں صاحبؒ کے شعری کلام کی تشریحات پر مبنی کتابی مجموعے شائع کر چکے ہیں۔ آپکی یہ تصنیف بعنوان "میاں محمد بخشؒ ایک آفاقی شاعر" جو اپنے موضوع پر اٹھارہ مقالہ جات پر مبنی ہے اپنی انفرادیت کے ساتھ اہل تصوف اور اہل ذوق کے لیے ایک عظیم تحفہ سے کم نہیں۔ بندہ ناچیز نے اس مجموعہ کو بغور پڑھ کر جس طرح قلبی سکون محسوس کیا ہے امید ہے کہ قارئین حضرات بھی اس کتاب کے مطالعہ سے استفادہ کر کے فرحت حاصل کریں گے اور عارف کھڑیؒ کے کلام کو سمجھنے میں اسے مددگار پائیں گے۔

کتاب کے ابواب اور فہرست عنوانات سے پتہ چلتا ہے کہ میاں صاحبؒ کی شخصیت اور آنجنابؒ کی کتب اور شاعری پر اس میں ہمہ جہت روشنی ڈالی گئی ہے۔ (۴۰۰) صفحات کی اس کتاب میں عارف کھڑیؒ کی سولہ کتابوں پر تبصرہ اور "قصہ سیف الملوک" کا پورا خلاصہ بھی موجود ہے۔ غرضیکہ کتاب کی افادیت مسلمہ ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پروفیسر صاحب کو تادیر سلامت رکھے اور ان کی غیر مطبوعہ کتب کو بھی منظر عام پر لانے کا بہتر سبب فرمائے۔ آمین۔

سید تنویر الحسن شاہ بخاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

جب ہر نیک کام اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے تو حق ہے کہ میں بھی اس کارخیر کو اسی کی طرف سے جانوں۔ یہ خداوند تعالیٰ ہی کی شان کریمی ہے کہ اس نے مجھ جیسے ناچیز کو اپنے ایک حمد سرا بندے اور اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعت گو شاعر "میاں محمد بخش عارف کھڑی رحمتہ اللہ علیہ" کے فن اور اس کی شخصیت پر قلم اٹھانے کی توفیق عطا فرما کر تین سال کے مختصر عرصہ میں "آئینہ سلوک" کے سلسلہ کی چار کتابوں کا مصنف بنا دیا جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ "**آئینہ سلوک مطالب سیف الملوک**" یہ کتاب "سیف الملوک" کے ۱۶۰۰ اشعار کے ترجمہ وتشریح پر مشتمل ہے جسے نظامت اعلیٰ اوقات آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر نے چھپوا کر شائع کیا ہے۔

۲۔ "**آئینہ سلوک قصہ سیف الملوک**" (اردو نثر) :- یہ کتاب "سیف الملوک" کے اردو خلاصہ پر مشتمل ہے جس میں تصوف کے کئی اہم نکات کی نقاب کشائی بھی کی گئی ہے اور قصہ کو نہایت دلچسپ اور سلیس عبارت میں بیان کیا گیا ہے۔ اسے "چوہدری برادرز بکڈپو دینہ" نے شائع کیا ہے۔

۳۔ "**آئینہ سلوک خوشبوئے فقر**" یہ کتاب اسلامی فلسفہ

فقر و تصوف کے موضوع پر لکھی گئی ہے اور اس میں حضرت پیرا شاہ غازی قلندرؒ اور میاں محمد بخش عارف کھڑیؒ کے سوانحی حالات بھی شامل کر دیے گئے ہیں۔

اس سلسلہ کی چوتھی کتاب ہے۔

۴۔ " میاں محمد بخش ایک آفاقی شاعر " ہے جو اس " پیش لفظ" کے ہمراہ ہدیہ قارئین ہے۔

خدا کا شکر ہے جس نے مجھے حضرت میاں محمد بخشؒ کی رحلت کے اسی / نوے سال بعد " ایک رواں دواں اور شستہ قلم" کا تحفہ عطا فرمایا اور مجھے علاقہ کھڑی کے اسی پربہار خطے میں پیدا کیا جہاں دنیا کا یہ عظیم ترین شاعر اپنے روحانی مرشد کے رشک فلک گنبد کے پاس اپنے مرقد میں لیٹا ہوا ہے۔

علاقہ کھڑی آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر کا ایک نہایت زرخیز علاقہ ہے جو دریائے جہلم اور نیو میرپور کے درمیان شمالاً جنوباً اور جاتلاں ہیڈ ورکس سے منگلا تک شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے۔ اس علاقہ میں اگرچہ اور بھی بہت سے اولیائے کرامؒ گزرے ہیں لیکن حضرت پیرا شاہ غازی قلندرؒ المعروف "دمڑی والا" اور حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑیؒ کے اسمائے گرامی دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ جن کے مزارت مقدس کے سبز گنبد اپنی ضیا پاشیوں سے خلق خدا کو کھینچتے اور عقیدت مندوں کے دلوں کو منور کرتے ہیں۔ حضرت میاں صاحبؒ کا ذکر ان کے روحانی مرشد پاک کے تذکرہ کے بغیر ہرگز مکمل نہیں ہوسکتا اس لیے اس کتاب میں حضرت پیرا شاہ غازی قلندرؒ کے سوانحی حالات بھی شامل کر دیے گئے ہیں۔

الحمدللہ ! کہ اس نے مجھے " عارف کھڑیؒ " کے کلام کو سمجھنے کی توفیق عطا فرما کر اسے دوسروں تک پہنچانے کی ہمت بخشی ہے۔ لیکن اکثر دیکھا گیا ہے کہ

جب میں آپ کے کلام کو سوچ سمجھ کر پڑھنے پر زور دیتا ہوں تو بعض حضرات کو تعجب ہوتا ہے کہ آخر اس میں کونسی مشکل بات ہے جو سمجھ میں نہ آتی ہو ممکن ہے کہ قارئین حضرات میں سے بھی کچھ صاحبان ایسا ہی سوچتے ہوں اس لیے یہاں ایک شعر کی مثال پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں جس سے آپ کے کلام میں تدبر کرنے کی ضرورت اور افادیت واضح ہو جائے گی۔

◄ سیدنا حضرت سلیمانؑ کو جب معلوم ہوا کہ شاہ رخ کے بیٹے شاہپال کے ہاں ایک خوبصورت پری (بدیع الجمال) پیدا ہوگی جو حسن و جمال میں تقریباً سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح ہو گی اور مصر کے بادشاہ صفوان بہادر کا پوتا شہزادہ سیف الملوک بن عاصم شاہ اس سے شادی کریگا تو آپؑ نے زبور مقدس کی عالم اور فن مصوری میں ماہر عجائزؔ نام کی پری کو شہزادے اور شہزادی دونوں کی تصویریں تیار کرنے پر مامور کر دیا جیسا کہ انکی تعریفِ آیات زبور میں تھی حالانکہ انہوں نے تقریباً نصف صدی بعد جنم لینا تھا۔ آپ غور فرمائیں کہ اس دشوار ترین کام کو دربار سلیمانیؑ کی مصور پری "عجائز" کیسے نبھاتی ہے۔ اس جگہ میاں صاحبؒ ارشاد فرماتے ہیں۔

بیٹھ عجائز کر بسم اللہ پکڑی قلم ہنر دی
خاصا رکھ دھیان عقل دا کر کے لوڑ اندر دی

ترجمہ:۔ عجائز نے نبیؑ کے حکم کی تعمیل کی ۱ اپنے ہنر کا قلم پکڑا اور بسم اللہ کر کے بیٹھ گئی۔ اپنی عقل و فکر کو حاضر کر کے خوب دھیان اور دلی شوق سے کام میں مصروف ہو گئی۔ آپ سوچتے ہونگے کہ اس میں کون سی سوچنے کی بات ہے لیکن اہل تدبر کے لیے اس میں بڑے عمدہ نکات ہیں۔ شعر پر ایک دفعہ پھر توجہ فرمائیں اور مندرجہ ذیل نکات پر بھی جو اس سے اخذ ہوتے ہیں۔

۱۔ عجائز اپنے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کی تعمیل میں مصروف ہو گئی (حکم نبوتؑ کی تعمیل فرض ہے) ۔

Scanned with CamScanner

۲۔ کام کا آغاز بسم اللہ شریف سے کیا۔ ہر نیک کام کے آغاز میں بسم اللہ شریف پڑھنی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کیے گئے کام میں برکت ہوتی ہے۔ اور یہ حسن و خوبی سرانجام پاتا ہے۔ اس لیے عجائز نے مورت کی قلم کاری کیلئے اپنے ہنر کے قلم اور برش کو خدا کے نام سے ہاتھ میں لیا۔

۳۔ اپنے عقل و فکر کی ساری صلاحیتوں کو یکجا مرکوز کر کے اور سارے وہم و خیال دور کر کے خوب دھیان سے کام میں مصروف ہو گئی۔ بلاشبہ ہر کام کی سرانجام دہی کا یہی طریقہ ہے۔

۴۔ "کر کے لوڑ اندر دی" ایک تو معنی یہ ہیں کہ اندر کی طلب اور چاہت سے کام شروع کیا۔ اپنے دلی شوق اور لگن سے کام میں مصروف ہوئی۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی الہامی کتاب زبور داؤد کی وہ آیات جن میں شاہپری بدیع الجمال اور شہزادہ سیف الملوک کی خوش جمالی اور خوبصورتی کا ذکر تھا ان کے اندر بار بار غور و فکر کیا۔ ان کا مطالعہ اتنی گہری نظر سے کیا کہ تمام حجاب اٹھ گئے اور انکی شکل و صورت منکشف ہو گئی۔ شعر میں بتایا گیا ہے کہ ہر کام محنت چاہتا ہے اور خونِ جگر مانگتا ہے۔ اس بات کو علامہ اقبال اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

نقش ہیں سب نا تمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر

امید ہے کہ آپ حضرات کلام میں غور و فکر اور تدبر کرنے کے ضرور قائل ہوں گے۔

یوں تو آپ نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں لیکن جو شہرت سیف الملوک کو حاصل ہوئی ہے آپ کی کسی اور کتاب کو نہیں ہوئی۔ لہذا میں نے اپنی اس کتاب "میاں محمد بخش ایک آفاقی شاعر" کے تقریباً تمام زیر بحث موضوعات میں اکثر و بیشتر "سیف الملوک" کے حوالہ جات (Code) کیئے

ہیں۔ تاہم آپ کی دیگر تصانیف کا تعارف بھی تفصیل سے کرا دیا ہے۔

ایک اور دلچسپ بات جو اس کتاب میں آپ کو نظر آئے گی وہ یہ ہے کہ کسی ایک ہی مضمون کے اشعار جو "سیف الملوک" کے مختلف صفحات میں جا بجا پھیلے ہوئے ہیں۔ انہیں مضمون وار اکٹھا کر کے عنوانات کے تحت سیٹ تیار کر دیئے ہیں تاکہ قارئین حضرات ہر عنوان کے آٹھ آٹھ / دس دس اشعار کا مسلسل مطالعہ کر سکیں۔

اس امر میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے کہ "جناب میاں محمد بخشؒ ایک آفاقی شاعر" ہیں لیکن مجھے امید ہے کہ قارئین حضرات میری اس محنت کو ضرور ـــ قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے اور یاد آوری سے میری حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ میری اس پرخلوص کوشش کو بارآور فرمائے اور قارئین کے ذوق و شوق میں بھی اضافہ فرمائے۔ آمین ثمہ آمین

احقر
مصنف :۔ محمد خلیل ثاقبؔ
(ایم اے۔ بی ایڈ)
ریٹائرڈ سینئر سبجیکٹ سپیشلسٹ
بمقام بانگ دوارہ نزد دربار کھڑی شریف
میرپور آزادکشمیر

Scanned with CamScanner

اظہار تشکر

◄ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم فاما بعدہ۔ قارئین حضرات سے گزارش ہے کہ کتاب ہذا کی اشاعت کے ساتھ میں اپنے کرم فرماؤں کی خدمت میں بسلسلہ اظہار تشکر چند سطور قلمبند کرنا اپنا اخلاقی فریضہ سمجھتا ہوں۔ عارف کھڑیؒ کی "شخصیت اور فکر وفن" پر کچھ لکھنا میری دیرینہ خواہش تھی لیکن اس خواہش کے پورا ہونے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا تھا۔ حالانکہ شہنشاہ بغدادؒ اور آنجنابؒ کے ہمراہ حضرت غازی قلندرؒ کو میں اپنے گھر میں تشریف لانے کا اشارہ دیکھ چکا تھا پھر کچھ عرصہ تک جناب پیرا شاہ غازیؒ اور میاں صاحبؒ کی طرف سے ہلکے ہلکے اشاروں کا سلسلہ جاری رہا مگر میں کوئی تعبیر قائم نہ کرسکا کہ ایک دن اچانک جناب حاجی میاں محمد زمان صاحبؒ نے بندہ ناچیز کو اپنے گھر بلا بھیجا اور میری توجہ ہر طرف سے ہٹا کر اس جانب پھیر دی جس سے مجھے اپنے خوابوں کی تعبیر مل گئی۔ اس لحاظ سے میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ میری ان فکری اور قلمی کاوشوں کا اصل کریڈٹ (Credit) صاحبزادہ حاجی میاں محمد زمان صاحب آف کھڑی شریف کو جاتا ہے جنھوں نے مجھے اس طرف مائل فرمایا اور یہ سلسلہ چل نکلا ورنہ "من آنم کہ من دانم"۔ اسی طرح جناب حاجی میاں محمد سکندر صاحب جو خود بھی ایک بلند درجہ ادیب اور منفرد سوچ کے حامل ہیں میرے کرم فرماؤں میں شامل ہیں جو وقتاً فوقتاً معاونت فرماتے رہتے ہیں۔ بدیں وجہ یہ دونوں حضرات اولیں شکریہ کے مستحق ہیں۔

پھر ان صاحبان علم و فن کا ممنون احسان ہوں جو اپنے نادر علمی افکار اور بیش قیمت آراء کو بذریعہ نشر واشاعت ہم تک پہنچاتے رہتے ہیں جن کے مطالعہ سے استفادہ کا موقع ملتا ہے۔ اور یوں تحقیق کی نئی راہیں روشن ہوتی رہتی ہیں۔

ازاں بعد .... بلکہ اول و آخر میں اپنے ان کرم فرماؤں / تعاون شعار دوستوں اور قدر شناس عزیزوں کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنھوں نے میری کتابوں کی طباعت و اشاعت کے سلسلہ میں دل کھول کر میری مالی استعانت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس پرخلوص جذبۂ تعاون کو قبول و منظور فرمائے اور انہیں ہر دو جہان میں شاد کام رکھے۔ آمین ثمہ آمین۔

احقر

محمد خلیل ثاقب

التجا بدرگاہ رب العالمین

(محمد خلیل ثاقب)

یارب ایس کتاب میری نوں دے تاثیر جنابوں
رحمت تیری دا در کھلے اس دے ہر ہر بابوں
سہل کلام ولی دا کر دے طالب رمز پچھانے
شرع شریفوں واقف ہو کے راہ طریقت جانے
ایہہ تفہیم کلام ولی دی جو ہے شاعر آفاقی
مت اس دے لڑ لگیوں میری رہ جاوے گل باقی
پڑھے سنے کوئی جے کر اسنوں ہون قبول دعائیں
ادب، کنوں دل روشن ہووس چمکے دوہیں سرائیں
ربا، بخش انہاں بھی جیہڑے سڑ دے حسد وباؤں
بھلی دعا انہاں حق ایہو موڑ انہاں بد راہوں
اپنی گور انگاریں بھردا حسد بخل جو کردا
کٹ کٹ ماس دوجے دا کھاندا نہیں غیبت تھیں ڈردا
نکتہ چینی کم جنہاں دا نہیں رکدے لکھ پندوں
آپ سیانے بن بن بہندے ہر اک دانشمندوں
جے توں راہ لگاویں انہاں آون طرف سخن دی
نال عقیدت ڈھین دوارے لذت لین سخن دی
یارب سانوں پاک نبیؐ دی الفت بخش جنابوں
اسوۂ حسنہ روشن جس دا پاک قرآن کتابوں

سرور عالم ختم نبیاںؐ جو باعث سب جگ دا
جنت ناز کرے تک جسنوں دوزخ بجھے اگ دا
جے منے تاں بخشے مینوں رتبہ در دے سگ دا
اہل عشق نوں کوچہ جسدا عرش معلیٰ لگ دا
بھیج درود حبیبؐ اپنے تے یارب، ایڈے اوڑے
جس تعدادوں بال خلق دے ہون شماروں تھوڑے
یارب فضل تیرے تھیں منگاں رحمت شفقت تیری
ثابت رکھ ولیاں اتے تھواں عقیدت میری

نعت شریف

میں صدقے میں قرباں تیرے کملی والے
مقدر جگا دے میرے کملی والے
زہے میری قسمت کہ میں ڈھونڈ لایا
عقیدت کے موتی کھرے کملی والے
ملی نہ کہیں بھی پناہ جن کو آخر
وہ تیرے ہی در پہ گرے کملی والے
رہے نہ کہیں کے بھی دنیا نے دیکھا
تیرے در سے جو بھی پھرے کملی والے
کرم ہم پہ ثاقب کہ دنیا میں کب سے
مصائب میں ہیں ہم گھرے کملی والے

لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے

بمصطفیٰ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ و آلہ

یا رب صل وسلم دائماً ابداً
علیٰ حبیبک خیرالخلق کلھم

باب 1 میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ

(مختصر حالات زندگی)

ابتدائی حالات :۔

◀ ہماری نئی تحقیق کے مطابق آپؒ رمضان المبارک ۱۲۴۶ھ بمطابق مارچ ۱۸۳۱ء موسم بہار میں بمقام خانقاہ پیراشاہ موضع چک ٹھاکرہ علاقہ کھڑی ضلع میرپور ریاست جموں وکشمیر میں پیدا ہوئے۔ یہ مقام جہلم سے شمال کی جانب اور میرپور سے جنوب کی طرف نہر اپر جہلم کے قریب واقع ہے اور نہایت پر بہار زرخیز علاقہ ہے آپؒ نے اس بات کا ذکر اپنے اشعار میں اس طرح کیا ہے۔

جہلم گھاٹوں پربت پاسے میرپورے تھیں دکھن
کھڑی ملک وچہ لوڑن جہڑے طلب بندے دی رکھن

◀ آپؒ کی پرورش نہایت عمدہ طریقہ سے ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار حضرت میاں شمس الدینؒ صاحب سے حاصل کی پھر اپنے بڑے بھائی میاں بہاول بخشؒ کے ہمراہ سموال شریف کی تعلیمی درسگاہ میں داخل ہوگئے جہاں خوب محنت سے علم حاصل کیا۔ حصول علم کا سب سے بڑا ذریعہ زبان (Language) ہے۔ قرآن و حدیث اور فقہ کا گہرا مطالعہ کرنے کے لیے عربی زبان کا سیکھنا اشد ضروری ہوتا ہے اسلیئے صرف و نحو پر بہت زور دیا جاتا ہے اُسکے علاوہ اسلامی علوم کا وافر سرمایہ فارسی زبان میں ڈھل چکا تھا جس کے حصول کی خاطر عربی کے علاوہ فارسی زبان کا سیکھنا بھی ہر طالب علم کے لیے "بقدر ہمت اوست" ضروری ہوتا تھا یہی وجہ ہے کہ آپؒ نے طالب علمی کے زمانہ میں (پنجابی اور اردو کے علاوہ) عربی اور فارسی زبان و ادب سیکھنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ تقریباً سولہ / سترہ سال کی عمر میں تمام

مروجہ علوم میں عبور حاصل کر لیا اور پنجابی تو خیر سے آپؒ کی اپنی ہی زبان تھی۔

▶ سموال شریف کی تعلیمی درسگاہ میں جن اساتذہ کرام کے فیضان کرم سے آپ فیضیاب ہوئے ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حافظ نور محمدؒ صاحب المعروف حافظ نور ولیؒ

۲۔ حافظ محمد علی صاحبؒ ۳۔ حافظ غلام حسین صاحبؒ

۴۔ حافظ ناصرالدین صاحبؒ (ساکنان سموال شریف)

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپؒ نے درویشی اختیار کر لی اور بہت جلد مصروف ریاضت ہو گئے۔

شجرہ نسب اور خاندان :۔

▶ آپ کے والد حضرت میاں شمس الدینؒ صاحب حضرت غازی قلندرؒ میاں پیر محمدؒ المعروف "بابا پیراشاہ غازیؒ" کے دربار عالیہ کھڑی شریف میں سلسلہ وار گدی نشین تھے جن کی رحلت کے بعد آپؒ کے بڑے بھائی بہادل بخشؒ اور ان کے انتقال کے بعد آپؒ منصب سجادگی پر فائز ہوئے۔

آپؒ کا شجرہ حسب ذیل ہے:۔

▶ حضرت میاں محمد بخشؒ بن میاں شمس الدینؒ بن میاں جیون ولیؒ بن میاں دین محمدؒ المعروف خواجہ دین محمدؒ جو حضرت میاں پیراشاہ غازی قلندرؒ کے متبنیٰ فرزند تھے۔ جب میاں پیراشاہ غازیؒ پیروچک ضلع گجرات سے علاقہ ہذا میں وارد ہوئے تو دین محمدؒ کو موضع بہرام چک سے اپنے بالک فرزند کی حیثیت سے ہمراہ لائے تھے اور اپنے ساتھ رکھ کر ان کی تربیت کی تھی۔ دین محمد صاحبؒ

حضرت میاں پیراشاہ غازی قلندرؒ ہی کے خاندان میں سے تھے یہی وجہ ہے کہ صاحب روضہ کے انتقال کے بعد میاں دین محمد صاحبؒ "خواجہ" کے تعظیمی لقب کے ساتھ دربار عالیہ کھڑی شریف کے پہلے "گدی نشین" اور خلیفہ اول" قرار پائے اور یوں یہ سلسلہ خلافت اسی خاندان میں چلتا رہا حتیٰ کہ ۱۹۶۰ء میں یہ دربار محکمہ اوقاف آزاد کشمیر کی تحویل میں آ گیا۔ میاں دین محمد صاحبؒ کا مزار شریف حضرت میاں پیراشاہ غازیؒ کے روضہ مبارک سے متصل مشرقی پہلو میں واقع ہے۔ حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب غازی قلندر رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت میاں صاحبؒ کے جدامجد میاں دین محمدؒ کے مابین گہرے خاندانی مراسم تھے۔ سوانحی حالات کے مطالعہ کے لیے ہماری کتاب "خوشبوئے فقر" کی طرف رجوع فرمائیں۔

نوٹ:۔ "اس خاندان کے موجودہ حضرات میں سے ایک مقتدر شخصیت نے مجھے بتایا کہ میاں دین محمدؒ حضرت میاں پیر محمدؒ المعروف پیراشاہ غازی قلندرؒ" کے فرزند تھے۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو لیکن میری تحقیق میں تاحال یہ بات پایہ ثبوت تک نہیں پہنچ سکی ہے۔ البتہ بعض قرائن سے دین محمدؒ جناب غازی قلندرؒ کا بھتیجا یا بھانجا معلوم ہوتا ہے جسے آپؒ نے متبنیٰ بنا لیا تھا۔" سچ تو یہ ہے کہ حضرت پیراشاہ غازی قلندرؒ فقر کے اس مقام پر پہنچ گئے تھے جہاں حسب ونسب کے سب دھندے ختم ہو جاتے ہیں اور آدمی "فرد" بن جاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں خدا کی ذات کے سوا باقی سب رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔

سلسلہ بیعت :۔

▶ اگرچہ میاں محمد بخشؒ روحانی طور پر حضرت پیراشاہ غازی قلندرؒ مرحوم ومغفور کے مرید تھے۔ لیکن آپؒ ہادی برحق سرکار دوجہان صلی اللہ علیہ وآلہ

Scanned with CamScanner

وسلم کی سنت مطہرہ کے پیش نظر کسی زندہ پیر کے ہاتھ پر بیعت ہونا بھی اشد ضروری سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپؒ غازی قلندرؒ کے ایک روحانی اشارہ کے مطابق جو بحالت خواب ملاحضرت سائیں غلام محمد صاحبؒ کلروڑی شریف والوں کے مرید ہوگئے اس لحاظ سے آپؒ کا شجرۂ بیعت حسب ذیل ہے۔

◀ حضرت میاں محمد بخشؒ مرید حضرت سائیں غلام محمد صاحبؒ کے / وہ مرید حضرت بابا بدوح شاہ صاحبؒ کے / وہ مرید حاجی بگا شیر صاحب درکالی شریف والوں کے / وہ مرید حضرت میاں پیراشاہ غازی قلندرؒ کے / وہ مرید حضرت سید محمد امیر بالاپیر جحروی قادریؒ کے جو حضرت شاہ محمد مقیم جحرویؒ کے فرزند تھے/ وہ حضرت سید جمال اللہ سخی حیات المیر زندہ پیر نبیرہ حضرت غوث الاعظمؒ کے مرید تھے۔ اس طرح صرف چند واسطوں سے آپ کا سلسلہ بیعت جناب غوث اعظمؒ تک پہنچ جاتا ہے جبکہ آپؒ کے پیران طریقت کا کرسی نامہ کئی پشتوں پر مشتمل ہے۔ تفصیلی کرسی نامہ ہماری کتاب خوشبوئے فقر میں ملاحظہ فرمائیں۔

بیعت ہو جانے کے بعد فقر کے جس جس چشمہ سے فیض کا گھونٹ پینا تھا اپنے مرشد باصفا کے حکم سے وہاں پہنچ کر اپنے حصے کا جام نوش فرمایا۔ کشمیر جنت نظیر میں حضرت شیخ احمد ولیؒ کی خدمت میں حاضری اور وادی کی سیر اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔ شیخ موصوف نے آپؒ کو "زیرک" کے خطاب سے نوازا اور یہ اولیاء اللہ کی ایک قسم ہے۔ آپؒ بڑی سرعت سے فقر و تصوف کی منزلیں طے کرتے ہوئے ان باکمال حضرات کی صف میں میں جا کھڑے ہوئے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے سائے میں رہتے ہیں اور "زیرک" ہونے کے سبب اپنے ہوش قائم رکھتے ہیں۔ یوں تو آپؒ طریقت کے تمام سلسلوں کے معتقد اور قدردان تھے لیکن آپؒ اپنے روحانی مرشد حضرت پیراشاہ غازی قلندرؒ اور زندہ پیر حضرت سائیں غلام محمد صاحبؒ کی نسبت سے

سلسلہ قلندریہ اور قادریہ کے روشن چراغ تھے۔

خصوصیات :۔ (صفات وکرامات اور کردار)

◀ حضرت میاں صاحبؒ ایک زبردست عالم دین صوفی باصفا اور ولیؒ باکمال تھے یہی وجہ ہے کہ آپ "عارف کھڑیؒ" کے لقب سے مشہور ہیں۔ شریعت میں جس طرح آپؒ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنا کر احکامات کی بجاآوری کو لازم جانا اسی طرح طریقت کے میدان میں بھی قدم قدم پر عمل کر کے دکھایا اور اپنی تعلیمات کو دوسروں کے لیے مشعل راہ بنایا۔ گویا آپؒ نے اپنے علم و عمل سے فقر و تصوف کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں جو (بدعملی کے) شکوک و شبہات تھے انہیں دور کر دیا۔

◀ شعر گوئی کا شوق آپؒ میں فطری طور پر موجود تھا جسے واردات قلبی نے خوب پروان چڑھایا۔ آغاز شباب میں پیش آنے والی ناہمواریوں اور حصول مقاصد کی راہ میں حائل ہونے والی چند روکاوٹوں نے آپ کو سرتاسر شاعری کی طرف موڑ دیا اور آپؒ نے اس فن کو وہ ترقی دی کہ اسے لازوال بنا دیا۔

◀ عہد شباب جس میں ہر طرف بہار کی رنگینیاں دکھائی دیتی ہیں اور پری پیکروں کا جمال کلیجہ کھینچتا ہے/ شوق دیدار دلوں کو تڑپاتا اور گلیوں میں پھراتا ہے۔ عین اس وقت جبکہ محبوب سے کئی توقعات وابستہ ہوتی ہیں اور اس کے دو شریں یاقوتی لبوں سے کوئی امیدافزاء پیغام سننے کی تمنا ہوتی ہے اگر وہ یکایک انکار کی صوتی تلوار سے اس کا سینہ فگار کر دے تو ایسے میں اس بے کس و بے نوا کا کون پرسان حال ہے؟ شائید کچھ اسی قسم کے نامساعد حالات نے آپؒ کی توجہ کا رخ مکمل طور پر شاعری کی طرف پھیر دیا اور پھر اندیشہ ہائے گوناگوں اور غم و اضطراب نے آپؒ کو وہ آہ بخشی جو اپنی تاثیر سے نہ صرف فلک شگاف ثابت ہوئی بلکہ اہل درد کے لبوں سے واہ واہ بن کر نکلی ۔ آپؒ عشق مجازی کی تنگ ندی سے نکل کر عشق حقیقی کے بحر بیکنار کے شناور بن

گئے۔ مختصر یہ کہ طریقت میں آپؒ ایک بلند درجہ متصوف اور میدان شاعری میں ایک رفیع الشان آفاقی شاعر تھے۔

▶ آپؒ نہایت مخلص / صابر / بردبار / شفیق / خوش اخلاق / خوش وضع / خوش پوش / خوش خصال اور خوش باش تھے۔ خود عالم ، باعمل اور عالموں کے قدردان تھے۔ بزرگوں اور سادات کا بہت ادب کرتے تھے۔ غرور / تکبر / اکڑ دکڑ اور شوخی شیخی جیسی مذموم عادات کو ہرگز پسند نہ کرتے تھے۔ سادگی پسند تھے۔ تکلف ناپسند تھا۔ جو میسر آیا پہن لیا جو مل گیا کھا لیا۔ نہایت ملنسار / خوشگوار سادہ مگر پروقار / خوب عبادت گزار اور شیریں گفتار تھے۔ خود صاحب فن تھے اور اہل فن کی دل کھول کر قدر کرتے تھے۔

▶ آپؒ نے اپنی کتابوں میں ہر قصے کے ہیرو میں جو جو خوبیاں گنوائی ہیں۔ مثلاً جرات / شجاعت / بہادری / دلیری / ہمت / طاقت / لیاقت / سخاوت / امانت / دیانت / جوش / ہوش / عزت / غیرت / عزم وحوصلہ اور ولولہ وغیرہ یہ سب خوبیاں جو آپؒ کے نزدیک ایک ہیرو کیلئے ضروری ہوتی ہیں آپؒ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ اور اپنے ہم وطنوں میں بھی یہی صفات پیدا کرنا چاہتے تھے۔

▶ جب دربار عالیہ کھڑی شریف کی خلافت کا بار امانت آپؒ تک پہنچا تو آپؒ نے غازی قلندر رحمتہ اللہ علیہ کے روضہ پاک کی تعمیر کے علاوہ دربار کی چاردیواری اور لنگرخانے بھی تعمیر کرائے نیز عقیدت مندوں اور زائرین کے لیے خورد و نوش اور مسافروں کیلئے خاطرخواہ رہائش کا بندوبست فرمایا اور ثابت کر دیا کہ آپؒ نہ صرف ایک گوشہ نشین زاہد اور تخیلاتی شاعر ہی تھے بلکہ اعلیٰ درجہ کے کارکن اور منتظم بھی تھے۔

▶ قناعت پسند اسقدر کہ ریاست جموں وکشمیر کا مہاراجہ اپنے حق میں اولاد نرینہ کی دعا کیلئے حاضر ہوا۔ رخصت ہوتے وقت اس نے ایک خطیر رقم کی تھیلی بطور نذرانہ پیش کی مگر آپؒ نے قبول نہ فرمائی اور یوں " الفقر فخری " کی

حدیث مبارکہ کے مطابق اپنی قناعت پسندی کو مہاراجہ کی دولت مندی پر غالب رکھا۔ فقط یہی نہیں بلکہ صبر وقناعت کو ہمیشہ اپنا شعار بنایا۔

▶ مستجاب الدعوات اس قدر کہ آپؒ نے مہاراجہ کے حق میں اولاد نرینہ کی جو دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرما لیا اور ایک کافر کی نظر میں اسلام کا سر اونچا رکھا اس کے ہاں فرزند پیدا ہوا اور آپکی خدمت میں تحائف بھیجے۔ اسی طرح جھوٹے مقدموں میں پھنسے ہوئے مظلوموں اور بے گناہ قیدیوں کے بارے میں جب بھی آپؒ نے دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔

▶ جرات مند اس قدر کہ وقت کے ظالم ڈوگرہ مہاراجہ سے مسلمانوں کی بیگار معاف کرائی اور اسے عدل وانصاف سے حکومت کرنے کی تاکید فرمائی۔ علاوہ ازیں آپؒ نے اپنے کلام میں جا بجا جابر اور ظالم حکمرانوں کو تمثیلاً سگسار / شترسر / راکش اور باشک ناگ جیسے ذلیل القاب سے یاد کیا ہے۔ آپؒ نے اپنی ساری زندگی میں کبھی جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ نہیں کہا۔

▶ سخاوت اس قدر فرماتے کہ جو بھی آتا کبھی خالی ہاتھ واپس نہ پلٹاتے۔

▶ تواضع اور ادب سادات اس قدر کہ آپؒ کے پاپوش مبارک کو کسی سیدزادے نے ادباً سیدھا کر دیا تو پھر آپؒ نے اسے مطلق نہ پہنا۔ مقدس آستانوں اور بزرگوں کی طرف پیٹھ کر کے نہ چلتے تھے اور آنے والے مہمانوں کی خاطر مدارات میں کسی قسم کی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔

▶ آپؒ کے زہد وتقویٰ اور چلہ و مراقبہ میں کسی کو کوئی کلام نہیں ہے لیکن آپؒ زاہد خشک ہرگز نہ تھے۔ خطیبوں کی بڑ اور ملاؤں کی ہمہ دانی آپؒ کے سامنے ہیچ تھی۔ آپؒ کی زندگی ایک پرسکون سمندر کی طرح مصروف عمل تھی لیکن دل کی آہ اتنی پرتاثیر تھی کہ آپؒ کے قلم کی جھنکار مشرق سے مغرب تک اور فرش سے عرش تک سنی گئی۔

بال چراغ عشق دا میرا روشن کر دے سیناں
دل دے دیوے دی روشنائی جاوے وچ زمیناں

◄ حضرت میاں صاحب عارف کھڑیؒ تین بھائی تھے۔

۱۔ بہاول بخشؒ ۲۔ محمد بخشؒ ۳۔ علی بخشؒ

آپؒ بہاول بخشؒ سے چھوٹے اور علی بخشؒ سے بڑے تھے۔ آپؒ نے بعض خاص وجوہات کی بنا پر ساری زندگی شادی نہیں کی جبکہ دوسرے دونوں بھائی شادی شدہ اور صاحب اولاد تھے۔ علاوہ ازیں آپ کی ایک بڑی بہن بھی تھیں جن کی شادی میاں کاکو صاحبؒ سے ہوئی تھی۔

◄ اس خاندان کے موجودہ تمام افراد (خورد و کلاں) جن میں بعض نہایت اہم اور معزز شخصیات بھی ہیں صرف میاں صاحبؒ کے دونوں بھائیوں "بہاول بخشؒ" اور "علی بخشؒ" کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت میاں صاحبؒ اپنے بھائیوں کی اولاد سے بہت پیار کرتے تھے انہیں اپنی ہی اولاد سمجھتے تھے۔ نیز آپؒ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ میری کتاب دولہن کی مانند ہے اور میرے اشعار بمنزلہ میری اولاد کے ہیں۔

بوہٹی نویں کتاب میری دی جو بن حسن سنگاریں
پاک نظر دی ویکھن والے ندی عشق دی تاریں

جیونکر بیٹے تساں پیارے تیویں بیت اسانوں
بیٹے نوں کوئی انگل لائے لگدے بیت تسانوں
سٹ پیٹا کر کے پڑھیاں لذت کجھ نہ رہندی
جسدے بیٹے نوں کوئی مارے کد اسدی جند سہندی

وصال مبارک :۔

◄ بلا اختلاف رائے آپؒ کا وصال، ذوالحجہ ۱۳۲۴ھ بمطابق ۲۲ جنوری ۱۹۰۷ء بروز منگل کھڑی شریف میں ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپؒ کی نماز جنازہ آپؒ کی وصیت کے مطابق حضرت قبلہ حافظ مطیع اللہ صاحبؒ نوراللہ مرقدہ ساکن سموال شریف نے پڑھائی جس میں ہزاروں لوگ شامل تھے۔ ہر دل سوگوار اور ہر آنکھ اشکبار تھی۔

◄ یہ کہنا غلط ہے کہ "آپؒ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرا جنازہ وہ شخص پڑھائے جو لنگوٹے کا سچا ہو اور جس نے کسی نامحرم عورت کا منہ نہ دیکھا ہو وغیرہ"۔ لوگوں نے اس قسم کی وصیتیں اور بے بنیاد کرامتیں بہت سے اللہ والوں کے ساتھ منسوب کر رکھی ہیں جن میں انکی فضیلت اور بزرگی کی بجائے ان کی توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ اللہ کے نیک بندے جو لوگوں کے عیبوں پر پردہ ڈالنے کا سبق دیتے ہیں کب مناسب سمجھتے ہیں کہ لوگوں کی برائیوں کی تشہیر ہو اور وہ جو لنگوٹے کا سچا ہو ساری خلقت میں اس کا ڈھنڈورا پٹوایا جائے اور ساتھ ہی اپنی پارسائی کی دھوم مچے۔ بھلا وہ کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ ان کی کسی وصیت سے ہزاروں بندگان خدا کا عرصہ حیات مشتبہ ہو کر رہ جائے اور وہ ملوث ہ عصیاں اور گناہوں کی کالک سے داغدار محسوس ہونے لگیں۔۔۔۔۔

حضرت میاں صاحبؒ سے تو اس قسم کی وصیت کی توقع رکھنی بالکل ہی بعید از قیاس ہے کیونکہ آپؒ پردہ پوشی کے حامی اور پردہ دری کے بالکل خلاف ہیں۔

پردا پوشی کم فقر دا میں طالب فقرواں
عیب کسے دے کھول نہ سکاں ہر ایک تھیں شرماواں

◄ آپؒ کا مزار شریف کھڑی میں حضرت پیرا شاہ غازی قلندرؒ دمڑی والا کے مزار پاک کے پاس چند گز مشرق کی جانب واقع ہے جو مرجع خاص و عام

Scanned with CamScanner

ہے۔ ہر روز سینکڑوں زائرین قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ ماہ ذوالحجہ کی ۵ تاریخ کو سالانہ عرس منایا جاتا ہے جس میں ہزاروں عقیدت مند شرکت کرتے ہیں۔ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

نذرانہ عقیدت بحضور عارف کھڑیؒ

میاں محمد بخشؒ کھڑی دے اچیاں شاناں والے
جیونکر سورج وقت دوپہراں جگ تے کرناں ڈالے
سخنوراں دی مجلس اندر نام بلند انہاں دا
شیروں شکروں شہدوں مٹھا اک اک بند انہاں دا
قصہ عجب رقم کر دسیا کامل ولی ربانے
کیویں میل پری سنگ کیتے سیف ملوک جوانے
جاں جاں تیک لباں تے رہسی ذکر اذکار پری دا
تاں تاں توڑیں روشن رہسی جگ تے نام کھڑی دا
قدم جنہاندے روشن کر گئے مٹی دیس میرے دی
انشاء اللہ سونا کرسن خاک وجود تیرے دی

(خلیل ثاقب)

باب 2 امیر العساکر والمغازی

حضرت میاں پیرا شاہ قلندر غازیؒ

حضرت میاں محمد بخش مصنف "سیف الملوک" کے روحانی مرشد پاک
دربار عالیہ کھڑی شریف میرپور آزاد کشمیر

ستا مرد قلندر غازیؒ جاگدیاں وہد جاگے
کندن کردا نال نظر جے تانبا رکھو آگے
(خلیل ثاقب)

ولادت باسعادت :۔ آپؒ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد مسعود میں گیارھویں صدی ہجری کے آخری ربع کے آغاز میں ۱۰۷۶ھ بمطابق ۱۶۶۵ء موضع چک بہرام ضلع گجرات میں پیدا ہوئے آپؒ گجر قوم کے قبیلہ پسوال سے تعلق رکھتے تھے خدا جانے لوگوں میں آپؒ کے حسب نسب کے بارے میں کیوں مختلف آراء پیدا ہو گئی ہیں) شائید اس لئے کہ "قلندرؒ جز دو حرف لا الہ کچھ بھی نہیں رکھتا۔" اسے اپنے حسب ونسب پر کوئی فخر نہیں ہوتا۔

◀ آپؒ کے والد صاحبؒ ایک بڑے زمیندار ہونے کے علاوہ حافظ قرآن بھی تھے ۔ آپؒ کا پیدائشی نام پیر محمدؒ تھا لیکن لاڈ پیار کی وجہ سے گھر کے سارے افراد نے شروع ہی سے آپؒ کو " میاں پیرا" کہنا شروع کر دیا اس لیے یہی نام مشہور ہو گیا۔ آپؒ کی ولادت باسعادت سے گھر کے حالات دن بدن بہتر ہونے لگے جس سے قیاس کیا جانے لگا کہ آپ کی تشریف آوری باعث برکت

Scanned with CamScanner

ہے لیکن کسے خبر تھی کہ یہ بچہ جو بچپن میں اپنے گھر کے لیے باعث برکت ثابت ہو رہا ہے بڑا ہو کر مرجع خلائق بن جائے گا۔ آپؒ کے والدین بہت نیک اور متقی تھے والد صاحب جو کہ حافظ قرآن تھے شب بیدار اور تہجد گزار بھی تھے اور والدہ ماجدہؒ بھی بہت پرہیز گار تھیں۔

پرورش اور تعلیم و تربیت :۔ اگرچہ وہ زمانہ سیدھا سادہ تھا۔ آج کی طرح چمک دمک۔ روپے پیسے کی ریل پیل اور ظاہری دکھاوا نہ تھا تاہم ہر کام میں سادگی تھی۔ تکلف نام کو نہ تھا۔ لوگ باعمل اور پرخلوص تھے۔ ظاہری طہارت سے باطنی طہارت کو اولیت دیتے تھے۔ لوگ آج کی طرح شیر خوار بچوں کو گود میں لیکر ڈرامے نہیں دیکھتے تھے اور فلمی گانے نہیں گاتے تھے۔ آپ کی والدہؒ آپ کو باوضو دودھ پلاتی تھیں اور چکی پیستے ہوئے گود میں لیکر وہ لوری سنایا کرتی تھیں جو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنایا کرتی تھیں۔ "قم قم یا حبیبیؐ قمتنام"

- بلاوضو آٹا نہ گوندھتیں۔ جھوٹ نہ بولتیں۔ غیبت نہ کرتیں اور کسی کی چغلی نہ کھاتی تھیں۔

- آپؒ کے والد محترم صبح سویرے جب مسجد سے فارغ ہو کر گھر آتے تو بچے کو اپنی گود میں لیکر کافی دیر تک تلاوت کرتے رہتے اور چھوٹے صاحبزادے "میاں پیرا" غور سے سنتے رہتے۔ جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے آپؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والدین سے اور پھر گاؤں کی مسجد سے حاصل کی۔ یہ تو معلوم نہیں ہو سکا کہ آپؒ نے کون کونسے مضامین پڑھے لیکن آپؒ کا علمی مرتبہ بہت بلند تھا۔ قرآن پاک کی تلاوت شروع ہی سے آپؒ کا معمول بن گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ہمیشہ باوضو رہتے اور قرآن مجید بصورت حمائل گلے میں ڈالے رکھتے جس جگہ بیٹھتے شوق تلاوت پورا کر لیتے۔ آپؒ بچپن اور لڑکپن کی منزلوں میں بھی عام

بچوں کی طرح نہ تھے آپؒ کی حرکات وسکنات / عادات واطوار اور چہرے بشرے سے شان ولائیت نمایاں تھی۔

فوجی خدمات اور جہاد :۔ جب آپ جوان ہوئے تو مغلوں کی فوج میں بھرتی ہو گئے یہ اورنگ زیب عالمگیر کا عہد حکومت تھا جس میں سکھوں مرہٹوں اور ہندوجاٹوں نے کئی بار سر اٹھایا لیکن ہر بار ناکام رہے۔ اورنگزیب عالمگیر شمالی ہند۔ پنجاب اور دکن پر پوری پوری نظر رکھتا تھا۔ جہاں بھی دشمن سر اٹھاتا فوراً لشکر بھیج کر اس کی سرکوبی کرتا۔

- حضرت پیرا شاہ غازیؒ نے بھی مغلوں کی فوج میں کئی معرکوں میں حصہ لیا اور دینی فریضہ جان کر وطن عزیز اور ملت اسلامیہ کا دفاع کیا۔ آپؒ جس معرکہ میں بھی شامل ہوتے ڈٹ کر لڑتے اور کھل کر بہادری کے جوہر دکھاتے حتیٰ کہ دشمن کو آپؒ کے مقابلہ کی تاب نہ رہتی۔ شیر کی طرح جب صفوں میں گھس جاتے تو ان کی ترتیب کو الٹ پلٹ دیتے۔ آپؒ نے کئی سال تک فوجی خدمات سرانجام دیں لیکن کسی میدان میں بھی پیٹھ نہ دکھائی۔ کئی بار زخمی ہوئے مگر کبھی پرواہ نہ کی۔ آپؒ اپنی عمدہ مجاہدانہ خدمات کے صلہ میں کئی فوجی دستوں کی کمان فرماتے رہے جس کی وجہ سے آپؒ کو غازی اور امیر العساکر والمغازی کا خطاب ملا۔ آپؒ کی فوجی خدمات کا سلسلہ اورنگزیب عالمگیر کی وفات تک مسلسل جاری رہا اور پھر اس کے بعد بھی جب کبھی ضرورت پڑتی جا شامل ہوتے۔

سلسلہ قادریہ میں بیعت :۔ آپؒ کی طبیعت شروع ہی سے فقیرانہ تھی۔ نماز، روزہ اور تلاوت قرآن پاک میں مصروف رہتے دنیا کو ہیچ جانتے اور ہمہ وقت خدا کی یاد میں لگے رہتے۔ پھر بھی کسی مرد حق شناس وحق پرست کی

میں آنا ضروری تھا۔ اس لیے کسی کامل کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا ارادہ کر لیا۔ چند روز غور وفکر کرنے کے بعد آپؒ نے حجرہ شاہ مقیمؒ میں حاضر ہو کر حضرت شاہ محمد امیر بالا پیر گیلانی قادری مقیمی حجروی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۰۲ھ ہجری) کے دست کرم بار پر بیعت کر لی۔ اس طرح آپؒ طریقت میں سلسلہ قلندریہؒ و قادریہؒ سے منسلک ہوگئے۔ یہ ۱۰۹۸ھ کی بات ہے جبکہ آپؒ کی عمر شریف اکیس/بائیس برس تھی۔

◀ مرشد روشن بصر نے پہلی ہی نظر میں آپ کی لوحِ جبین پر نوشتہ تقدیر پڑھ لیا۔ اور بشارت دی کہ یہ خوبصورت نوجوان اوجِ کمال پر پہنچنے والا ہے۔

جو ہے پردوں میں پنہاں چشمِ بینا دیکھ لیتی ہے
زمانے کی طبیعت کا تقاضا دیکھ لیتی ہے

مرشد پاکؒ نے ایک ہی نگاہ میں آپؒ کو پڑھ لیا۔ دست شفقت سر پر رکھا اور اپنا فرزند کہہ کر پکارا۔ سید محمد امیر بالا گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لب پاک سے یعنی زبان غیب ترجمان سے نکلنے والے یہ الفاظ کہ "سلسلہ قادریہ میں آپؒ ہمارے فرزند ہیں" چار دانگ عالم میں آناً فاناً پھیل گئے۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اور اس طرح آپؒ کے نام کے ساتھ "شاہ" کے اعزازی لقب کا اضافہ ہوگیا۔ اس کے علاوہ آپؒ کئی سلطانوں اور بڑے بڑے گدی نشین مرشدوں کے بھی پیر تھے اس لیے بھی پیرا شاہ کہلائے۔

جیسا کہ حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑیؒ ارشاد فرماتے ہیں۔ ؎

بادشاہاں دا پیر کہاوے پیراں شاہ کر جاتا
پیرا شاہ قلندر غازیؒ نت۔ سوا لکھ داتا

غازیؒ تو آپؒ پہلے ہی بن چکے تھے اب "شاہؒ" کے لفظ کا اضافہ ہوگیا تو آپؒ کا نام معہ القابات اس طرح مشہور ہوا۔ "امیر العساکر والمغازی حضرت میاں پیرا شاہ غازی قلندرؒ" دراصل آپؒ نسباً سید نہ تھے۔ آپؒ کے پیر و مرشد نے آپؒ کو شفقت سے اپنا متبنیٰ بنا لیا جس کی وجہ سے "شاہ" مشہور ہوئے۔ اس طرح آپؒ نہ راجہ تھے نہ جاٹ، نہ علوی تھے نہ اعوان اور نہ ہی موضع بڑل کے موہیال بلکہ میاں پیر محمد المعروف میاں پیرا شاہ تھے۔ پیرو شاہ نزد بہرام چک ضلع گجرات سے علاقہ ہذا میں وارد ہوئے تھے۔

شادی:- حجرہ شاہ مقیمؒ میں سلسلہ قلندریہ قادریہؒ میں شامل ہونے کے غالباً ایک یا دو سال بعد بہرام چک سے آپ نے اپنے ایک رشتہ دار کے گھر سے شادی کر لی۔ گو شروع میں آپؒ اس طرف مائل نہ تھے لیکن پیر و مرشد نے حکم فرمایا کہ جہاں تک ہو سکے محبوبِ خدا کی سنت کی پیروی ضروری ہے۔ چنانچہ آپ نے پیر و مرشد کے حکم پر تقریباً چوبیس برس کی عمر میں اپنے خاندان کی ایک شریف خاتون سے شادی کر لی جس سے کافی تاخیر کے بعد دو فرزند پیدا ہوئے جن میں سے ایک کا نام میاں ساون جیؒ تھا جو پرانے میرپور میں محلہ سراجاں کی مسجد کے قریب آباد رہے اور وہیں فوت ہوئے دوسرے فرزند کا نام میاں شہباز عرف ڈھیرڑؒ تھا جو دربار عالیہ کھڑی شریف میں مدفون ہیں۔ شہبازؒ آپؒ کے دوسرے خلیفہ تھے جبکہ پہلے خلیفہ حضرت میاں دین محمدؒ تھے۔

آپؒ اپنی آخری تہائی عمر میں اپنے متبنیٰ فرزند میاں دین محمدؒ کو جو اس وقت بچے تھے اپنے ہمراہ لیکر گھر سے چل پڑے۔ ہوا یوں کہ ہجرت کا خیال آیا اپنے بچے بہت چھوٹے تھے اس لیے اپنے ایک رشتہ دار کے بیٹے دین محمد کو متبنیٰ

Scanned with CamScanner

بنا لیا اس کے ساتھ آپؒ کو والہانہ محبت تھی اور اس کا بھی یہی حال تھا۔ وہ بھی کسی صورت میں آپؒ سے جدا نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ آپؒ نے دین محمد کی والدہ کو فرمایا کہ دیکھو یہ تمہارا بیٹا آج سے ہمارا متبنیٰ ہوا۔ یہ ہمارے ساتھ ہی رہے گا۔ ہمارا وارث یہی ہے۔ تم ہمارے بچوں کا خیال رکھو ہم تمہارے بیٹے کا خیال رکھیں گے۔ یہ کہہ کر آپ پنڈ بہرام سے ہجرت کر آئے۔ ترک وطن کے بعد کئی مقامات پر فروکش ہوئے اور سلوک کی منزلیں طے کیں حتیٰ کہ شان قلندری پر فائز ہوئے۔" آپ کے فیضان نظر سے دین محمدؒ میں یہ کرامت تھی کہ اسے آتشِ تنور نہ جلاتی تھی۔" چک ٹھاکرہ کو قیام پذیری کے لحاظ سے مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔

آپ کی ریاضت اور چلہ کشیوں کے مراکز تو بیشمار ہیں مگر ان میں سے چند مقامات بہت مشہور ہیں (۱) ٹھٹھہ موسیٰ (۲) پیروشاہ (۳) ملدی حدود رہتاس (۴) بوڑا جنگل (۵) بیلہ مناور (۶) کنارہ ہائے دریائے جہلم (۷) ملوٹ (۸) جبوٹ (۹) سموال شریف (۱۰) اورچک ٹھاکرہ (کھڑی شریف ضلع میرپور) وغیرہ۔ چک بہرام کے قریب پیروشاہ کے مقام پر آپ کئی سال تک چلہ کش رہے وہاں سے فارغ ہوئے تو غالباً ۱۷۲۰ء اور ۱۷۲۵ء کے درمیان موضع چک ٹھاکرہ (کھڑی شریف) میں تشریف لائے۔ میاں دین محمدؒ کو یہیں اپنے مریدوں کے پاس پرورش کے لیے چھوڑا اور خود مختلف مقامات پر چلہ کشی کرتے رہے۔

تعلیمات:۔ آپؒ کی ساری زندگی اسلامی تعلیمات کی مظہر تھی جس کے سبب لوگوں کو راہ ہدایت نصیب ہوتی رہی کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوۃ (ارکان اسلام) کی بجا آوری پر آپؒ بہت زور دیتے تھے۔ جذب و مستی کی کیفیت طاری ہونے کے علاوہ ہمہ وقت پابند شریعت رہتے تھے اور دوسروں کو بھی عملی زندگی کی ترغیب دیتے تھے۔ تزکیہ نفس کے لیے آپ روحانی تعلیم کے مبلغ تھے تلاوت

قرآن پاک سے آپ کو خاص شغف تھا۔ خلوص نیت، صدق و سچائی اور بنی نوع انسان سے ہمدردی و بھلائی آپ کی تعلیمات کے اصل جوہر تھے۔ لوگوں کے شوروغل اور بک بک سے آپؒ کو قطعی نفرت تھی۔ آپؒ صاحب حال بھی تھے اور صاحب جلال بھی آپؒ کے مزار پر شوروغل نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی خطیبوں کو آپ کی جامعہ مسجد میں شعلہ بیانی کے جوہر دکھانے چائیں۔ ع

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

وصال:۔ ایک رات آپؒ حسب معمول بوڑا جنگل کے قریب نفی اثبات کے نعرے لگا رہے تھے۔ اسم ذات کی ضرب سے قلب جاری تھا دور دور تک آواز جا رہی تھی۔ ادھر چوروں کا ایک گروہ گزر رہا تھا انہوں نے سوچا کہ شائید یہ شخص لوگوں کو جگا کر ہمارے آنے کی خبر دے رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے حملہ کر کے آپؒ کو مجروح کر دیا۔ چند زخم بہت گہرے آئے اس لیے آپ جان برنہ ہو سکے۔ حضرت میاں دین محمدؒ کے اصرار پر آپ کو بوڑا جنگل سے کھڑی شریف (موضع چک ٹھاکرہ) لایا گیا، جہاں ۱۴ شعبان المعظم ۱۱۶۳ھ بمطابق ۱۹ / ۲۰ جولائی ۱۷۵۰ھ بروز اتوار آپؒ انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ہزاروں بندگانِ خدا نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور نہایت عقیدت مندی سے کھڑی شریف میں سپرد لحد کیا۔ اس مقام پُربہار میں دربار کے ساتھ جو گاؤں ہے اس کا نام بھی آپ کے نام نامی اسم گرامی پر" خانقاہ پیراشاہ" ہے آپ کی تاریخ وصال پر ہر سال ۱۴ شعبان کو سالانہ عرس منایا جاتا ہے۔ جس میں ہزاروں لوگ تربت پاک کی زیارت اور آپؒ کی تعلیمات کے تذکروں سے فیضیاب ہوتے ہیں۔

آپؒ نے وصال سے قبل وصیت فرمائی تھی کہ میرے عقیدت مند زائرین کیلئے فقط اتنا ہی کافی ہے کہ وہ لنگرخانے کے انتظام میں صرف ایک دمڑی شامل کر دیا کریں۔ وہ اپنی مرضی سے خواہ جتنا زیادہ دیں منع نہیں ہے مگر ہماری

طرف سے صرف ایک دمڑی کی وصیت ہے لیکن کھانا سیر ہو کر کھائیں۔ اس وجہ سے آپ "دمڑی والا" یا "دمڑی والی سرکار" کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ ؏

بک دمڑی دا تحفہ لے کے دیندا دان لکھاں دے

حضرت میاں محمد بخشؒ عارف کھڑی مصنف "سیف الملوک" حضرت پیرا شاہ غازی قلندر دمڑی والی سرکارؒ کے روحانی مرید تھے جن کا روضہ آپ کے مزار مقدس کے قریب ہی واقع ہے۔ بلکہ یوں سمجھیں کہ پہلے مرید باصفاء کی تربت پر فاتحہ خوانی کی جاتی ہے پھر اس کے بعد دس گز کے فاصلے پر حضرت پیرا شاہ غازی قلندرؒ کے روضہ پر نذرانہ ہائے عقیدت پیش کرنے کے لیے حاضر ہونا پڑتا ہے۔ ؏

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

◀ حضرت پیرا شاہ غازیؒ کا دور حیات کئی مغل بادشاہوں کے دور حکومت پر محیط تھا۔ جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) اورنگزیب عالمگیر تخت نشینی ۱۶۸۸ء تا ۱۷۰۷ء

(۲) بہادر شاہ (شاہ عالم اول) تخت نشینی ۱۷۰۷ء تا ۱۷۱۲

(۳) جہاں دارشاہ ۱۷۱۲ء تا ۱۷۱۳ء (۴) شاہزادہ فرخ سیر ۱۷۱۳ء تا ۱۷۱۹ء (۵) شاہزادہ رفیع الدرجات ۱۷۱۹ء (۶) رفیع الدولہ ۱۷۰۹ء (۸) محمد شاہ رنگیلا (روشن اختر) ۱۷۱۹ء تا ۱۷۴۸ء (۸) احمد شاہ ۱۷۴۸ء تا ۱۷۵۴ء۔

حضرت پیرا شاہ غازیؒ نے مارچ ۱۷۳۹ء میں بذریعہ کشف وکرامت نادر شاہ درانی سے محمد شاہ رنگیلا کی جان بچائی تھی۔ اس وقت آپ میرپور میں ملوٹ کی پہاڑی پر تشریف فرما تھے۔

نوٹ:۔ آپ کے سوانحی حالات لکھنے میں آج تک کوئی شخص اتنی تحقیق

نہیں کر سکا جتنی راقم الحروف نے کی ہے تاہم میں اسے حرف آخر قرار نہیں دیتا مگر یہ روایت کہ آپ کا نام عبداللہ تھا اور پیدائشی طور پر مجذوب ہونے کے سبب شادی کے قابل نہ تھے۔ قطعی طور پر غلط اور بے بنیاد ہے۔ "مقامات محمود" میں آپؒ کی پیدائش ۱۱۴۴ھ بتائی گئی ہے۔ جبکہ وفات ۱۱۶۳ھ میں ہوئی اس حساب سے تو آپؒ کی عمر صرف ۱۹ سال بنتی ہے جو بالکل غلط ہے۔ کون ایسا بیوقوف ہے جو اتنی تھوڑی عمر کے نوجوان کو بابا کے بزرگانہ خطاب سے یاد کرے۔ اسی طرح لوگوں نے آپؒ کے نسب میں کھینچا تانی کر کے کسی نے سید، علوی، کسی نے اعوان، اور کسی نے راجہ یا جاٹ اور کسی نے موہیال بنانے کی کوشش کی ہے لیکن علامہ اقبالؒ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔ ؏

قلندرؒ جز دو حرف لا الہٰ کچھ بھی نہیں رکھتا

◀ بلاشبہ اللہ کے نیک بندوں کو جو اس کے ذکر میں محو ہو جاتے ہیں۔ اپنے حسب ونسب پر کوئی فخر و گھمنڈ نہیں رہتا۔ توحیدِ خداوندی کے بحر میں غوطہ زن ہو کر وہ ایسے فرد بن جاتے ہیں کہ انسانی تعلق داریوں کے فخرومباہات سے مبرّا ہو جاتے ہیں اور یہ صفت بندۂ مومن کی بلند ترین صفات میں سے ہے۔

نذرانہ عقیدت بحضور حضرت پیرا شاہ غازیؒ

میں قربان پیرا شاہ غازیؒ عالی قدر تساڈا — باغ بہار تساں چا کیتا رکھا دیس اساڈا
روز بروز ترقی حضرت دن دن شان ودھیری — اللہ جانے قدر تساڈی عقل نہ پہنچدی میری
شکر کراں ایہہ چمکاں والا گنبد سبز نورانی — روز ازل دے وطن میرے وچہ لکھیا قلم ربانی

میں سخناں وچہ لکھیا ثاقبؔ سہرا شان تیری دا
حشر دہاڑے ضامن ہوویں توں بھی جان میری دا

ا محمد خلیل ثاقبؔ

باب 3 میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ
(شخصیت اور فکروفن)

◄ گو آپؒ کی شخصیت اور "فکروفن" محتاج تعارف نہیں ہے تاہم اس عنوان کے افادی پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے کچھ نہ کچھ تو کہنا ہی پڑتا ہے۔ (حالانکہ یہ ساری کتاب ہی اسی موضوع پر ہے)

توارث اور ماحول :۔

◄ انسانی شخصیت اور سیرت پر خاندانی توارث اور گردوپیش کی فضاء کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے۔ "آپؒ کی زندگی کے مختصر حالات" میں بتایا جا چکا ہے کہ آپؒ علاقہ کھڑی کے پربہار مقام چک ٹھاکرہ میں پیدا ہوئے یہ علاقہ شروع ہی سے بہت زرخیز اور مردم خیز ہے۔ لیکن اس کی شہرت آپؒ ہی کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ ہوئی ہے تاہم آپؒ اس کے بارے میں "شیریں فرہاد" میں ارشاد فرماتے ہیں۔

کی تعریف مکان دی آکھ سناواں یار
دنیا وچ نہ ویکھیا کوئی ایسا دربار
جھنگی سبز سہانوندی کھوبا چشمہ دار
گردا رونق والڑا ہر دم جنت بار
کنڈھے کول پہاڑ دے پہیں دریا کنار
کھڑی رنگیلا ملک ہے دوہاندے وچکار
کھڑی اندر چک ٹھاکرہ پنڈ وڈا سردار
جس وچ دے محمدؒ پیرا شاہؒ سچیار

◄ جوں جوں آپکی عمر بڑھتی گئی اس ماحول کا دائرہ بھی وسیع ہوتا گیا۔ اگر ایسے خوبصورت ماحول میں انسان کی تربیت بروقت راست زاویوں پر ہوتی رہے تو فطری صلاحیتیں پروان چڑھ کر بلاشبہ شخصیت اور افکار میں نکھار پیدا کر دیتی ہیں۔

◄ ہم دیکھتے ہیں کہ میاں صاحبؒ نے ایک نہایت اچھے اور متدین خاندان میں جنم لیا۔ آپؒ کا سلسلہ نسب عروجی ترتیب سے چوتھی پشت پر حضرت میاں دین محمدؒ صاحب سے جا ملتا ہے۔ جو حضرت پیرا شاہ غازی قلندر دمڑی والا (رحمتہ اللہ علیہ) کے متبنیٰ اور پہلے جانشین تھے۔

شجرہ :۔

میاں پیر محمد المعروف پیرا شاہ غازی قلندرؒ
(ان کے دو حقیقی بیٹے اور ایک متبنیٰ تھا)

☆ میاں دین محمدؒ	☆ میاں ساون جیؒ	☆ میاں شہباز عرف ڈھیرہؒ
(متبنیٰ)	بیٹا	بیٹا
(صاحب اولاد)	(لاولد)	(لاولد)

◄ میاں دین محمدؒ

|

جیون ولیؒ
(ان کے چار فرزند تھے)

۱۔ میاں شمس الدینؒ ۲۔ قادر بخشؒ ۳۔ میاں کریم بخش ۴۔ الہیٰ بخش
(ان کے تین بیٹے تھے)

۱۔ میاں بہاول بخشؒ	۲۔ میاں محمد بخشؒ	۳۔ میاں علی بخشؒ
(شادی شدہ)	(مجرد)	(شادی شدہ)

(نوٹ :۔ میاں محمد بخشؒ عارف کھڑی نے شادی نہیں کی اور ساری زندگی مجرد رہے جبکہ آپؒ کے بڑے بھائی میاں بہاول بخشؒ اور چھوٹے بھائی میاں علی بخشؒ شادی شدہ اور صاحب اولاد تھے۔ ان دونوں کی اولاد کا سلسلہ آج بھی موجود ہے۔ اور خدا کرے کہ ابدالآباد تک موجود رہے۔ یہ سارا خاندان بڑا صاحب عزووقار / خوشحال اور فارغ البال ہے۔ تمام حضرات لائق صد احترام ہیں۔)

آپؒ کی شخصیت پر والدین اور اساتذہ کا اثر :۔

الف) والدین کا اثر:۔ حضرت میاں صاحبؒ کی ابتدائی تعلیم اپنے والدین کریمین کے ہاتھوں ہوئی جو نہایت متقی/ پرہیزگار اور خدا کے برگزیدہ بندے تھے آپؒ کی شخصیت پر سب سے زیادہ اثر والدین کریمین ہی کا تھا۔

▸ ایک دفعہ آپؒ اپنے والد بزرگوار قبلہ حضرت میاں شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں ادب سے دبا رہے تھے۔ شفقت پدری نے جوش مارا حکم ہوا کہ " بیٹا" مانگ جو کچھ مانگنا ہے آج ہمارے منہ سے نکلی ہوئی بات قضا نہیں جائے گی"۔ باپ کی شفقت کا یہ حال دیکھ کر آپؒ نے عرض کیا "دعا فرمائیے کہ میں ایک سچا فقیر بن جاؤں" باپ نے فرمایا " کچھ اور بھی مانگ " عرض کیا " اس سے بڑھ کر مجھے کسی اور شے کی حاجت نہیں ہے خدا کرے جس تمنا کا اظہار کیا ہے وہ پوری ہو جائے۔" علامہ اقبالؒ کے چار مصرے اس صورت حال کے آئینے میں ملاحظہ فرمائیے۔ چوتھے مصرعے میں " محبت" کے لفظ کو " چاہت" کے قائم مقام سمجھیں۔"

یہ ذوق و شوق دیکھ کر پُرنم ہوئی وہ آنکھ
جس کی نگاہ تھی تیغ صفت بے نیام

پوری کرے خدائے محمدؐ تیری مراد
کتنا بلند تیری " محبت" کا ہے مقام

▸ یہ تو والد صاحبؒ کی دعا تھی لیکن پیدائشی طور پر بھی آپؒ کی لوح جبین روشن تھی۔ جب کبھی کسی اللہ والے صاحب نظر بزرگ کی نگاہ آپؒ پر پڑتی تو وہ آپؒ کے روشن مستقبل کی پیش گوئی ضرور فرماتا۔ ایک دفعہ صاحبزادہ عبدالحکیم صاحبؒ مرید وخلیفہ حضرت حاجی بگا شیرؒ دربار عالیہ کھڑی شریف میں تشریف لائے تو آپؒ کے بارے میں بشارت دی کہ یہ صاحبزادہ انشاء اللہ جوان ہو کر شمعدان حقیقت کی نور افشانی سے دنیا کو منور کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسی طرح جناب صاحبزادہ سید محمد صاحبؒ چکڑالی شریف نے بھی آپؒ کے حق میں روشن مستقبل کی بشارت فرمائی تھی جبکہ آپؒ اس وقت صرف دس سال کی عمر کے تھے۔

▸ آپؒ کے والد حضرت میاں شمس الدینؒ بہت بڑے ولی اللہ تھے۔

۱۲۶۴ھ بمطابق ۱۸۴۸ء انتقال فرمایا۔ آنجناب کا مزار شریف حدود دربار میںؒ حضرت بابا پیرا شاہ غازی قلندرؒ کے روضہ سے جنوب مشرق کی جانب چند گز کے فاصلے پر ڈھکی دروازے کے قریب پالکی نما شکل میں واقع ہے۔ ان کی رحلت کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے میاں بہاول بخشؒ دربار عالیہ کے سجادہ نشین مقرر ہوئے جو علوم لدنی کے عالم و وارث تھے۔ ان کا فیض بھی میاں صاحبؒ کی شخصیت کو حاصل ہے۔ تدفین کے تقریباً ایک سال بعد جب حضرت میاں صاحبؒ نے ان کی قبر اکھیڑ کر عمدہ چوبی تابوت میں رکھ کر دوبارہ دفن فرمایا تو ہزاروں بندگان خدا نے دیکھا کہ جسم مبارک جوں کا توں ہے اور اس میں بوسیدگی کا کوئی اثر نہ پایا گیا۔ بلکہ ہر ایک کو یوں محسوس ہوا کہ خدا کا ولیؒ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے سائے میں پرسکون لیٹا ہوا ہے۔ میرے نزدیک حضرت میاں شمس الدینؒ اور حضرت میاں بہاول بخشؒ دونوں باپ بیٹا ولائیت کے

بہت اونچے درجے پر فائز تھے اور میرے ممدوح حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑیؒ سے کسی طرح بھی فیوض و برکات میں کم نہ تھے لیکن عوام کی کورنگاہی کا کیا علاج کہ ان برگزیدہ حضرات کی پہچان سے عاری ہیں۔ دربار میں حاضری دینے کے باوجود ان کے مرقد پر فاتحہ خوانی کے شرف سے محروم رہ کر چلے جاتے ہیں۔

(ب) اساتذہ کرام کا شخصیت پر اثر :-

◀ ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کرنے کے بعد آپؒ سموال شریف کی تعلیمی درسگاہ میں داخل ہوگئے۔ جہاں آپؒ نے اس زمانہ کے مروجہ علوم کی تعلیم مکمل کی۔ سموال شریف میں دوران تعلیم آپؒ کے اساتذہ کرام نے آپ کی شخصیت کو خوب نکھارا یہی وجہ ہے کہ آپؒ نے اپنی تصنیفات میں جہاں تمہیں موقع ملا اپنے اساتذہ کی دل کھول کر تعریف کی اور اپنے قارئین کو اس امر کی واضح نشاندہی فرمائی کہ میری شخصیت اور میرے فکروفن کو میرے اساتذہ اور پیران طریقت نے جلا بخشی ہے اس لیے میں ان ہی کا مرہون منت ہوں۔ آپؒ اس حقیقت کو اس طرح ارشاد فرماتے ہیں۔ ؎

میں کریوں ہتھ واگ بلوچے جدھر چلاوے چلاں

" شیریں فرہاد" میں اپنے استاد حضرت حافظ نور محمد المعروف حافظ نور ولیؒ صاحب کی مدح میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ ؎

بعد اس تھیں استاد ہے حافظ نور ولیؒ
گھر حافظ محمودؒ دے روشن شمع جلی
جے اوہ سکے رکھ تے کردا نظر بھلی
رب اس نوں ہر یار دا لگے پھول پھلی

نظر شریف اکسیر ہے چاندی کرے کلی
جس نے میں مسکین دی دھریا خیر تلی

اسی طرح " سیف الملوک" میں قبلہ حافظ غلام حسین صاحبؒ کی مدح شریف میں یوں رقمطراز ہیں۔ ؎

میں شاگرد نکارے اتے نظر مہر دی تکن
اس نسخے دی کرن مطالع دین صلاح نہ اکن

◀ حافظ ناصرالدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی نظر شفقت کی بھی آپؒ کی شخصیت وسیرت پر گہری چھاپ تھی۔ اس سلسلہ میں وہ واقعہ ہرگز فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ طالب علمی کے زمانہ میں ایک دن جب حافظ ناصر الدین صاحبؒ نے میاں بہاول بخشؒ اور میاں محمد بخشؒ دونوں بھائیوں کو خوش الحان ہونے کے سبب مولینا جامیؒ کی " یوسفؑ زلیخا " مترنم آواز میں سنانے کی فرمائش کی تو دونوں بھائیوں نے عرض کیا کہ ہم اس شرط پر سنائیں گے کہ آپ ہمارے حق میں دعا فرمائیں کہ ہمیں تمام خواندہ وناخواندہ علوم پر عبور حاصل ہو جائے۔ حافظ صاحبؒ نے فرمایا چلو وعدہ ہوا ہم دعا فرمائیں گے۔ ہمیں جامیؒ کا کلام سناؤ۔

◀ صاحبزادے حکم بجا لائے۔ فارغ ہوئے تو حافظ صاحبؒ خدا کی بارگاہ میں رقت قلبی کے ساتھ دست بہ دعا ہوئے " اے میرے پروردگار! ان معصوموں نے میرے حکم کی بجا آوری سے مجھے خوش کر دیا ہے تو ان کی دلی تمنا کو پورا فرما کر انہیں ظاہری وباطنی اور خواندہ و ناخواندہ علوم کی دولت سے مالا مال فرما کر خوش کر دے۔ اے اللہ! اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں مجھے خالی ہاتھ نہ لوٹا۔ قبلہ حافظ صاحبؒ کی یہ دعا دونوں بھائیوں کے حق

Scanned with CamScanner

میں حرف بحرف قبول ہوئی جس کی وجہ سے دونوں بھائی اپنے زمانے کی تابناک علمی شخصیتیں قرار پائے۔

◀ دنیا داروں کی شخصیت تو مال و دولت / زروجواہر / عمدہ اور مرغن ماکولات / زرق برق ملبوسات اور اونچے محلات سے بنتی ہے مگر اللہ والوں کی شخصیت قناعت پسندی اور فیضان نظر سے تشکیل پاتی ہے جس سے ان کے ایسے بیش قیمت افکار وفن ابھرتے ہیں کہ جن کی قیمت دنیا کے سارے بادشاہ بھی مل کر نہیں چکا سکتے۔

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

◀ میاں صاحبؒ کی شخصیت اور ان کے افکار وفن کو پختہ کرنے میں آپؒ کے بڑے بھائی حضرت میاں بہاول بخش رحمۃ اللہ علیہ کا وافر حصہ ہے اس بات کا کسی پچھلے پیراگراف میں اشارتاً ذکر کیا گیا ہے مگر بیان نہیں ہوسکا کہ کیسے؟ تو سنیئے۔ آپ جانتے ہیں کہ میاں صاحبؒ نے "سیف الملوک" اور "ہدایت المسلمین" کے علاوہ تمام کتابیں اپنی مرضی سے تصنیف و تالیف فرمائی ہیں جن میں سے کوئی بھی "سیف الملوک" کی طرح شہرت دوام حاصل نہیں کر سکی جہاں تک "ہدایت المسلمین" کا تعلق ہے اس کی فرمائش "محمد بخش" نام کے ایک آدمی نے کی تھی جو پٹھوار کے علاقہ بیول کے ایک گاؤں پنڈوڑی کا رہنے والا تھا اس کتاب کا نام پہلے "رَدِّ وہابیت" تجویز ہوا تھا لیکن فقر کے لیے مسلکوں اور فرقوں کی جنگ شایانِ شان نہیں ہے اسلیے آپؒ نے اس کتاب کا نام "ہدایت المسلمین" رکھ دیا مگر کتاب پھر بھی وہ شہرت حاصل نہ کر سکی جو اسے کرنی چاہیے تھی۔

◀ "سیف الملوک" کی فرمائش حضرت میاں بہاول بخشؒ نے کی تھی جو اس وقت حضرت پیرا شاہ غازیؒ کے دربار عالیہ کے سجادہ نشین تھے اور فقر کی

بلند ترین منزل پر فائز تھے۔ اس کے علاوہ حضرت میاں صاحبؒ کے مرشد کی حیثیت بھی رکھتے تھے اور بڑے بھائی بھی تھے۔

◀ اس لحاظ سے فیضان نظر کی کرامت ملاحظہ فرمائیں کہ جو کام اپنی مرضی سے کیا جائے وہ کس مرتبہ کا ہوتا ہے اور جو کام کسی مرد حق پرست اور شیخ طریقت کے فرمان پر کیا جائے اس کی عظمت کی کیا شان ہوتی ہے۔ پس یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ میاں صاحبؒ کی شخصیت اور ان کے فن کی تکمیل میں حضرت میاںؒ بہاول بخشؒ کا وافر حصہ شامل تھا۔ اگر آنجنابؒ "سیف الملوک" کی فرمائش نہ کرتے تو نہ تو میاں صاحبؒ کی شخصیت کی جلوہ گری ہوتی / نہ عارف کھڑی کہلاتے اور نہ شہرت دوام حاصل ہوتی۔ آپؒ اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

سیف الملوکے دی گل انہاں کسے کتابوں ڈٹھی
اس قصے دی طلب پیو نے میں دل کر دے چٹھی
ایہہ مضمون چٹھی دا آہا قصہ جوڑ شتابی
چن چن سخن پرودیں تسبیح موتی سل خوشابی
قصے اندر کسر نہ ہووے نالے رمز فقر دی
صنعت بھی وچہ تھوڑی بہتی چلے لذت کردی
چٹھی ویکھ لگی حیرانی کجھ نہ آوے جاوے
کون پنجہاں فکر دا ہووے چنتا چہ ونڈاوے
قصہ اوکھا نالے لماں زور کمی پنڈ بھاری
ڈاہڈے دا فرمان نہ مڑدا روگی چند بیچاری
بھائی دی فرمائش منی جو آیا سو کہیا
سخن کرن دے لائق کتھے میں بے علم اجہیا

▶ الحمد للہ! کہ آپؒ بھائی کی فرمائش مان گئے اور ان کے حکم پر یہ قصہ لکھ کر شہرت کی معراج پر پہنچ گئے۔ اگر خدانخواستہ آپؒ اس حکم کو ٹال دیتے تو نہ یہ شاہکار معرض وجود میں آتا نہ آپ کو شہرت دوام میسر ہوتی۔

جے بالفرض نہ لکھیا جاندا "سیف الملوک" اس حکموں
ایہہ قصہ شاہکار نہ بن دا عدم شہرت دے سقموں
(خلیل ثاقب)

▶ آپؒ روحانی طور پر پیراشاہ غازی قلندرؒ کے مرید تھے لیکن ایک دن انہوں نے خواب میں اشارہ فرمایا کہ تم اپنی شخصیت اور سیرت کی تکمیل کے لیے ہمارے سلسلہ کے پیر طریقت سائیں غلام محمد صاحبؒ کلروڑی کے ہاتھ پر بیعت کرلو تاکہ زندہ پیر طریقت کے نقش قدم پر چل کر سلوک کر منزلیں طے کر سکو۔ چنانچہ آپؒ نے ایسا ہی کیا۔ آپ سائیں غلام صاحبؒ کے دست کرم بار پر بیعت ہوگئے۔ وہ بابا بدوح شاہؒ کے مرید تھے اور وہ حاجی بگا شیر در کالیؒ والوں کے اور وہ حضرت پیراشاہ غازیؒ کے اور وہ مرید حضرت سید محمد امیر بالا پیر حجرہ شاہ مقیم کے جو حضرت پیر بری امام لطیفؒ کا بھی پیر خانہ ہے۔

▶ سلسلہ طریقت میں جہاں سالک کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے شیخ کے رنگ میں رنگا جائے وہاں شیخ کی بھی یہی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے مرید کو کماحقہ اپنے رنگ میں رنگ دے اور اپنے بارے میں تو اس کی یہ تگ ودو ہوتی ہے کہ وہ سرتاپیر اللہ کی رنگنی مین رنگا جائے۔

رنگ اوہ برکن مثالے اوشوی   درجہاں عکس مثالے اوشوی

▶ اس لحاظ سے مرشد نہایت اعلیٰ صفات و اوصاف کا حامل ہونا چاہیے تاکہ سالک کی شخصیت وسیرت کی تعمیر عمدگی سے ہو سکے۔ آپؒ اپنے مرشد کی صفت میں یوں مدح سرا ہیں۔

مرد بھلیرا مرشد میرا شاہ غلام محمدؒ
اہل شریعت اہل طریقت وانگ امام محمدؒ
محرم حال حقیقت کولوں وقف سی عرفانوں
پُرتقصیراں نوں تاثیراں ہوون اوس زبانوں
صحبت مجلس پیر میرے دی بہتر نفل نمازوں
بک بک سخن شریف انہاندا کردا محرم رازوں
سینہ سر الٰہی بھریا متھا چن نورانی
چشماں شرم حیاواں بھریاں روشن دوہیں جہانی
رحمت حلم وفا محبت چارے طبعاں رلا کے
رب اوہ شخص شریف بنایا نیک صفاتاں پا کے
آب حیات کلام رسیلی چہرہ خضرؑ ولی دا
درد کنوں رنگ زرد ہمیشہ آتش عشق تلی دا
تن من اندر راہ حقانی اندر دین پیغمبرؐ
سالک۔ صوفی نالے زاہد نالے مست قلندرؒ
جیبھ مٹھی تے خو سلونی صورت اپن اپاری
راہبر راہ ہدایت اندر کسب تواضع داری
چھبی مار لیاون ۔موتی وحدت دے دریاواں
کھریاں گلاں کھریاں چالاں دامن پاک ریاواں

▶ ان نو اشعار میں شاعر نے اپنے مرشد میں جن سینتیس (۳۷) اوصاف کا ذکر کیا ہے دراصل یہ سب مل کر بندہ مومن کی صفات کا مرقع ہے اور اپنی قوم کے نام فقر وتصوف کی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ نیز شاعری کے لحاظ سے بھی یہ ایک

نہایت عمدہ فن پارہ ہے۔ بلاشبہ جس شیخ میں یہ تمام خوبیاں موجود ہوں اصل میں وہی مرد مومن اور خدا کی زمین میں خلیفۃ اللہ ہے۔ بے شک ایسا مرشد کامل اپنے مریدوں کی شخصیت اور سیرت سازی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ان اوصاف کے آئینہ میں ہمیں "خودمیاں صاحب" کی شخصیت بھی واضح نظر آتی ہے۔

کشمیر کا سفر، شیخ احمد ولیؒ سے ملاقات اور آپ کی شخصیت وفن پر اس کا اثر

▶ مرشد روشن ضمیر حضرت سائیں غلام محمد صاحبؒ کے حکم سے کشمیر کی سیر اور حضرت شیخ احمد ولیؒ کی ملاقات نے بھی آپؒ کی شخصیت اور فکروفن دونوں کو جلا بخشی۔ اسی سفر میں شیخ موصوف کی زبان غیب ترجمان سے آپؒ "زیرک" کے عمدہ ترین خطاب سے بھی نوازے گئے۔

▶ پچھلے کسی مضمون میں شاید میں آپ کی خوبیوں کے سلسلہ میں یہ بات بیان کر چکا ہوں کہ آپؒ نے اپنی کتابوں کے روایتی قصوں اور لوک کہانیوں کے عاشقوں کی جو عمدہ صفات بیان کی ہیں وہ ہر اعلیٰ انسانی شخصیت کے لیے ضروری ہیں۔ لہٰذا وہ سب خوبیاں آپؒ میں بھی موجود تھیں گویا آپؒ کی شخصیت اور سیرت جملہ کمالات کی مرقع تھی۔ جب ایسی شخصیت کسی فکر کو جنم دیتی ہے یا کسی فن پارے کو تخلیق کرتی ہے تو وہ بھی شہکار بن جاتا ہے۔ کیونکہ ایسے مردان حق شناس کو عشق حقیقی کا وہ نور حاصل ہو جاتا ہے۔ جو ان کی شخصیت اور ان کے کام کو دوام بخشتا ہے۔

▶ علامہ اقبالؒ کے نزدیک یوں تو دنیا کی ہر شے فانی ہے، اول ہو یا آخر / ظاہر ہو یا باطن / نئی ہو یا پرانی ہر چیز فانی ہے۔ لیکن اس کام کو فنا نہیں ہے جس کو کسی عمدہ شخصیت یعنی مرد حق شناس نے سرانجام دیا ہو۔ آپؒ

ارشاد فرماتے ہیں۔؎

اول و آخر فنا، ظاہر و باطن فنا
نقش کہن ہو کہ نو منزلِ آخر فنا
ہے مگر اس نقش میں رنگ ثبات کا دوام
جس کو کیا ہو کسی مردِ خدا نے تمام
مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصلِ حیات موت ہے اس پر حرام

▶ یہی وجہ ہے کہ آپؒ کی "شخصیت اور فن" دونوں تاابد زندہ رہیں گے کیونکہ آپ کی شخصیت اور فن دونوں کو عشق سے فروغ ہے اور عشق کبھی مرتا نہیں ہے۔ ؎

مر کے جیون صفت عشق دی دم دم روز قیامت

▶ انسانی شخصیت پر ماحول، معاشرہ اور گردوپیش کے سیاسی حالات کا اثر بھی ناگزیر ہے۔ خوشی غمی / سردی گرمی اور تلخ وشیریں حالات اور واقعات بھی شخصیت کو متاثر کیے بغیر نہیں رہتے اور میاں صاحبؒ نے تو زمانے کے اُن گنت نشیب وفراز دیکھے تھے۔ آپ غم چشیدہ بھی تھے اور جہاں دیدہ بھی۔ جس نے یہ کچھ نہ دیکھا ہو وہ مکمل نہیں بلکہ ادھورا ہے اور ادھورے شخص کی شخصیت وسیرت بھی ادھوری رہتی ہے۔؎

ایک بھی پتی اگر کم ہو تو وہ گل ہی نہیں
جو خزاں نادیدہ ہو بلبل وہ بلبل ہی نہیں

▸ میاں صاحب کو زمانے کی بے رخی اور ناہمواریوں نے عین عالمِ شباب میں غم کا ایک ایسا جرعہ چکھایا جسے آپؒ صبر و شکر سے نوش کر کے ساری دنیا کے دکھ درد کے ترجمان بن گئے۔ اقبالؒ نے اس موقع پر کیا ہی خوب ارشاد فرمایا ہے۔

غم جوانی کو جگا دیتا ہے لطفِ خواب سے
ساز یہ بیدار ہوتا ہے اسی مضراب سے

حضرت میاں صاحبؒ کے نزدیک ایک اچھے شاعر کے لیے اس کے پہلو میں ایک دردمند دل کا ہونا اشد ضروری ہے۔ لیکن اس میں یہ خوبی بھی ہونی چاہیے کہ وہ اپنے ذاتی درد کو سارے جہان کے لیے "قدرِ مشترک" بنا دے تاکہ ہر کوئی اس کے کلام کو اپنا ہی ترجمان سمجھے۔

جس وچ گجھی رمز نہ ہووے درد منداں دے حالوں
بہتر چپ محمد بخشاؒ سخن اجیہے نالوں
جو شاعر بے پیڑا ہووے سخن اوہدے بھی رکھے
بے پیڑے تھیں شعر نہ ہوندا اگ بن تھوں نہ تھکھے

▸ اپنے ذاتی درد کی دائمی آنچ کے علاوہ حضرت میاں صاحبؒ میں اپنی قوم کی کس مپرسی اور ظالم سامراجی قوتوں کے مقابلہ میں اپنی بے دست و پاء قوم کی مظلومیت کا درد بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپؒ کا یہ سوز و غم اور درد و الم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے والا اور صرف تن بہ تقدیر ہو کر روتے رہنے والا نہ تھا بلکہ اس درد میں قوم کو جگانے والی آہ وبقا اور جوش و ولولہ بھی تھا۔

▸ آپؒ اپنے گرد و پیش کے سیاسی اور معاشرتی حالات اور اسلام دشمن قوتوں کے ظالمانہ ہتھکنڈوں سے ہر گز بے خبر نہ تھے۔ آپؒ کی پیدائش سے قبل یہاں ۱۸۱۹ء تک افغانوں کی حکومت تھی جنہوں نے کوئی اچھی روایت قائم نہ کی

اس کے بعد سکھوں کا دور شروع ہوا جن کا ظلم و ستم ناقابل بیان ہے۔

▸ ۱۸۲۵ء میں جبکہ مسجدوں میں اذان دینا بھی مشکل ہو گیا اور گاؤ کشی کے ارتکاب پر سزائے موت دی جانے لگی تو کھوڑی کے مقام پر مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان زبردست معرکہ پیش آیا جس میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور سکھ شکست فاش سے دو چار ہوئے۔

▸ حضرت میاں صاحب ۱۲۴۶ھ ہجری بمطابق ۳۱-۱۸۳۰ء میں پیدا ہوئے آپ سولہ (۱۶) سال کے تھے جب ۱۸۴۶ء میں انگریزوں نے پچھتر لاکھ روپے نانک شاہی کے عوض کشمیر کو گلاب سنگھ ڈوگرہ کے ہاتھ بیچ دیا۔ نسل انسانی کی اس ارزاں فروشی کی مثال دنیا کی کسی قوم کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ع

قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند

▸ انگریزوں کے اس بہیمانہ سلوک اور گلاب سنگھ ڈوگرہ کے ظلم و ستم کے خلاف اہل کشمیر میں نفرت کی آگ بھڑک اٹھی اور ہر جگہ سازشوں اور بغاوتوں نے سر اٹھایا۔ لیکن انگریز کی مدد سے گلاب سنگھ نے حالات پر قابو پا لیا اور ظلم کی تلوار پہلے سے بھی تیز کر لی۔ اس کے بعد ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا زمانہ آتا ہے۔ اس وقت میاں صاحبؒ کی عمر ۲۷ سال تھی۔ ایسے حالات میں ہندو بنیا مسلمانوں کے کندھے پر بندوق رکھ کر انگریزوں سے ہندوستان آزاد کرانا چاہتا تھا۔ مگر در پردہ انگریز کے ساتھ تھا اور اسے مسلمانوں کی دشمنی پر اکساتا تھا اور ادھر ریاست میں مسلمان ظالم ڈوگرہ حکمرانوں کے ہاتھ سود/بیگار اور بھاری لگان کی چکی میں پس رہے تھے کون کہتا ہے کہ میاں صاحبؒ کو ان حالات کی خبر نہ تھی۔ یہ مظالم میاں صاحبؒ جیسے درد دل رکھنے والے شاعر کو بری طرح تڑپا رہے تھے۔ اس کی بے شمار مثالیں آپ کے کلام میں جا بجا موجود ہیں۔ "سیف الملوک" کی ضمنی کہانیوں میں "باشک ناگ اور پکھیرو کی جنگ" نیز "شکاری اور فاختہ" اسی قسم کے مظالم کی مثالی کہانیاں ہیں۔

► علامہ اقبالؒ نے "بانگ درا" کی ایک نظم بعنوان "شاعر" میں "قوم" کو ایک "جسم" / افراد کو "اعضائے قوم" مثلاً ہاتھ پاؤں وغیرہ اور " شاعرِ رنگیں نوا" کو قوم کی "آنکھ" قرار دیا ہے۔ ؎ "شاعرِ رنگیں نوا ہے دیدۂ بینائے قوم"۔
اس نظم کے صرف تین اشعار ہیں اور تیسرے شعر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر قوم یا افراد کو کوئی دکھ درد پہنچے تو "شاعر" آنکھ بن کر روتا ہے۔

مبتلائے درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ
کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

► اگرچہ میاں صاحبؒ نے اپنے دور کے ظالم حکمرانوں کے خلاف کوئی منظم مہم یا کھل کر کوئی تحریک تو نہیں چلائی اور نہ ہی "جہاد" یا "آزادی" کے عنوان سے کوئی مستقل کتاب لکھی لیکن آپؒ کی تصانیف میں ظالم حکمرانوں اور سامراجی قوتوں کے خلاف نفرت کے واضح اشارات ملتے ہیں۔ آپؒ نے انہیں سنگسار/شترسر / بوزنگی اور باشک ناگ جیسے قبیح ناموں سے یاد کیا ہے۔ علاوہ ازیں ریاست کے ڈوگرہ حکمرانوں اور ان کے گماشتوں کو بڑی جرأت مندی کے ساتھ ظلم وستم سے روکتے اور ڈانٹ پلاتے تھے۔ مثلاً یہ شعر ملاحظہ ہو جس کی وجہ تخلیق یہ ہے کہ کسی راجے مہاراجے نے آپ کے ایک مرید کو نوکری سے نکال دیا تو آپؒ نے اسے لکھا۔

مان نہ کریئے راجیا سدا نہ کرسیں راج
کوئی دن ظلم کمائیکے اوڑک کھاسیں بھاج
سن لے عرض غریب دی نہ کر اینڈ مزاج
نوکر رکھ محمدا اج اسیں محتاج

اس چار بیتی کا آخری مصرعہ بڑا معنی خیز اور معرکتہ الآرا ہے۔ راجیا! ہماری یہ بات کان کھول کر سن لے کہ اگر آج تیرا راج ہے اور ہم محتاج ہیں تو انشاء اللہ

کل ہمارا راج ہوگا اور تو محتاج۔ اس لیے غرور وتکبر کو دماغ سے نکال دے اور ہمارے آدمی کو نوکری پر بحال کر دے۔ سبحان اللہ کیا ہی جرأت مندی ہے۔
اس طرح جہاں تک آپ سے ہو سکا آپؒ نے اپنے دور کے بندوبست میں نئی اصلاحات میں نرمی کرائی مالیئے کم کرائے اور بیگاریں معاف کرائیں۔

► قلعہ اسفند باش کے جادوگر ظالم دیو بہرام شاہ کی قید میں سحرزدہ لڑکی ملکہ خاتون کو بیدار کرنا اور اسے چھوڑانا اپنی سوئی ہوئی قوم کو خواب غفلت سے بیدار کر کے آزاد کرانے کے مترادف ہے۔ بہرام شاہ کا قتل ظالموں کے ظلم کے صفایا کا نام ہے۔ گویا اپنی قوم کو سبق دیتے ہیں کہ گردن کشوں کی گردنیں کیسے مروڑی جاتی ہیں اور آزادی کیسے حاصل کی جاتی ہے۔ اے مردِ مومن! اگر تو بے ہتھیار ہے تو غم نہ کر تیرے پاس اسم اعظم ہے جو ہر مشکل کی کنجی ہے تو اس سے کام لے۔

► سیف الملوک کے ہاتھوں پنجروں میں قید پرندوں کو آزاد کروا کر بتایا کہ غلامی کی لعنت پرندوں کو بھی راس نہیں ہے پھر قومیں کیوں کر غلام رہیں۔ قفس کی قید و بند یعنی غلامی ایک ایسی لعنت ہے جو نہ صرف ظاہری حواس خمسہ ختم کر دیتی ہے بلکہ باطنی اور روحانی حواس کو بھی مفلوج کر کے رکھ دیتی ہے۔ شہزادہ جو کہ آزاد ہے اور اپنے نصب العین کی شاہپری کا متلاشی ہے کوئی رکاوٹ اس کا راستہ نہیں روک سکتی حتیٰ کہ قلعہ کے شیر بھی اس کی ہمت کے سامنے مٹی کے ڈھیر ہیں۔ اور وہ بالآخر کامیابی حاصل کر کے دم لیتا ہے۔ گویا آپؒ اپنی قوم کو سبق دیتے ہیں کہ تمہاری آزادی کی صبح جلد طلوع ہونے والی ہے تمہیں کوئی نہ کوئی نجات دہندہ ضرور میسر آ کر رہے گا۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا جلوۂ توحید سے

(اقبالؒ)

لیکن یاد رکھو کہ ایسے نابغہ روزگار دنیا میں کم کم پیدا ہوتے ہیں اور صدیوں بعد میسر آتے ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں۔

ایسا صدق محبت والا صاحب درد الم دا
عالی ہمت مرد وفائی گھٹ زمیں پر جم دا

▶ نادان یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ان درویش صفت لوگوں کو اپنے گرد وپیش کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ نہ تو انہیں ظالموں کے ظلم کی کوئی پرواہ تھی نہ حصولِ آزادی سے کوئی واسطہ تھا بلکہ وہ تھکے ماندے اور دنیا کے ستائے ہوئے لوگوں کو سکون و تلذذ فراہم کرنے کی خاطر عشق وعاشقی کی داستانیں سنا سنا کر ان کے ذوق جمالیات کو گرماتے رہتے تھے اور پری پیکروں سے عشق کرنا سکھاتے تھے تاکہ غم دوراں سے بالکل بے نیاز ہو جائیں۔ یہ نادانوں کی اپنی سوچ کا فرق ہے جبکہ وہ عالی صفات حضرات تو عاشقانِ باصفا اور ہمت کے شناوروں کے جرأت مندانہ کردار کا نقشہ پیش کر کے حصولِ مقصد کی خاطر کمر بستہ ہونے کا درس دیتے تھے۔

▶ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ فقر وتصوف میں پنجابی کے اکثر شعرائے کرام مثلاً وارث شاہؒ / سلطان باہو العارفینؒ / قادر یارؒ / احمد یارؒ / بابا فرید شکر گنجؒ / بابا بلھے شاہؒ / سید فضل شاہؒ اور میاں محمد بخشؒ کلھم نے روایتی قصے کہانیوں کو ہی اپنی صوفیانہ تعلیم کا ذریعہ قرار دیا ہے جبکہ یہ کام دیگر سنجیدہ موضوعات کے ذریعے بھی ہو سکتا تھا اور نظم کی بجائے نثر سے بھی کام لیا جا سکتا تھا۔ جیسا کہ حضرت سید علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوریؒ / حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ / حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین نے اپنے مقالا جات / ملفوظات اور مستند تصنیفات کے ذریعے خدمت اسلام کو اپنا شعار بنایا اور شریعت، طریقت اور معرفت کے چشمے بہادیئے۔ بہرحال سب لوگوں کا مزاج ایک جیسا

نہیں ہوتا۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ؏ پسند اپنی اپنی خیال اپنا اپنا۔

▶ حضرت میاں صاحبؒ کو خداوندتعالیٰ نے اپنے بہت سے کامل بندوں سے فیض حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائی جس سے ان کی شخصیت اور سیرت میں ایسا نکھار پیدا ہو گیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ اس نسبت سے آپ کا "فکروفن" بھی بے مثال ہے۔ ایک طرف تو آپ ولائیت کے بلند درجہ پر فائز ہیں اور دوسری طرف ملکِ شعر و سخن کے بادشاہ بھی۔ آپؒ نے شاعری کو نہ صرف اظہار خیالات کا ذریعہ بنایا بلکہ اسے ذخیرۂ الفاظ محاورات ضرب الامثال نئے نئے استعارات اور نادر تشبیہات سے مالا مال کر دیا جس سے اس کا دامن وسیع ہو گیا۔ ورنہ آپ کا سیف الملوک ایسا گلشن نوبہار ہے جس میں ؏

علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے۔

▶ آپؒ کا اصل موضوع حسن وعشق اور پیار ومحبت ہے۔ خدا کی ذات وصفات اور کارخانہ قدرت میں تدبر وتفکر کرنا اپنے آپ کو پہچاننا اور خالق کائنات کی معرفت میں لگے رہنا اور طلب وجستجو سے کبھی نہ اکتانے کا درس دینا آپ کے بنیادی موضوعات ہیں۔ گویا آپؒ کا بنیادی نظریہ "طلب / جستجو اور لوڑ ہے"

من طلب وجد —— ترجمہ: جس نے ڈھونڈا اس نے پا لیا۔

آپؒ فرماتے ہیں۔

لوڑن والا رہیا نہ خالی لوڑ کیتی جس پکی
لوڑ کریندا جو مڑ آیا لوڑ اوہدی گن کچی
ڈھونڈن والے مڑن نہ خالی خود حضرتؑ فرماوے
ویکھاں سیف ملوکے ولوں جو لوڑے سو پاوے

Scanned with CamScanner

قصہ سیف ملوکے والا اس کارن ہن کہناں
طالب ہمت کر کے چلے روا نہ رکھے بہناں

▶ اگر یہاں آپؒ کے "اخلاق وعادات" اور "سراپا مبارک" کے متعلق چند سطور نہ لکھی جائیں تو آپؒ کی "شخصیت اور فن" کا یہ موضوع مکمل نہیں کہلا سکتا۔ لہذا یہ دونوں عنوان میں اپنی تصنیف "خوشبوئے فقر" سے ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔

اخلاق وعادات :۔ آپؒ عمدہ اخلاق وعادات کے مالک تھے۔ نہایت شریف النفس / صابر / بردبار / متحمل مزاج / ملنسار اور باوقار تھے۔ صبح سویرے بلاناغہ سیر کرتے۔ قدرت کے حسین نظاروں / عمدہ فضاؤں اور تازہ ہواؤں سے لطف اندوز ہوتے۔ لڑکپن میں کبڈی کھیلتے، بازو پکڑتے اور بٹا اٹھایا کرتے تھے لیکن جب تصنیف وتالیف کے کام میں ہمہ تن مصروف ہو گئے تو دیگر تمام شغل چھوڑ دیئے مگر گھڑ سواری کا شوق عمر بھر باقی رہا۔ گھوڑوں کا ناچ اور نیزہ بازی شوق سے دیکھتے تھے۔ اپنی ذاتی سواری کے لیے ایک چھوڑ دو گھوڑیاں آپؒ کے پاس عموماً موجود رہتی تھیں۔ آپؒ بہت نفاست پسند / خوش نویس / قادر کلام / فصیح البیان اور شریں زبان تھے۔ آپؒ لمبا کرتا پہنتے، سر پر عمامہ باندھتے، عموماً بے نوک پاپوش استعمال کرتے اور شلوار کی بجائے تہبند باندھتے تھے۔ خوراک عموماً سادہ ہوتی اور کھانا کھا چکنے کے بعد شکر نعمت کی دعا فرماتے۔

سراپا مبارک :۔ قد مبارک بلند جسم مضبوط وتوانا، پیشانی روشن اور کشادہ، چہرہ پرنور، نقش پتلے، ناک ستواں، آنکھیں بڑی اور نور معرفت سے منور، گلا بھاری مگر ریش میں پوشیدہ، رنگ سرخی مائل گندم گوں، سینہ کشادہ اور رموز باطنی سے معمور، داڑھی گھنی، مونچھیں پیوستہ، ابرو مانند کمان یا مثل قوس وقزح، دندان پاک سفید چمکدار موتیوں کی قطار، بازو کندھے اور ران مضبوط اور

پٹھے دار غرضیکہ تمام اعضاء نہایت متناسب اور خوبصورت تھے۔

▶ سینہ سرّ معرفت سے معمور تھا تو سر سودائے عشق میں مخمور، کان آوازِ الست پر متوجہ اور مصروفِ دھیان تو زبان قالو ابلیٰ سے رطب اللسان طبیعت نہایت خوشگوار اور بردبار، عادات واطوار پسندیدہ اور باوقار، چال ڈھال / وضع قطع نشست وبرخاست میں مدبرانہ اور شریفانہ انداز، آپؒ بے حد خوش اخلاق، ملنسار اور شکرّ زبان وشریں بیان تھے۔

فکروفن :۔ آپؒ کی شخصیت کا مطالعہ بقدر ضرورت آپ نے کر لیا۔ ایسی پروقار اور جاذب نظر شخصیت کا "فکروفن" بھی لا محالہ سدا بہار اور لازوال ہی ہونا چاہیے۔ اور بلاشبہ ایسا ہی ہے۔ اس مقام پر میں اپنی طرف سے کچھ کہنے کی بجائے اس موضوع کی مناسبت سے صرف آپؒ کا کلام ہی مختصراً پیش کرنے پر اکتفا کروں گا۔ کیونکہ یہ ساری کتاب ہی آپؒ کے فکر وفن پر ہے۔ آپؒ اپنے فن کی گہرائی، گیرائی اور بلندی سے خوب واقف تھے۔ درج ذیل منتخبہ کلام میں کبھی تو آپؒ کسرِ نفسی سے کام لیتے ہیں اور کبھی اپنے شعر وسخن کی خوبیوں سے بھی آگاہ کر دیتے ہیں۔

سخن بھلا جو دردوں بھریا بِن دردوں کجھ ناہیں
نڑاں کماداں فرق رہو دا کیا کانے کیا کاہیں
بدھ منداں دے سخن محمدؐ دین گواہی حالوں
جس پلے پھل بدھے ہوون آوے بو رومالوں
میں شوہدا مرخاک رلیساں جھل بھر دی کانی
جے رب سچے روشن کیتے رہسن سخن نشانی

سخن کسے دے ہیرے موتی کوئی جواہر لعلاں
بک دیوے اک شمع محمدؒ بک مانند مشالاں
روشن شمع مشالاں جتھے ہور چراغ اچیرے
کی چواتی تیری اوتھے کھسن رکھ پریرے
سوہنا متھا ویکھ کسے دا مندا نہ بھن مرناں
کہہ کی ریساں تدھ کنگالا جو جڑیا سو دھرناں
اگے سخی بہتیرے ہوئے شاعر چنگ چنگیرے
نکے وڈے محمد بخشا میں تھیں سبھ اچیرے
شاعر نام دھراون کارن قدر نہیں کجھ میرا
اوہ کھتیاں دے سائیں میرا کھال بنے پر پھیرا
کسے کسے تھیں کسے کسے تھیں خضرؑ الیاسوںؑ
شعر کلام سخن دی بخشش مینوں مرشد پاسوں
(سیف الملوک)

◀ "شیریں فرہاد" صفحہ ۲۲ " دربیان التماس پیش دوستاں" کے زیر عنوان درج ذیل اشعار ملاحظہ فرمائیں۔"

واہ میرا کس پاوناں واہ پاوے سرکارؒ
اگے بخشے جس نے ایہہ موتی انبار
سینے دی کڈھ ڈبیوں رنت پروداں بار
شالا کدے محمدا گل وچہ پاون یار

- - - - - - - - - - - - - - - -

مقبلؒ نوں اج لوڑئیے کون لیاوے لبھ
وارث شاہؒ کد لبھدا لوڑن چڑھیے سبھ
پیر محمدؒ نہ ملے / نہ چرکا نہ چھب
ہاشم شاہؒ نوں لوڑیوں لبھدا کت سبب
حافظ برخوردارؒ بھی اوہلے کیتا رب
احمدیارؒ نہ لبھدا جے سو کرو سبب
قادر یارؒ ہتھ آوندا ڈھونڈو دن تے شب
کھبل سنھبے / چوکھراں مٹھی لگدی دہب
للھاں لذت دین جاں پکے رہن نہ حب
کد محمدؒ لبھسی ؟ آوَ گے جد دب

◀ اسی کتاب "شیریں فرہاد" میں "فرہاد" کی تعریف میں صرف تین شعر ملاحظہ فرمائیں اور روح شاعر کو کھل کر داد دیں۔ مانی نے بھی کبھی ایسی تصویر نہ تراشی ہوگی۔

فرہاد :۔

علم کلام جہان دے سب کیتے اس یاد
دشمن سڑے محمدا سجن ہوئے شاد

روپ حسابوں باہرا جیئوں چوہدیں دا چن
ہون سیانے باولے اسدا ویکھ حسن

وانگن کلی گلاب دی سندر لوآ بدن
بانکا قد محمدؒ جیوں کر سرو چمن

◄ اور میں اپنے ممدوح کو اسی بحر میں یوں خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔

واہ کھڑی دنیا شاعرا دنیا گئی من
تیک قیامت رہے گا زندہ تیرا فن
(محمد خلیل ثاقب)

بعض لوگ اس قدر وسیع مطالعہ کے عادی ہوتے ہیں کہ تھوڑے مواد سے انکی سیری نہیں ہوتی مگر مجھے کتاب کا اختصار بہرصورت پیش نظر رکھنا ہے تاہم یہاں یہ بات واضح کر دینی ضروری ہے کہ میاں صاحبؒ بنیادی طور پر قصہ نویس اور مثنوی نگار شاعر تھے گو آپ نے غزلیں / دوھڑے / رباعیاں / مخمس اور سی حرفیاں بھی لکھیں لیکن شہرت عام اور بقائے دوام مثنوی سے ہوئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپؒ فارسی کے علاوہ اردو اور پنجابی کے قادر الکلام شعراء کی کتابوں کا بھی بھرپور مطالعہ کرتے تھے۔ مثلاً میرا من دہلوی کا قصہ باغ و بہار / اور میر حسن کی مثنوی سحر البیان کو بہت پسند فرماتے تھے جس کی وجہ سے قصہ سیف الملوک میں ان دونوں کی فضا پائی جاتی ہے۔ سحر البیان کے کردار شہزادہ بینظیر / شہزادی بدرمنیر اور اس کی سہیلی نجم النساء دُختِ وزیر (تینوں کردار) آپ کو اتنے پسند تھے کہ اپنے کرداروں کو ان کے ساتھ بار بار تشبیہہ دیتے ہیں۔ آپ کی چار مثنویاں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (۱) سوہنی مہینوال (۲) سیف الملوک (۳) شیریں فرہاد اور (۴) نیرنگ عشق۔ ان کا مزید ذکر باب نمبر ۸ (کتابوں کے تبصرہ) میں ملاحظہ فرمائیں۔

باب۴ میاں محمد بخشؒ بحیثیت ایک نقاد

(آپؒ کی شاعری اور تنقید نگاری)

◄ اس موضوع پر اظہار خیال کے لیے طویل فرصت اور کھلا دفتر درکار ہے لیکن مجھے یہاں بہرصورت اختصار سے کام لینا ہے۔ آپؒ ایک باکمال شاعر ہونے کے علاوہ ایک ماہر نقاد بھی تھے۔ جن اشعار میں آپؒ نے اچھے شعر کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے پنجابی ادب کے بلند درجہ شعرا کو کھل کر خراج عقیدت پیش کیا ہے ان میں آپ کی شاعری کے عمدہ اوصاف بھی معلوم کیے جا سکتے ہیں۔ شعر کے کھرا یا کھوٹا ہونے کی پہچان کے بغیر اسکے اوصاف بیان کرنا بہت مشکل ہے یہ کام وہی کر سکتا ہے جو خود شاعر ہونے کے علاوہ اونچے درجے کا ناقد بھی ہو۔ چونکہ شعر شاعر کی دماغی صلاحیتوں، اس کی قلبی واردات اور ذاتی پسند وناپسند کا مظہر ہوتا ہے۔ اسلیئے اچھی شاعری ایک اچھے شاعر کی عکاس ہوتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت میاں صاحبؒ ایسی تمام خوبیوں سے متصف تھے جو ایک عمدہ شاعر کیلئے ضروری ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں۔

◄ یہ کہ وہ صاحب علم وحکمت ہو اسکی نظر فرش سے عرش تک کام کرتی ہو اور وہ خوب جہاں دیدہ ہو کیونکہ جاہل اور تنگ نظر سے اچھے شعر کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ وہ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ عمدہ نقاد بھی ہوتا کہ اچھے اور ناقص کلام کی پرکھ کر سکے۔ اگر یہ صفت اس میں موجود ہوگی تو اس کا کلام معیاری ہوگا۔ وہ روزمرہ بول چال اور بامحاورہ زبان پر عبور رکھتا ہو۔ عظیم شعراء کے کلام سے بھی واقف ہو۔ وہ ندرتِ خیال اور بلندی افکار کا مالک ہو۔ مذہبی ومعاشرتی، تہذیبی وتمدنی قدروں سے آگاہ ہو وہ اپنے آباء و اجداد، اپنے ملک وقوم اور ثقافتی ورثہ سے گہرا لگاؤ رکھتا ہو۔ زبان پر مکمل عبور رکھنے کے علاوہ سہل پسند بھی ہو۔

Scanned with CamScanner

ذخیرہ الفاظ، محاورات، ترکیبات اور ضرب الامثال پر اس قدر کمان رکھتا ہو کہ انہیں اپنے اشعار میں موتیوں کی طرح پروتا چلا جائے۔ جب اس کا کلام خواص وعوام تک پہنچے تو اس سے ہر کوئی "بقدر ہمت اوست" مستفید ہو سکے۔

بندشِ الفاظ جڑنے سے نگوں کے کم نہیں
شاعری بھی کام ہے آتش مرصع ساز کا

◄ اوپر جتنی چیزیں شمار کی گئی ہیں وہ تقریباً سب کی سب اختیاری اور اکتسابی ہیں لیکن دو ایسی خوبیاں جو ان کے علاوہ ہیں اور اکتسابی نہیں بلکہ وہبی یعنی خالص عطائے الٰہی ہیں جب تک کسی شاعر میں موجود نہ ہوں ایک اچھا شاعر نہیں بن سکتا۔ وہ ہیں ۱۔ "فطری میلان طبع" اور ۲۔ "نرم مزاجی یا نرم دلی"۔ یہ دونوں چیزیں شاعر کے لیے اشد ضروری ہیں۔ محض علم کے زور سے شعر میں لذت گداز پیدا نہیں ہو سکتی جب تک کہ آدمی فطری طور پر شاعر نہ ہو۔ اسی طرح شاعر کا نرم دل ہونا بھی ضروری ہے۔ شعر محبت کا پیغام ہے اور محبت کے لیے دل میں نرم گوشہ کا ہونا ضروری ہے علامہ اقبالؒ کا یہ شعر میرے اس قول کی صداقت پر سند ہے۔

محبت کے لیے دل ڈھونڈ کوئی ٹوٹنے والا
یہ وہ مے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آبگینوں میں

◄ شعر کا پُرتاثیر ہونا اس کی سب خوبیوں سے بڑی خوبی ہے اور جب تک عطائے الٰہی سے یہ دونوں فطری خوبیاں ۱۔ "میلانِ طبع" اور ۲۔ "نرم دلی" میسر نہ ہوں تاثیر پیدا نہیں ہو سکتی۔

شاعر نقاشِ فطرت اور ترجمان حقیقت ہوتا ہے۔ اس لیے فطرت کی سچی تصویر کشی اور اس میں صحیح رنگ بھرنے کیلئے اسے بڑی محنت کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ کام خونِ جگر کے بغیر سرانجام نہیں پاتا۔

رنگ ہو یا خشت وسنگ چنگ ہو یا حرف وصوت
معجزۂ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود
نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر

اسی طرح حقیقت کی ترجمانی کا فریضہ بھی جان کاہی مانگتا ہے۔ مبالغہ اگرچہ شاعری کی جان ہے لیکن اسے صرف اسی حد تک استعمال کرنا چاہیے کہ کلام میں عمدگی اور خوبصورتی کے ساتھ ساتھ رعب ودبدبہ اور تجمل پیدا ہو جائے نہ یہ کہ کیڑے کو ہاتھی یا ذرّے کو پہاڑ بنا دیا جائے کہ اس کی اصل صورت ہی مسخ ہو جائے۔

◄ عارف کھڑیؒ کی شاعری میں وہ تمام عمدہ اوصاف موجود ہیں جن کا ذکر کیا گیا ہے اور ایک وقیع خوبی یہ بھی ہے کہ ذکرِ عاشق ہو تو اس کی جادہ پیمائی کو دشت وجبل اور صحرا وخارزار حاضر ہیں۔ ذکرِ محبوب ہو تو اُس خراماں ناز کیلئے سیرِ گلشن نو بہار حاضر۔ جنگ ہو تو گرج کڑک اور صلح ہو تو شیریں گفتار۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مؤمن

(اقبالؒ)

جنگ لڑائیاں کانگاں اندر گج کڑک کے آوے
سفر وطن تے ماتم سوگوں پورے سخن سناوے

(میاں صاحبؒ)

◄ اب ہم دیکھتے ہیں کہ خود "عارف کھڑیؒ" اپنے کلام کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ آپ اپنی شاعری کی خوبیاں کھل کر بیان نہیں کر سکتے کیونکہ آپ اسے اپنے حق میں اچھا نہیں سمجھتے لیکن پھر بھی آپ اپنے

Scanned with CamScanner

شعر کی بیشتر خوبیوں سے بخوبی آگاہ ہیں اور بعض اوقات قارئین کو بتا بھی دیتے ہیں اور عمدہ شاعر کے لیے جو اوصاف ضروری ہیں انہیں تفصیل سے بیان بھی کردیتے ہیں اور یہ بات آپکی تنقید نگاری یا پرکھ کا ایک حصہ ہے۔

◄ آپؒ کے نزدیک اچھے شاعر کی پہچان اور اچھے شعر کی خوبی ملاحظہ فرمائیں۔

الف) اچھے شاعر کی پہچان۔

شاعر دی آزمائش آہی ایس قصے وچہ بھائی
ہر رنگوں خوش سخن سناوے تاں اس دی دانائی

جنگ لڑائیاں کانگاں اندر نگ کڑک کے آوے
سفر وطن تے ماتم سوگوں پورے سخن سناوے

ہر ہر فن ہنر وچہ ہووے ماہر تے یک فنی
لطف خدائی نال عطائی تاں ہوندا اوہ سنی

دیکھو دیکھی بیت بناون شعروں خبر نہ پاون
ایس طرح تے صفتاں سٹھاں بہتے ڈوم بناون

ردی ردیفوں نام نہ جانن قافیوں بدھ نہ کائی
وزن برابر شدا جڑدا صنعت رسم نہ بھائی

جو شاعر بے پیڑا ہووے سخن اہدے بھی رکھے
بے پیڑے تھیں شعر نہ ہوندا اگ بن دھواں نہ تھکے

ب) اچھے شعر کی خوبی۔

سخن بھلا جو درددں بھریا بن درددں کجھ ناہیں
نڑاں کماداں فرق رہو دا کیا کانے کیا کاہیں

درد منداں دے سخن محمدؒ دین گواہی حالوں
جس پلے پھل بدھے ہوون آوے بو رومالوں

جس وچہ گجھی رمز نہ ہووے درمنداں دے حالوں
بہتر چپ محمد بخشا سخن اجیہے نالوں

بک علم دے زوروں کر دے اوہ بھی ظاہر دسدا
جس پر ہووے عطا الٰہی سخن نہ چھپدا تسدا

◄ آپ اپنے شعر کے بارے میں یوں فرماتے ہیں۔

وزن برابر بیت بنائے کنڈے چاہڑ عقل دے
ردی ردیفاں قافیاں سنگ جاسن ملدے رلدے

صنعت بھی کجھ تھوڑی بہتی ہوسی نال طریقاں
لذت سوز نہیں وس میرے صاحب نوں توفیقاں

▶ سوہنی مہینوال میں لکھتے ہیں:۔

احمد یارؒ خضرؑ تھیں پایا شعر کلام
مینوں مرشدؒ اپنے کیتا ایہہ انعام
سادی صاف کلام وچہ ہوندا درد تمام
نہیں تاں صنعت پان دی مینوں عقل تمام
عالم صنعت دیکھ کے بہت کرن تعریف
عاماں دے سمجھان نوں کیتی میں تصنیف
انگل ٹکسن گور وچہ سن سن ایہہ اشعار
احمد یارؒ محمدؐ نالے قادر یارؒ

▶ اس موضوع کے ضمن میں "سیف الملوک" اور "سوہنی مہینوال" کے حوالے سے جو اشعار قلمبند کیے ہیں ان سے جو بات عیاں ہوتی ہے اسی کا نام تنقید نگاری ہے اور یہی عمدہ شاعری کی پرکھ ہے۔ جس شعر میں کوئی حقیقت اور اثر و تاثیر موجود ہو وہ عمدہ شعر ہوتا ہے اور جس میں نہیں ہے وہ ناقص ہے۔ فرماتے ہیں کہ شاعری عطیہ خداوندی اور از قسم فیضان بزرگاں ہے یعنی اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عطائے ربانی ہے مگر یہ نکھرتی بزرگوں کے فیض سے ہے۔۔۔۔ احمد یارؒ نے شعر و سخن کی تازگی تو حضرت خضرؑ اور حضرت الیاسؑ سے پائی ہے یعنی ان کا کلام تو بہت اونچا ہے۔ مگر مجھے یہ انعام اپنے پیرومرشد کی طرف سے ملا ہے۔ کلام جتنا سادہ ہو پُردرد اور پُرتاثیر ہوتا ہے اس لیے میرا کلام سادہ ہے۔ ورنہ صنعت الفاظ اور ترکیبات کے استعمال پر مجھے پورا عبور حاصل ہے۔ عالم لوگ صنعت کو پسند کرتے ہیں اور خوب تعریف کرتے ہیں لیکن میں نے یہ

کتاب (سوہنی مہینوال) عام لوگوں کے لیے لکھی ہے۔ تاہم تاثیر کا یہ عالم ہے کہ احمد یارؒ اور قادر یارؒ جو قبروں میں جا لیٹے ہیں میرے یہ اشعار سن سن کو وہاں بھی رشک سے اپنی انگلیاں کاٹیں گے کہ کاش! ہم بھی ایسے ہی پُرمغز / برجستہ اور پُرتاثیر اشعار کہہ سکتے۔ یہ محض ایک شاعرنہ تعلّی نہیں ہے بلکہ آپؒ کے اشعار کی حقیقی صفت ہے۔ ورنہ آپؒ نے "سیف الملوک" کے آخری صفحات میں احمدیارؒ اور قادر یارؒ سمیت اپنے متعدد پیشرو عظیم شعراء کو ان کے فنی کمال کی کھل کر داد دی ہے۔ ایک عمدہ نقاد اور بڑے شاعر کی یہ بھی خوبی ہے کہ وہ اچھے شعراء کو کھلے دل سے تسلیم کرتا اور ان کے فن کی داد دیتا ہے جیسا کہ آپؒ نے شیخ فرید شکر گنجؒ / سلطان باہوؒ / بلھے شاہؒ / وارث شاہؒ / ہاشم شاہؒ / احمد یارؒ / قادر بخشؒ اور متعدد دیگر پنجابی شعراء کو ہدیہ تبریک پیش کیا ہے جو کہ فنِ تنقید یعنی "پرکھ" کا ایک لازمی حصہ ہے۔ اس ضمن میں آپؒ کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:۔

اول شیخ فرید شکر گنجؒ عارف اہل ولائیت
بک بک سخن زبان اوہدیدا رہبر راہ ہدایت
پھر سلطان باہوؒ ہک ہویا خاصہ مرد حقانی
دوہڑے پاک زبان اُہدیدے روشن دوہیں جہانی
بلھے شاہؒ دی کافی سن کے ترٹدا کفر اندر دا
وحدت دے دریا دے اندر اوہ بھی وتیا تردا
وارث شاہؒ سخن دے وارث بتدے کون انہاں نوں
حرف اوہدے تے انگل دھرنی نائیں قدر اساں نوں
مقبلؒ دی گل سدھی سادی ہے مقبول پیاری
لفظ کمیں تے معنی بہتے یاد رکھن دی کاری

ہاشم شاہ دی حشمت برکت گنتر وچہ نہ آوے
دریتیم جواہر لڑیاں ظاہر کڈھ لٹاوے
مختصر کلام انہاں دی دردوں بھجی بوٹی
درد ہویا تاں سبھ کجھ ہویا کیا لمیں کیا چھوٹی
پھیر ولائیت شعر سخن دی احمد یارؒ سنبھالی
دھونسا مار تخت پر بیٹھا مل پنجاب حوالی
تیغ زبان چلائیوس ترکھی وچہ پنجاب زمینے
سکہ ملک سخن دے اتے جڑئیوس نال آئینے
بھر بھر ٹبک سٹے اس موتی ملکاں اندر ونڈے
سوہنے صاف گھنیرے قطرے بدل وانگر چھنڈے

(سیف الملوک۔ میاں محمد بخشؒ)

بحیثیت ایک عظیم شاعر اور تنقید نگار ہونے کے آپؒ نے نہ صرف فنِ شعر گوئی کو ہی موضوعِ بحث بنایا بلکہ قارئین و خواندگان کی خدمت میں التماس کرتے ہوئے بغور مطالعہ اور شعری خوبیوں پر توجہ کرنے کی دعوت بھی دی ہے نیز لاپرواہی سے پڑھنے والوں اور غور و فکر نہ کرنے والوں پر کڑی تنقید فرمائی ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرماتے ہیں۔

سٹ پٹا کر کے پڑھیاں لذت کجھ نہ رہندی
جس دے بیٹے نوں کوئی مارے کد اس دی جند سہندی

ربا دئیں پناہ انہاں تھیں جو ایسے کم کردے
سیم سچے دا ستم بناون عُم دا نے غَم کردے

فرماتے ہیں "سٹ پٹا" (یعنی کاہلی اور بے احتیاطی) سے شاعر کا کلام ہرگز نہ پڑھیں ایسا کرنے سے ایک تو لذت نہیں رہتی اور دوسرا یہ کہ اس طرح شعر کا ستیاناس ہو جاتا ہے جس سے شاعر کی روح تڑپ جاتی ہے۔ شاعر کو اپنے اشعار اولاد کی طرح پیارے ہوتے ہیں۔ اگر کسی کے فرزند کو کوئی گزند پہنچے تو بھلا وہ کیسے برداشت کرے گا؟ یہی حال ہمارا بھی ہے۔

پھر خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ "اے پروردگار! ایسے ناسمجھ اور بے درد شعر خوان لوگوں سے ہمیں بچا جو اس قسم کا ظلم کرتے ہیں۔ وہ اتنے جاہل اور نادان ہیں کہ "سیم" اور "ستم" / "عم" اور "غم" میں فرق نہیں جانتے۔ سیم کو ستم اور عم اور غم پڑھ جاتے ہیں جس سے شعر کی معنوی حیثیت بالکل بگڑ جاتی ہے اور کلام بے لذت ہو جاتا ہے۔

اگرچہ آپؒ نے "تنقید نگاری" پر کوئی مستقل کتاب تو تصنیف نہیں فرمائی لیکن اپنی کتب میں جو کچھ آپؒ نے اس موضوع پر فرمایا ہے اسے یکجا کر کے ترتیب دی جائے تو کم از کم ایک رسالہ ضرور مرتب کیا جا سکتا ہے۔

باب ۵ آپؒ کی شاعری کے موضوعات

(ایک طائرانہ نظر میں)

◄ حضرت میاں صاحبؒ کی شاعری کا مرکزی موضوع "حسن و عشق" ہے جو بے شمار دیگر عنوانات اور ذیلی موضوعات کو بھی اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔ آپ کے نزدیک "حسن" اور "عشق" دونوں کے دوہرے پہلو ہیں۔ (۱) حسن فانی اور (۲) حسن لافانی / (۱) عشق مجازی اور (۲) عشق حقیقی (ان کی مثالیں اپنے اپنے موقع محل پر آئیں گی)۔ جس طرح ایک خوبصورت پھول اپنے حسن کمال سے ہماری آنکھیں روشن کرتا اور دل کو لبھاتا ہے تو ہم

اس کی طرف لپکتے ہیں یا جب ہم سیرِ گلشن کو نکلتے ہیں تو پھول ہمارا استقبال کرتے ہیں اور اپنی نزاکت ولطافت اور رنگت ونکہت سے ہمیں مست کردیتے ہیں۔ یہی مثال ہے حسن چند روزہ اور عشق مجاز کی۔ دنیا ایک باغ ہے۔ حسینانِ عالم اس کے پھول ہیں اور عاشق ان پھولوں پر بھنوروں کی طرح کھنچے چلے آتے ہیں۔ یا ایک رُخِ پرنور کا جلوہ شمع کے شعلہ کی شکل میں پتنگوں کا "کوہ طور" ہے جس پر وہ مثلِ کلیمؑ جاں نثار ہو رہے ہیں۔ یہ ظاہر کا منظر مجاز ہے اور اس راز کو سمجھ کر تصویر کے اصل مصور کی طرف دل لگانا عشق حقیقی ہے۔ حضرت میاں صاحب کے نزدیک عشق مجازی عشق حقیقی کا زینہ ہے۔ دنیا کے تمام بڑے عاشق جن کے عشق ومحبت کے قصے مشہور عالم ہیں۔ وہ سب کے سب عشق مجاز سے گزر کر ہی عشق حقیقی کے بحرِ بےکنار کے شناور بنے پھر اپنے آپ سے بھی گزر کر بحر وحدت میں غوطہ زن ہوگئے۔ یعنی خودی سے نکل کر بےخودی میں ڈوب گئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے متعدد آفاقی عاشقوں کے قصے پڑھے اور نظم فرمائے ہیں اور جو نتیجہ اخذ کیا اسے اس طرح ارشاد فرماتے ہیں۔

وچہ مجاز حقاں دے فرق نہیں اک ککھ
اسے راہ تے چل کے واصل ہوئے لکھ
جس نے عشق نہ کھٹیا کیتی عمر زیان
جو دل خالی عشق تھیں اس تھیں بھلے حیوان

("سوہنی مہینوال" میاں محمد بخشؒ)

▶ آپؒ کے ہاں تخلیق کائنات کا اصل مقصد عشق ہے۔ اس کائنات میں جو کچھ بھی ہے، جو ہو چکا ہے، جو ہو رہا ہے یا جو آئندہ ہو گا سب کچھ عشق کی فرماں روائی کے تحت ہے۔ زمین وآسمان کی نیرنگیاں سورج کی تابانیاں، گردش لیل ونہار، تاریخ کے ماہ وسال چشموں کا ابلنا، ندیوں کی روانی، آبشاروں کا شور، دریاؤں کا زور، سمندر کے مدوجزر غرضیکہ ہر چیز کسی نہ کسی شے کے

عشق میں گرفتار ہے اور اسے پالینے کے لیے شب وروز مسلسل رواں دواں ہے۔ عشق کے بہت سے نام ہیں۔ الفت کہیں یا پیار / چاہت کہیں یا محبت کشش ثقل بھی اسی کا نام ہے جو ستاروں اور سیاروں کو منظم کیے ہوئے ہے اور ہر ایک شے میں ایک قسم کی مقناطیسی روح کارفرما ہے۔ غرضیکہ عشق بہت سے ناموں کے ساتھ متصف ہے اور اسی پر حیات عالم کا دارومدار ہے۔

(ان خیالات اور نظریات میں حضرت علامہ اقبالؒ اور عارف کھڑی قبلہ حضرت میاں محمد بخشؒ کے مابین بہت قریبی مناسبت پائی جاتی ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے دونوں کی شاعری کا تقابلی مطالعہ کرنا شرط ہے۔)

▶ آپ کی ساری تصانیف میں "قصہ سیف الملوک وبدیع الجمال" جس کا اصل نام "سفرالعشق" ہے آپ کا شاہکار ہے۔ اس کتاب میں جیسا کہ نام سے عیاں ہے ایک مصری شہزادے سیف الملوک کی داستان ہے جسے ایک پری کی مورت دیکھ کر عشق لگا اور پھر مورت کی صورت یعنی "شاہپری بدیع الجمال" کی تلاش میں سفر اختیار کیا۔ چودہ سال کی مسلسل تگ ودو کے بعد بالآخر اپنے گوہر مقصود کو پالینے میں کامیاب ہوگیا۔ یہ سارا سفر اس نے اپنے کامل عشق سے طے کیا۔ آپؒ نے اس داستان کے بیان کرنے کے دوران میں کئی ذیلی کہانیاں بھی سنائیں اور ضمنی قصے بھی بیان کیے۔ شہزادے کے اوصاف اور اس کے سفر کے واقعات کے سبب کئی ذیلی موضوع بھی بنتے گئے جن میں سے چند ایک کی فہرست حسب ذیل ہے:۔

▶ حمد ونعت / وجہ تخلیق کائنات / وجہ تخلیق آدم اور خلافت ارضی / حسن وعشق / مرد باکمال اور اس کے اوصاف مثلاً ہمت، شجاعت، وفا، خلوص، جانثاری وفداکاری، مہم جوئی، شرم وحیا اور عزت نفس کی پاسداری اور عفت وپاکدامنی وغیرہ / عدل وانصاف / رعیت پروری / مناظر قدرت کی جلوہ گری اور فطرت کی سچی عکاسی / حسن کی تجلیاں اور سحر کاریاں / حسن نمائندہ حق ہے

Scanned with CamScanner

اور عاشق جلوۂ حق کا کلیم ہے / دنیا حسین اور پیاری ہے مگر فانی ہے / ہر شخص نے مرنا ہے اور ہر شے فانی ہے / ساری کائنات عشق میں اسیر ہے اور ہر شے حسن پر عاشق ہے۔ دنیا کی کوئی چیز بھی اس کشش سے خالی نہیں / صداقت، خلوص، سخاوت اور سچائی عمدہ اوصاف ہیں / شعر کیا ہے اور اس کی خوبیاں کیا ہیں؟ اس قسم کے کئی موضوعات اس قصہ میں شامل ہیں اور کتاب کے آخر میں خاتمہ بالخیر کی تمنا ہے۔ بحوالہ "سیف الملوک" آپ کی شاعری کے یہ وہ ذیلی موضوعات ہیں جو مرکزی کہانی کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ اس لیے راقم نے اپنی اس کتاب میں انہیں موضوعات سے تعلق رکھنے والے اشعار کا انتخاب بھی کیا ہے۔ ان اشعار کا مطالعہ مقرر کردہ عنوانات کے تحت کیا جائے تو خالی از استفادہ نہ ہوگا۔ چونکہ آپؒ نے اس داستانِ حسن و عشق کے بعض اہم مقامات کو سالک کے سلسلہ طریقت کی منزلیں قرار دیا ہے اس لیے "سیف الملوک" کا سب سے بڑا موضوع تصوف اور حسن و عشق ہے۔

ارشاد فرماتے ہیں:۔

ظاہر دل بگلائی کارن قصہ عشق مجازوں
اندر خانے خبراں دیسی فقراواں دے رازوں

رمزاں نال پروتا سارا چاہیے سمجھن بارے
ہمت اگے مشکل آساں ہمت مرد نہ ہارے

ہر بیتے وچ رمز فقر دی جے تدھ سمجھ اندر دی
گل سنا محمد بخشا عاشق تے دلبر دی

یوں تو آپ کی ساری کتابیں ایک بامقصد زندگی اور عمدہ نصب العین

کی نشاندہی کرتی ہیں اور اچھے اخلاق کی ترجمان ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ سیف الملوک مکمل طور پر اخلاقی اور اسلامی فلسفۂ حیات کا آئینہ دار ہے جس میں انسان دوستی اور بھائی چارے کی فضا کو ہر مقام پر پُروقار دکھایا گیا ہے اور اس کے مقابلے میں جنگ و جدل، ظلم و تعدی اور جور و جفا کو ہر جگہ نیچا دکھایا گیا ہے۔ آپؒ نے ثابت کیا ہے کہ تشدد / وحشت / خونخواری اور بربریت وغیرہ سگساروں، زنگیوں اور شتر سروں جیسی اکھڑ قوموں کی زشت اور قبیح عادات ہیں جو ہر مہذب شخص کو ناپسند ہیں۔ اس کے برعکس عشق، پیار، محبت اور انسان دوستی ایسی اچھی صفات ہیں کہ دنیا کے ایک سرے پر بسنے والا انسان دوسرے کنارے پر پہنچ کر بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ایک مصری شہزادہ اپنے عمدہ اوصاف کی بنا پر کس طرح مشکلات پر غالب آتا ہے اور غیروں کو اپنا بنا لیتا ہے؟ اس بات کا سیف الملوک کے گہرے مطالعہ سے ہی پتہ چل سکتا ہے۔ کسی شے کو حاصل کرنے کے لیے جہدِ مسلسل ضروری ہے اور یہ کہ سفر وسیلۂ ظفر ہے۔ غرضیکہ یہ ساری کتاب عمدہ اخلاقی اسباق پر مبنی ہے۔ اس کے علاوہ اس قصہ میں جو مناظر قدرت انسانی راہ و رسم اور تہذیب و ثقافت کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ اس میں ہمیں اپنے ہی وطن عزیز کے نظاروں اور اپنے ہی ہم وطنوں کا عکس نظر آتا ہے۔ لہذا وطن دوستی بھی آپؒ کی شاعری کا ایک بڑا موضوع ہے۔ مندرجہ ذیل اشعار میں سر زمین وطن کا عکس ملاحظہ فرمائیں۔

سبزہ وانگ پوشاک خضرؑ دی پاک ہویا جل نہا کے
پھل گلاب سکندر وانگر بیٹھے تخت سہا کے
رکھ تونگر نال ثمر دے چھتر جڑے فیروزے
حمد ثناء الہی آکھن آہلنیاں وچ بوزے

کالے بھور پھلاں پر پھر دے گان خوشی دیاں باراں
دائم رہے بہار چمن دی کرن دعا ہزاراں
باغ اندر جو پانی آہے نہراں کھوہ پھوہارے
ہر ہر بوند محمد بخشؒ ندیاں دا دم مارے

◀ اس مضمون کو سمیٹنے کے لیے مختصراً یہ کہنا بجا ہو گا کہ آپؒ نے نہ صرف مصر سے سراندیپ اور مشرق سے مغرب تک کی بات کی ہے بلکہ تحت الثریٰ سے لیکر سدرۃ المنتہیٰ سے آگے تک کا پر کیف منظر پیش کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے اور بنی نوع انسان پر واضح کر دیا ہے کہ۔ ؎

ہے پرِ مرغِ تخیل کی رسائی تا کجا

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے
(علامہ اقبالؒ)

ملکاں کول پہنچایا کھڑ کے خاکی آدمؑ زادہ
عاشق اجے نہ سرچے لوڑے رتبہ ہور زیادہ
شان انسان جوان بھلے دا ملکاں نالوں اگے
کھول نہیں ایہ گل محمدؒ مت کوئی جھگڑا لگے
(عارف کھڑی میاں محمد بخشؒ)

◀ آپؒ کے ہاں مضامین اور موضوعات کی کوئی کمی نہیں ہے بلکہ ہزاروں موضوعات دست بستہ کھڑے ہیں جس کو چاہیں نظم کریں۔ لہذا اس عنوان کو مکمل کرنے کے لیے میں آپؒ کا صرف ایک ہی شعر پیش کرنے پر

اکتفا کرتا ہوں جو صورت حال کے عین مطابق ہے:۔

بات مجازی رمز حقانی ون دناں دی کاٹھی
"سفرالعشق" کتاب بنائی سیف چھپی دبی لاٹھی

بات سفر العشق کے حوالے سے:۔

◀ آپؒ نے اس مثنوی کا نام "سفرالعشق" رکھا جبکہ مشہور "سیف الملوک" کے نام سے ہوئی۔ اگر ہم اس نام کے حوالے سے اس کا جائزہ لیں تو یہ ایک ایسی مثنوی ہے جو عشق مجازی اور عشق حقیقی دونوں کو ساتھ ساتھ نبھاتی ہے۔ اس کا پلاٹ مکمل ہے۔ کئی دوسری کہانیوں کے شامل ہو جانے کے باوجود مرکزی کہانی کا تسلسل کسی جگہ بھی نہیں ٹوٹتا۔ اس کے کردار جاندار / محرک اور چاک و چوبند ہیں۔ باوجودیکہ دیو پریوں کا ذکر بھی ہے پھر بھی اجنبیت نہیں پائی جاتی۔

معرفت تو اپنی جگہ برقرار مگر قصے کا ظاہری رنگ، کرداروں کا حسن و جمال اور مکالمات و محاکات اتنے واضح اور کھرے ہیں کہ میاں صاحبؒ کا صوفی پن اور زہد آڑے نہیں آتا اور آپؒ کے پڑھنے والوں کو کہانی کی فلم دیکھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ چہروں کا نکھار حسن کے بہار، گلبدنوں کے سینوں کا ابھار اور عاشق و معشوق کے مابین وہ سب کچھ ۔ ۔ ۔ ۔ جو مجاز میں بھی اکثر مخفی رکھا جاتا ہے (جس کے لیے میں نے فقرے میں خالی جگہ چھوڑ دی ہے) بعض مقامات پر آپؒ کے ہاں وہ خارجیت لکھنویت سے بھی زیادہ عیاں ہے۔ اس سلسلہ میں ملکہ بدرہ اور شاہپری کے کرداروں کا مطالعہ فرمالیں۔ بہرحال یہ مثنوی عشق مجازی اور عشق حقیقی دونوں کی ٹھیک ٹھیک نمائندگی کرتی ہے۔ اس لیے "سفرالعشق" ایک ایسا خوبصورت نام ہے جو اس پر صادق آتا ہے۔

باب 6 میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ
ایک عظیم صوفی اور فلسفی شاعر

◄ جب ہم کسی شخص کے بارے میں سنتے ہیں کہ وہ صوفی منش ہے تو ہم فوراً سمجھ جاتے ہیں کہ وہ ایسا متقی اور پرہیز گار درویش مزاج آدمی ہے کہ وہ اپنے اوڑھنے پہننے اور کھانے پینے کے معاملات میں سادگی پسند ہے اس کی گفتگو سادہ اور پُر معنی ہوگی اسکے الفاظ میں رمز و کنایہ ہوگا اور قول و فعل میں تضاد نہ ہوگا۔

اسی طرح ایک فلسفی شخص کے بارے میں ہمارے ذہن میں یہ مفہوم پیدا ہوتا ہے کہ وہ دور رس نگاہ اور حکیمانہ ذہن کا مالک ہوگا۔ ہم جانتے ہیں کہ فلسفہ دان محقق اور حکیم ہوتا ہے وہ ہر چیز کے اندر اس کے معرضِ وجود میں آنے کی حکمت تلاش کرتا ہے۔ یہی حال ایک " صوفی اور فلسفی" شاعر کا بھی ہوتا ہے کہ وہ سادگی پسند / درویش صفت / نکتہ سنج اور دور بین ہونے کے ساتھ ساتھ حقائق کے اظہار میں حکیمانہ استدلال پیش کرتا ہے۔

◄ ان دونوں الفاظ کے معانی کو مدِنظر رکھتے ہوئے ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ حضرت میاں محمد بخش علیہ رحمتہ اللہ ایک بہت بڑے صوفی اور فلسفی شاعر تھے۔ آپؒ کے نزدیک مجاز حقیقت تک پہنچنے کا زینہ ہے۔ آپؒ ہر شے میں نورِ وحدت کی جلوہ گری دیکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ چہروں کے حسن کو حسنِ ازل کی تجلی گاہ قرار دیتے ہیں۔ جب آپؒ قدرتی مناظر کی تصویر کشی کرتے ہیں تو گویا ہماری توجہ اسی حسن ازل / نورِ لم یزل کی طرف مبذول کر رہے ہوتے ہیں جس کے نظارہ کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ربِ ارنی ربِ ارنی کہا تھا۔ آپؒ یہ حسین مناظر پیش کر کے ہمارے فطری ذوق جمالیات کی تربیت کرتے ہیں۔ تاکہ ازل سے ودیعت شدہ فطری ذوق بیدار ہو اور انسانی قافلہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں رواں دواں رہے۔

◄ اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ ساری کائنات میں انسان ہی اشرف المخلوقات اور اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت کا شاہکار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی چہرہ دنیا کی ہر شے سے خوبصورت ہے۔ باغِ عالم میں جس قدر بہار ہے وہ سب کی سب مجتمع ہو کر انسانی پیکر میں آ داخل ہوئی ہے اور اس کے شباب کا جلوہ حسنِ ازل ہی کی تجلی ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا کلام اس بات پر شاہد ہے۔ دیکھیے خود اللہ کا اپنا ہی ارشاد ہے۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم * " بےشک ہم نے انسان کو بہترین ڈھب سے پیدا کیا ہے۔"

اسی لیئے انسانی چہرے کی خوبصورتی / لطافت اور نورانیت اللہ تعالیٰ کے حسن کی مظہر ہے۔

◄ یہی وہ حسنِ ازل کا نور تھا جو سیف الملوک کو شاہپری کی تصویر میں نظر آیا۔ جس کی ایک ہی جھلک نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔ تاج و تخت چھین کر وطن سے بےوطن کر دیا۔ لاکھوں ، کروڑوں کا سامان سفر بمعہ خدمت گاران اور سپاہ و لشکر جس سے دنیا داری کی لاکھوں خواہشات وابستہ ہوتی ہیں سب کچھ سمندر میں غرق ہو گیا۔ جب یکا و تنہا رہ گیا اور ظاہری اسباب ختم ہو گئے تو اس نے شاہپری کی تصویر کے سوا اب اور کیا چیز دیکھنی تھی جو اس کی یاد میں مخل ہو لیکن پھر بھی اس کا امتحان ہوتا ہے۔ وہ ایک خوبصورت دنیا کی جھلک دیکھتا ہے۔ ملکہ شہر زناں بی بی حسن بانو اپنے بے پناہ شبابِ حسن کے ساتھ اس کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے۔ راہِ سلوک کا مسافر اس امتحان میں بھی کامیاب ہو جاتا ہے مگر ایک خدشہ ابھی باقی ہے ممکن ہے کہ نفس امارہ کا دیو جو عاشقوں کی عقل پر جادو کر کے انہیں سلائے رکھنے کی کوشش میں رہتا ہے کہ عاشق یا سالک جوشِ عشق میں ایسا اندھا ہو جائے کہ منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی کہیں نہ کہیں ضرور ٹھوکر کھا جائے اس لیے ایسے ظالم دیو کا مارنا ضروری تھا۔ پس ظاہری

Scanned with CamScanner

اسباب ختم ہونے کے بعد شہزادے کو وادیِ توحید میں جبکہ وہ ہر شے سے تہی دست ہو گیا غیبی امداد آ پہنچی۔ فرشتے نے ٹھنڈا پانی پلا کر اس کی پیاس بجھائی نیز اپنی چھڑی کی لکیر سے صراط مستقیم کی رہنمائی فرمائی اور اسم اعظم بتا کر ذکر کی لذت سے روشناس کیا۔ پھر شہزادے نے اسی ذکر کی برکت سے نفس امارہ کے ظالم جادوگر دیو سے اپنے عقل کی ملکہ خاتون کو چھڑایا۔ شہزادہ عقل کی ملکہ کے سارے واسط کے بادشاہ تاج الملوک کے پاس پہنچ گیا۔ جس کے بھرپور واسطہ سے سراندیپ میں جا پہنچا۔

◄ اتنی ریاضت اور کوشش پیہم کے بعد وہ ذات جس کا نام "بدیع الجمال" ہے اور شاہپری کی تصویر کی صورت میں ہمہ وقت شہزادے کے ساتھ ساتھ رہتی ہے یہ نفس نفیس شارستان سنہری سے سراندیپ میں آ نازل ہوتی ہے اور ملکہ اور بدرہ کے وسیلہ سے اسے آ ملتی ہے۔ اور یوں اسے طریقت کی راہ پر چلنے سے اپنی منزل نظر آنے لگتی ہے جو سراندیپ سے ہزاروں میل دور ہونے کے باوجود ایک ہی جست میں طے ہو جائیگی۔

◄ آپؒ فطری اور قدرتی طور پر انسان کو حسن کی طرف راغب کر کے طریقت کے راستے پر چل کر معرفت کو پانے کی ترغیب دیتے ہیں کیونکہ جب بندہ خدا کی حسین و جمیل چیزوں کو دیکھ کر اس کی تعریف کرتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے کہ میرے بندے نے میرے کام کی تعریف کی ہے اور پھر وہ خود اسے اپنی طرف راہ دیتا ہے۔ جب بندہ ایک قدم اس کی طرف بڑھتا ہے تو وہ دس قدم آگے بڑھ کر اپنے بندے کا استقبال کرتا ہے۔ (جس طرح بدیع الجمال شارستان سنہری سے اڑ کر شہزادے کو سراندیپ میں آ ملی)

ایک اور بات جو میاں صاحبؒ کے فلسفہ میں نہایت اہم ہے وہ عشق حقیقی اور عشق مجازی کی بحث ہے آپؒ کے نزدیک عشق مجازی عشق حقیقی کا زینہ ہے۔ حسن ازل کی وہ تجلیاں جو حسینوں کے چہروں پر نور بکھیر رہی ہوتی ہیں وہ

عاشقوں کے دلوں میں تمنائیں بن کر انہیں گھیر لیتی ہیں۔ اور یہ بھی ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ عشق سب سے پہلے محبوب ہی کے دل میں پیدا ہوتا ہے اسی لئے پہلے حسن کی جوت جگتی ہے پھر اس پر پروانے آتے ہیں۔ عاشق جب حسن کے جلوں پر لپکتے ہیں تو زلفوں کے دام میں اسیر ہو جاتے ہیں پھر ان کا اس قید سے نکلنا محال ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اس لذت بخش قید سے نکلنا چاہتے ہی نہیں ہیں پھر تو ان کے دل کی ہر دھڑکن یہی چاہتی ہے کہ ؎

گیسوئے تاب دار کو اور بھی تابدار کر
ہوش و خرد شکار کر قلب و نظر شکار کر

فلسفہ حسن و عشق کے سلسلہ میں آپکا نظریہ یہ ہے کہ ہر چہرے پر اسی ذات کا چمکارا ہے مگر کسی پر تھوڑا اور کسی پر زیادہ۔ محبوبوں کو اس نے حسن عطا فرمایا اور عاشقوں کو حسن کے جلوے پر تڑپنا سکھایا۔ آپؒ بڑی محکم دلیلوں سے ثابت کرتے ہیں کہ چہرے اسی ذات پاک کے نور کے مظہر ہیں جو حضرت موسیٰؑ کو اپنی طرف کھینچنے کے لیے کوہ طور پر چمکا تھا۔ اس لحاظ سے صوفی شاعر کا یہ فلسفہ بالکل درست ہے کہ عشق مجازی ہی دراصل عشق حقیقی کا زینہ ہے۔ ؏

وچہ مجاز حقاں دے فرق نہیں اک لکھ
اسے راہ تے چل کے واصل ہوئے لکھ

(سوہنی مہینوال)

سوہنی صورت تے جس پایا حسنے دا چمکارا
عاشق دے دل اگ لگائی سڑدا نت بے چارا

(سیف الملوک)

◄ آپؒ کے نزدیک حسن کا یہ نور دنیا کی ہرشے میں ظہور و مستور ہے یعنی ظاہر و باطن دونوں صورتوں میں موجود ہے۔ پھول میں اسی کا رنگ اور اسی

کی بو ہے۔ کلی میں اس کی لطافت ہے سرو شمن میں اسی کی قامت اور گلشن کے سبزہ زار میں اسی کی نرمی اور لچک ہے کانٹوں میں اسکی کسک ہے تو کلیوں میں اس کی نکہت ۔ حتیٰ کہ خاک کے ذروں سے لیکر سورج ، چاند ، ستاروں تک ہر شے میں اسی کا نور اور اسی کی ضیاء ہے۔ جسے مخلوق سے پیار ہے گویا اسے خالق سے پیار ہے۔

آپکا فلسفہ

▶ آپؒ فلسفہ وحدت کے دونوں پہلوؤں کے قائل ہیں اور آپؒ کے کلام میں دونوں کی مثالیں موجود ہیں ۔

۱۔ فلسفہ وحدت الوجود ۲۔ فلسفہ وحدت الشہود

اگر کہا جائے کہ "ہر شے وہ آپ ہی ہے اس کے علاوہ کوئی شے نہیں ہے" تو اس قول کو ہم دو معنوں میں لیں گے نمبر ا یہ کہ کہنے والا دراصل خداوند تعالیٰ کی وحدت پر زور دے رہا ہے کہ وہ وحدہ لاشریک ہے اس کی وحدت پر ایمان لاؤ وہی ذات باقی ہے جبکہ باقی تمام دنیا فانی ہے ۔ پھر تو یہ فلسفہ اہل ایمان والوں کا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ۔ کہنے والے نے خدا کی وحدت اور اس کی بقا پر زور دیا ہے ۔ نمبر ۲ ۔ اگر قائل (یعنی کہنے والا) یہ بات اپنے قلبی ایمان و یقین کے ساتھ اس عقیدے سے کہہ رہا ہے کہ کائنات میں ہر شے وہ خود ہی ہے۔ آسمان بھی وہ خود ہے اور سورج بھی وہ خود۔ زمین بھی وہی ہے اور زمین کی ہر شے بھی وہ خود/ وہی پہاڑ وہی جنگل / وہی پھول وہی کانٹا / وہی عاشق وہی معشوق اور وہی طالب وہی مطلوب ۔ یعنی ہر شے خدا ہی خدا ہے تو پھر یہ نظریہ ملحدانہ وحدت الوجود کا نظریہ ہے۔ عقیدہ "حلول" نے اسی فلسفہ " وحدت الوجود" یعنی "ہمہ اوست" سے ہی جنم لیا ہے۔ جس سے فرقہ حلولیہ گمراہ ہو گیا ہے۔ اگر یہ

فلسفہ اعتدال پر رہے اور وحدت الوجود سے مراد "ہمہ از اوست" لیا جائے تو پھر اس فلسفہ کے اپنانے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ یعنی " ہر شے خدا تو نہیں ہے لیکن ہر شے کا وجود خدا کے حکم سے ہے۔" اسلام کے پیروکاروں میں بہت سے صوفیائے کرام عظیم فلسفی ہوئے ہیں۔

▶ جو لوگ فلسفہ وحدت الوجود میں " ہمہ اوست " یعنی ہر شے وہی ہے کے قائل ہوئے وہ اکثر گمراہ ہو گئے اور جو اسی فلسفہ میں "ہمہ از اوست" یعنی "ہر شے کا وجود خدا کی قدرت سے ہے" کے معتقد رہے تو وہ بہترین مفکر اسلام ہوئے ہیں۔ یاد رکھیں کہ "ہمہ از اوست" کے نظریہ کو "وحدت الوجود" کی بجائے "وحدت الشہود" کہا جاتا ہے تاکہ امتیاز ہو سکے۔

▶ پس ہمارے ہاں وحدت کے دو نظریے ہیں ا۔ وحدت الوجود ۲۔ وحدت الشہود۔ علمائے برصغیر ہندوپاک مثلاً حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ دہلوی فلسفہ وحدت الشہود کے حامی تھے۔

▶ حضرت میاں صاحبؒ دونوں فلسفوں کے قائل تھے لیکن آپ کی زیادہ تر رغبت فلسفہ وحدت الشہود کی طرف تھی۔ یعنی آپؒ کائنات کی ہر شے کے عارضی وجود کے قائل تھے آپؒ دنیا کے اس فانی اور عارضی وجود کی نفی نہیں کرتے مگر اسے موجود سمجھتے اور فانی قرار دیتے ہیں اور آپؒ یہ بھی تسلیم نہیں کرتے کہ خداوندتعالیٰ اشیاء میں حلول کرآتا ہے بلکہ آپؒ اشیاء میں اسکی قدرتوں اور اس کے جلوؤں کی موجودگی تسلیم کرتے ہیں۔ آپؒ یہ نظریہ نہیں رکھتے کہ سمندر قطرے میں ہے بلکہ یہ تعلیم دیتے ہیں کہ قطرہ سمندر کا مظہر ہے۔ ذرہ خود سورج نہیں مگر اس میں سورج کا عکس ہے۔ باوجود اس ساری تقریر کے آخر کار یہ کہنا ہی پڑتا ہے کہ آپؒ کے کلام میں وحدت الوجود اور وحدت الشہود دونوں کا امتزاج موجود ہے۔ اس کے علاوہ فنا فی الشیخ کی منزل میں آپؒ ایسی باتیں بھی کہہ جاتے ہیں جو عام حالات میں کہنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ مگر یہ

Scanned with CamScanner

چیزیں ان کے فیضان قلندری کی مظہر ہیں۔
ایک صوفی اور فلسفی شاعر ہونے کے لحاظ سے آپؒ کے مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

جنہاں اک گھٹ بھر کے پیتا وحدت دے مدھ لالوں
علم کلام نہ یاد رہیو نے گزرے قال مقالوں
دوئے جہان بھلائے دل تھیں خبر نہ رہیا والوں
رانجھے وچ سما محمدؒ چھٹی ہیر جنجالوں

دلبرنال ہویا ہک جس نے اپنا آپ گوایا
توہیں پڑدا اگے چڑھدا توہیں یار چھپایا
شاہ منصورؒ انا الحق کہندا کیوں نہیں شرمایا
توہیں محرم یار محمدؒ کہندا کون پرایا

نحن اقرب آپ کو کہندا ہک دم دور نہ وسدا
اس دے ڈیرے اندر تیرے پھریں لوڑاؤ جسدا
محرم ہوویں کون بھلاوے پڑدا ہے وچ کس دا
جاں جاں دسے آپ محمدؒ تاں تاں آپ نہ دسدا

اس دوئی دے دعوے پٹیاں سٹیاں دور حضوروں
نوروں سایہ ظاہر آیا چھپ نسدا فر نوروں
جاں ایہہ سایا دور ہٹایا سچ نکلے منصوروںؒ
میں ونجے تاں فیر محمدؒ کون کہے میں دوروں

- "سیف الملوک" کا ابتدائی حصہ جو صفحہ تنتالیس (۴۳) پر ختم ہوتا ہے ۲۸۸ اشعار پر مشتمل ہے یہ اس کتاب کا نہایت اہم حصہ ہے۔ اہل فقر کی

نظر میں کتاب کے اس حصہ کی قدرومنزلت ساری کتاب سے زیادہ ہے۔

- اس میں ۱۔ مناجات ۲۔ حمد باری تعالیٰ ۳۔ نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۴۔ ذکرِ معراج آنحضرتؐ ۵۔ اوصافِ قصہ سیف الملوک ۶۔ التماس پیش خواندگان ونویسندگان ۷۔ اوصاف عشق وعاشق ۸۔ فقر کی چار منزلیں:۔ (منزل استغناء، منزل توحید، منزل حیرت اور منزل فقر) ایسی عظیم الشان نظمیں ہیں جو شہرت عام اور بقائے دوام کی سند حاصل کر چکی ہیں۔ ان کا ہر شعر ایک مکمل یونٹ اور فن شاعری کا شہکار (Master Pice) ہے۔

ہر بیتے وچ رمز فقر دی جے تدھ سمجھ اندر دی
گل سنا محمد بخشاؒ عاشق تے دلبر دی

نمونہ کلام :۔ منزل استغناء :۔

- خداوندتعالیٰ کی صفت بے نیازی کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ست دریا اوتھے ہک قطرہ ست دوزخ چنگاری
اٹھ بہشت ہوئے گم سارے تاں ہک پھل بہاری
جے کر سبھ جہان محمدؒ بھجن مثل کبابے
اس منزل وچ معلم ہوندا وانگ خیالے خوابے
دوئے جہان محمد بخشاؒ جے سبھ ہون نبودے
گھٹ ہویا ہک ریتوں دانہ وچ تھلاں دے تودے

منزل توحید :-

اگوں منزل آوے بھائی وچہ وادی توحیدے
عابد تے معبود ملیندے دوئی نہ پیر مریدے
سر کڈھن ہک گلمے وچوں لکھ سراں دے رل کے
اس گلمے تھیں باہر نہ جاوے خشخش دانہ چل کے
ازل ابد دا جامہ اکو ایہہ گلمہ وچکاروں
ہردا روپ محمد بخشا ہے یکسے سرکاروں
ہکس دیوانے کولوں پچھیا شخصے ہکس پیارے
دس اسانوں کی کجھ کہیے ایہہ جگ عالم سارے
اگوں فیر دیوانے کہیا دساں نال مثالے
ستھے دا اک رکھ بنایا کاریگرے کمالے
ڈالی پتر پھل بناتے سکڑے گل ممولی
ہتھ وچ ملے بھجے سب چتر بنے ہکو مڑ گولی
جاں اوہ ہکو ستھا آہا نقش گئے بھج سارے
ہکو ہک محمد بخشا میں توں کون بیچارے
جاں توں گم ہوویں وچہ اسدے اپنی چھوڑ نشانی
ایہہ توحید محمد بخشا دے کون زبانی

منزل حیرت :-

فر اگوں اک منزل آوے حیرت والی بھائی
درد افسوس ہوئے گم اوتھے ہر گز خوشی نہ شادی
دم دم تیغ غماں دی مارے حیرت اگ نہ بجھے
آہیں درد اتے لکھ سوزوں رات دہاڑ نہ سجھے
جاں کوئی مرد اس جائی پہنچا گلیوں شکر ہوویگا
کفرے وچوں ایماں کھندے ایماں کفر ہوویگا

مرتقی میر :- اس بات کو اس طرح فرماتے ہیں :-

میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو ان نے تو
قشقہ کھنچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

منزل فقر :-

وادی فقر فنا دے اندر اگلی منزل آئی
فقر فناء اندر چپ بہتر گل نہ جاندی بائی
فرموشی دی منزل ہوئے گونگے دوڑے جھلے
جاں اک سورج روشن چڑھیا سبھ تارے چھپ چلے
ایس ندی وچہ چبھی مارے جے کوئی ہمت کر کے
سدا سکھالا رہسی بھائی کی کم باہر ترکے

اس چھبی وچ غیر نہ مٹدا جاوے اک اکلا
جتھے اپنا آپ نہ موے ہور کھڑے تاں جھلا
اپنی موت حیاتی اندر جب لگ تیرا ڈیرا
اس منزل وچ کد محمدؒ پیر پوے گا تیرا

◄ آپ میاں صاحبؒ کے کلام کا بھرپور مطالعہ کرنے کے بعد پنجابی اور اردو ادب کے نامور شعرا کے دیوانوں کا بھی بغور مطالعہ کریں۔ جو خوبیاں آپ کو درجنوں شعراء کے دیوانوں میں بکھری پڑی ملیں گی وہ میاں صاحبؒ کے ہاں (باقی تصنیفات کا تو ذکر ہی کیا) صرف "سیف الملوک" ہی میں مل جائیں گی۔ وہ مردِ خدا جسے لوگ احتراماً "عارف کھڑیؒ" کے لقب سے یاد کرتے ہیں بلاشبہ وہ اپنی شخصیت اور فن دونوں کے لحاظ سے نہ صرف ایک آفاقی شاعر ہے بلکہ مر کر بھی زندہ ہے۔

حضرت میاں صاحبؒ اور علامہ اقبالؒ کا فلسفہ عشق اور موت وحیات :۔

◄ حضرت میاں صاحبؒ کا پختہ عقیدہ ہے کہ دنیا کی ہر شے کسی نہ کسی دوسری چیز کی کشش میں گرفتار ہے۔ پتنگا شمع پر جاں نثار ہے تو بلبل پھول پر فدا ہے۔ کوئی چیز بھی بدوں عشق و محبت کے قائم نہیں رہ سکتی آپؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص عشق سے خالی ہے وہ انسان نہیں بلکہ حیوان ہے۔ آپؒ کے نزدیک ایمان اور عشق دونوں ایک ہی شے کے نام ہیں اور پھر آپ میثاقِ الست سے بھی یہی مراد لیتے ہیں۔ آپؒ ثابت کرتے ہیں کہ عاشق کو موت نہیں آتی۔ کل نفس ذائقۃ الموت کا ساغر اس کیلئے صرف نقل مکانی کا کام کرتا ہے۔ آپؒ اپنے اس نظریہ میں رومیؒ اور اقبالؒ کے ہم خیال ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت علامہ اقبالؒ کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں اور اسکے بعد میاں صاحبؒ کے بھی۔

عشق تمہید کی دیرینۂ نسخہ کے ابد ہے
عشق جاوید زندۂ فانی ہے انسانی عقل
عشق کچھ محبوب کے مرنے سے مر جاتا نہیں
روح میں غم بن کے رہتا ہے مگر جاتا نہیں
مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں
مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام

معلوم ہوا کہ علامہ اقبالؒ کے نزدیک عشق کا وہی مقام ہے جو حضرت میاں صاحبؒ کے نزدیک ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

جنہاں درد عشق دا ناہیں کد پھل پان دیداروں
جے رب روگ عشق دا لاوے لوڑ نہیں کوئی داروں
پاک شہادت قتل ہووے گا جیکر اس تلواروں
سدا حیاتی جان محمدؒ مرنا ایس آزاروں
عاشق موتوں ڈر دے ناہیں پتہ انہاں نوں لگا
موت نہیں اک وار انہاں نوں جھل آفت دا لگا

ع "مر کے جیون صفت عشق دی دم دم تیک قیامت"

◄ حضرت میاں صاحبؒ نہ صرف عشقیہ داستانوں کے مصنف ہیں بلکہ

خود بھی عشق کے متمنی ہیں آیئے دیکھتے ہیں کہ وہ کونسا عشق چاہتے ہیں۔ ۴

چاہیے عشق سپاہی ایسا مینوں مار گنواوے
تھانہ کڈھ طبیعت والا صفتاں سبھ بدلاوے
جے لکھ زہد عبادت کریئے بن عشقوں کس کاری
جاں جاں عشق نہ ساڑے تینوں تاں تاں نبھے نہ یاری
قبر میری پٹ ویکھیں سجناں جاں مر چکیویں بھوندا
کو لے ہوسی کفن محمدؒ عشق ہوسی اگ دھوندا
کامل عشق خدایا بخشیں غیر دلوں مکھ موڑاں
ہکو جاناں ہکو تکاں ہکو آکھاں لوڑاں

تفہیم اشعار

۱۔ مجھے ایسا جواں ہمت عشق مطلوب ہے جو میرے ظاہر کو مٹا دے اور باطن کو چمکا دے طبعی مزاج کو ختم کر کے میرے اندر روحانیت بھر دے۔

۲۔ عشق کے بغیر خواہ کوئی کتنی ہی عبادت کرتا رہے کسی کام کی نہیں۔ عشق کی آگ میں جلے بغیر یاری کا نبھنا محال ہے (مفت نعمت کا قدر نہیں ہوتا)۔

۳۔ اے میرے محبوب! جب میں تیرے ہجر و فراق میں خاک چھانتا مر جاؤں تو میری قبر اکھیڑ کر یہ طرفہ نظارہ بھی دیکھ لینا کہ ایک طرف تو ہجر کی آگ سے کفن جل رہا ہوگا اور دوسری طرف عشق کی کرامت آگ بجھا رہی ہوگی۔

ایک سوں آگ ایک سوں پانی ۔۔۔ دیدہ و دل عذاب ہیں دونوں

۴۔ اے خدا! مجھے ایسا کامل عشق عطا فرما کہ میں غیر کی طرف سے منہ پھیرلوں۔ صرف تجھی کو ایک جانوں / ایک دیکھوں / ایک کہوں اور تیرا ہی طلبگار رہوں۔

باب 7 : عارف کھڑیؒ کا کلام اور مابعد الطبیعات

اس عنوان کے تحت ہم نے یہ جائزہ لینا ہے کہ میاں محمد بخشؒ کی شاعری میں مابعدالطبیعات (Metaphysics) کا کہاں تک عمل دخل ہے؟۔ تو آیئے سب سے پہلے ہم اسکے معانی پر غور کریں اور سمجھنے کی کوشش کریں کہ اس سے کیا مراد ہے۔ "مابعدالطبیعات" کے معنی ہیں ذہنی فلسفہ (Philosophy of Mind)

علم الٰہیات / علم روح انسانی/وہ علم جو الٰہیات / اخلاقیات / مجرد اور غیرمادی اشیاء پر بحث کرے اور انہیں موجود جانے۔ اس علم کے ذریعے صوفیائے کرام فلسفیانہ اور صوفیانہ انداز میں ہستیء باری تعالیٰ ، ملائکہ ، ارواح اور تصوری اشیاء کو موجود ثابت کرنے کی سعی کرتے ہیں۔

" اردو انسائیکلو پیڈیا فیروز سنز" میں اس کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے۔

("مابعدالطبیعات" سے مراد وہ شے ہے جو طبیعات / موجودات یعنی مادی اجسام سے ماوراء ہو۔ اس کا روائیتی مفہوم یہ ہے کہ مابعد الطبیعات وہ علم ہے جو ہستی کو عینی شکل میں بیان کرنے کی کوشش کرے۔)

◀ جن چیزوں کو ہماری آنکھیں نہ دیکھ سکیں اور ظاہری حواس کی دسترس سے باہر ہوں اور مادی وجود نہ رکھتی ہوں انہیں مابعد الطبیعات یعنی مافوق العادت اور مافوق الفطرت اشیاء کہتے ہیں۔ ہستیء باری تعالیٰ / عالم بالا/ عالم ارواح / جنت دوزخ / سزاء وجزاء / حوروغلمان / شیاطین وجنات اور ملائکہ / قضاء قدر اور روحانیات واخلاقیات سب غیر مادی اور مجرد اشیاء ہیں اور اگر ان میں سے کوئی شے وجود رکھتی ہے تو وہ بھی ہماری دسترس سے باہر ہے گویا اس ٹھوس مادی دنیا سے پرے ایک اور وسیع دنیا آباد ہے۔ جو ہمارے تصور میں تو آ سکتی ہے لیکن ہماری ظاہری آنکھیں اسے دیکھ نہیں سکتیں۔ مابعدالطبیعات کا

Scanned with CamScanner

عالم جب ان چیزوں پر گفتگو کرتا ہے تو اپنے استدلال سے ان کے وجود تسلیم کرا لیتا ہے۔ یہ اسلوب بیان اور طریق اظہار مابعد الطبیعاتی اسلوب کہلاتا ہے۔ ہمارے صوفی شعرائے کرام نے اکثر یہی اسلوب اختیار کر کے عرفان حاصل کیا ہے۔ میاں محمد بخشؒ بھی انہیں میں سے ایک ہیں مگر اس میدان میں آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ آپ کی شاعری میں مابعد الطبیعات کا وافر حصہ ہے۔ بالخصوص قصہ سیف الملوک میں۔ آپؒ نے مافوق البشر اور فوق العادت چیزوں کو نادر استعارات و تشبیہات / رمز و کنایہ اور تمثیل کے رنگ میں پیش کرنے میں کمال کر دکھایا ہے۔ پڑھنے والا ان تصوراتی اور ان دیکھی اشیاء کو سچ مچ اپنے سامنے موجود پاتا ہے اور کسی بھی خلاف عادت واقعہ پر اختلاف نہیں کرتا۔

چند مثالیں :۔

(۱) دو سلیمانی شاہ مہرے سچے رومالوں پر دو شاہانہ تصویریں ہیں ایک تصویر شہزادے کی ہے اور دوسری تصویر شاہ پری کی ہے جو غیر مرئی مخلوق ہے

اس مورت دی صورت ربا ناہیں حد انسانی
یاایہہ کوئی حور بہشتی یا کوئی سر ربانی
اس صورت دا آدم کتھے سندر روپ گمانی
نور الہیٰ ہے آ بیٹھا کایاں دھار زنانی

اور یہ دونوں شاہ مہرے شہزادے اور شاہپری کی پیدائش سے تقریباً نصف صدی پہلے تیار کرائے گئے ہیں۔ سیف الملوک اپنی تصویر کو دیکھتا ہے تو اپنی اصل شکل اور تصویر میں بال برابر فرق نہیں پاتا۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ ہم آج ہزاروں سال بعد بھی جب یہ بیان پڑھتے ہیں تو ہمیں ذرہ بھر شک نہیں گزرتا بلکہ دونوں خوشنما تصویریں پورے قد و کاٹھ کے ساتھ ہمارے سامنے متشکل ہو کر آ جاتی ہیں۔ لیکن جب صفحہ نمبر ۱۶۶ پر پہنچتے ہیں تو وہی دو سچے رومالوں والے ٹھوس

شاہ مہرے صدق و محبت بن جاتے ہیں اور شہزادہ اپنے مادی جسم کو چھوڑ کر روح بن جاتا ہے۔ اور روح پھر اپنے آپ پر جسم کا لباس اوڑھ کر شہزادہ نظر آنے لگتا ہے۔[۲]

روح شہزادہ دو شاہ مہرے صدق محبت بھائی
حرص ہوا دنی دا بنگلہ تن کوٹے دی جائی

اے بھائی ! شہزادہ سیف الملوک تو تیرا اپنا ہی روح ہے اور دو ریشمی شاہ مہرے صدق اور محبت ہیں۔ قلعہ تیرا اپنا ہی تن بدن ہے اور اس کے اندر جو بنگلہ ہے وہ حرص و ہوا کا ہے۔ اسی علم کو مابعد الطبیعات کہتے ہیں اور رمز و تمثیل کا جو انداز اختیار کیا گیا ہے اسے مابعد الطبیعاتی شاعرانہ اسلوب کہتے ہیں۔

۲۔ سلطان محمود غزنویؒ نے اپنے وزیر حسن میمندی کو قصہ فراہم کرنے کی مہم پر روانہ کیا وہ پھرتا پھراتا روم میں پہنچا جہاں اسے ایک خدا رسیدہ بزرگ سے پتہ چلا کہ یہ قصہ دمشق میں ہے۔ اب حسن کے پاس وقت تھوڑا تھا اور سفر بہت تھا لیکن پہنچنا بھی ضروری تھا۔ اس نے اپنی یہ مشکل اللہ کے اس برگزیدہ بندے کے سامنے پیش کی اور مدد کا طالب ہوا۔ چنانچہ وہ بزرگ مہربان ہوا حسن اور اس کے ساتھیوں کو فرمایا آنکھیں بند کرو جب انہوں نے آنکھیں بند کیں تو ایک لمحہ کے توقف کے بعد فرمایا اب آنکھیں کھول دو تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ دمشق پہنچ چکے ہیں۔ یہ خلاف عادت واقعہ بیان کرنے کے بعد آپ فوراً استدلالی رنگ اختیار کر لیتے ہیں اور پڑھنے والے کے دل میں شک و شبہ پیدا ہونے کی بجائے نور یقین کا چراغ روشن ہو جاتا ہے۔

اس مقام پر اسلوب بیان ملاحظہ فرمائیں۔[۳] (بحوالہ صفحہ ۲۳ / ۲۴)

ولیٔ اللہ دے بھانڈا تک کے پاندے خیر حضوروں
جیہڑا پاک غروروں خالی سو پر کردے نوروں

میٹ اکھیں فرمایا پیرے حسن بجا لیایا
ڈیرے سنے پلک وچہ اس نوں شہر دمشق پچایا
جس جائی وچہ مطلب ہووے مرد پچھاون کھلیاں
ملن مراداں منگتیاں نوں مرداں دے درملیاں
مرد ملے تے درد نہ چھوڑے اوگن دے اگن کردا
کامل لوک محمد بخشا لعل بنان پتھر دا

۳۔ اسلام میں اگر کوئی شخص خداوند قدوس کو متشکل مانے یا جانے تو آپ اس کے بارے میں کیا فتویٰ دیں گے؟ یہی نا کہ وہ شخص راہ سے ہٹ گیا ہے۔ لیکن صوفی کی رمز اتنی بلیغ ہوتی ہے کہ اسے فتوے کی گرفت میں لانا تو کجا اس پر جان فدا کرنی پڑتی ہے۔

جب شاہزادہ پری کی مورت پر عاشق ہو کر دیوانہ ہو گیا تو عاصم شاہ نے اسے پابند سلاسل کر کے گھر میں نظر بند کر دیا۔ ایکدن خواب میں اسے شاہ پری آ ملتی ہے۔ وہ اس سے لپٹ جاتا ہے اور پھر قدموں میں گر کر اسکا پلا تھام لیتا ہے۔

کہندا اے معشوقا! تدھ بن بہت نماناں سڑیا
من سوال محمد بخشا سٹ نہ جائیں اڑیا

وہ اسے بتاتی ہے کہ اگر تو میرا سچا عاشق ہے تو میری طلب میں تجھے سفر اختیار کرنا ہوگا۔ یہ نہ سمجھنا کہ صرف تجھے ہی میری محبت ہے بلکہ مجھے بھی تجھ سے محبت ہے۔ میں موجود ہوں مجھے تلاش کر کسی دوسرے کو میرا شریک نہ بنانا۔ طلب و جستجو سے تو مجھے پالے گا۔

فاطلبنی تجدنی میاں میں موجود تساں نوں
میرے باجھ نہ چاہیں دوجا لیسیں لبھ اساں نوں

میں تے آپ محبت تیری تدھ تھیں کجھ زیادہ
تائیں آپ سداواں تینوں جھبدے آ شہزادہ

اگر کوئی خطیب منبر پر جلوہ افروز ہو کر خدا کی پہچان کے خواہ کتنے ہی درس دے وہ اپنے سامعین کے دل میں ہرگز ہرگز ایسا تاثر پیدا نہیں کر سکے گا جو صوفی شاعر کے مندرجہ بالا دو اشعار پیدا کرتے ہیں۔

۴۔ جب شاہزادہ عورتوں کے شہر میں پہنچتا ہے تو وہاں کی ملکہ بی بی حسن بانو اس کی گرویدہ ہو جاتی ہے۔ شہزادہ بھی اس کا حسن وجمال دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے۔ سیف الملوک اس کے وسیع وعریض شہر کی سیر کرنا چاہتا ہے۔ حسن بانو اس کی اس خواہش کا احترام کرتی ہے۔

گلزارِ ہست و بود نہ بیگانہ وار دیکھ
ہے دیکھنے کی چیز اسے بار بار دیکھ

وہ عمدہ نسل کے دو گھوڑے منگواتی ہے ایک پر خود بیٹھتی ہے اور دوسرا شہزادے کو پیش کرتی ہے پھر دونوں اکٹھے شہر کی سیر کو روانہ ہوتے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا خوشنما نظارہ ہے ہر طرف حسن نسوانی اور مخمور جوانی کی بہار ہے۔ شاہ پری دور ہے اور حسن بانو موجود ہے جو اپنے روپ انوپ میں مثل حور ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ نہ تو وہ شہزادے کا دل موہ سکی ہے نہ اس کے ملک کی کوئی اور نازنین۔ قطع نظر اس کے کہ کسی زمانے میں عورتوں کا کوئی ملک ہوا ہے یا نہیں اور یہ حکایت نیچرل ہے یا ان نیچرل آپ اس سبق کی طرف توجہ دیں جو شاعر اس حکایت کے ذریعے دینا چاہتا ہے۔

چنوں روپ زیادہ دیہنہ تے ویکھ چکور نہ پھردا
بھانبڑ بلدے ویکھ پتنگا دیوا چھوڑ نہ کردا

کامل عشق خدایا بخشیں غیر ولوں مکھ موڑاں
اکو جاناں / ہکو تکاں / ہکو آکھاں ۔ لوڑاں

پھر عورتوں کے اسی شہر میں شہزادہ بی بی حسن بانو کے ہمراہ ایک ایسے عالی شان فلک نما گنبد کی سیر کرتا ہے جہاں ایک چشمہ دار حوض ہے حوض کا پانی نیم گرم ہے جس کی حرارت کا درجہ انسانی جسم کی حرارت طبعی (Normal Temperature) کے مطابق ہے جو (98.14 Degree) ہوتا ہے۔ شاہزادے کے استفسار پر حسن بانو اسے بتاتی ہے کہ میرے ملک میں عورتیں ہی عورتیں ہیں مرد بالکل نہیں ہیں اس لیئے شادی بیاہ کا سسٹم نہیں ہے۔ لڑکیاں جب جوان ہوتی ہیں اور ان میں اندرونی خواہش غلبہ کرتی ہے تو وہ اس حوض میں نہاتی ہیں جس سے ان کی تشفی ہوتی ہے حمل بھی قرار پاتا ہے مگر ہمیشہ لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہیں اور یہ سارا کام اس حوض کے پانی ہی سے ہوتا ہے۔

(اشارہ:۔ قرآن پاک بھی تصدیق کرتا ہے کہ ہر چیز پانی سے پیدا ہوئی ہے۔)

◄ رہی یہ بات کہ آیا اس دنیا میں کبھی کوئی ایسا ملک یا شہر آباد رہا ہے یا نہیں جہاں صرف عورتیں ہی عورتیں رہتی رہی ہوں اس سے ہمیں کوئی تعلق نہیں ہے۔ مولانا رومؒ / شیخ فرید الدین عطارؒ / علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ / اور دیگر کئی علمائے شریعت اور صوفیائے طریقت نے ایسی ایسی حکایات بیان کی ہیں جن میں جانور / پرندے / اور کیڑے کوڑے آپس میں باتیں کرتے ہیں۔ اور ہماری زبانیں بولتے ہیں لیکن ہم نے کبھی ضد نہیں کی کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا تو پھر میاں صاحبؒ پر اعتراض کیوں ہو کہ یہ حکایات ان نیچرل (Unnatural) ہیں۔

حکایت خواہ کیسی بھی ہو اس سے جو اخلاقی نتیجہ نکلتا ہے اس پر غور فرمائیں۔ بی بی حسن بانو نے حوض کی تعریف بیان کرتے ہوئے اپنی گفتگو کو اس ایمان افروز بات پر ختم کیا۔

ع (حکم ربے دے نال ایہہ صفتاں پانی دے وچ پیاں)

شہزادے نے بھی اس خلاف طبعی بیان کو سن کر اس کی حقیقت سے انکار نہیں کیا کیونکہ وہ قدرت خداوندی کا قائل تھا اس کا تصدیقی انداز ملاحظہ فرمائیں۔

سن کے گل عجائب منہ تھیں شہزادہ فرمائے
واہ واہ قادر قدرت والا جس ایہہ کھیل بنائے

اس حکایت کے بیان کرنے میں صوفی شاعر کی غرض وغایت فقط یہی تھی کہ " سیف الملوک کے قارئین قدرت خداوندی پر پختہ یقین رکھیں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کر دکھاتا ہے۔ اس نے آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے، حوا علیہا لسلام کو ان کی پسلی سے اور سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا کر دکھایا۔

مابعد الطبیعاتی اسلوب کے شعراء کی دنیا اس مادی دنیا سے بہت وسیع ہوتی ہے۔ انہیں زبان پر پورا ملکہ حاصل ہوتا ہے۔ انہوں نے ماورائی حقیقتوں کو عوام کے سامنے لانا ہوتا ہے اور انکے موجود ہونے پر یقین دلانا ہوتا ہے۔ اسلیے انکے پاس رمز و کنایہ / استعارات و تشبیہات / اور تلمیحات کی کمی نہیں ہوتی نیز تمثیل نگاری میں بھی وہ اپنی مثال آپ ہوتے ہیں۔ وجودی اور شہودی فلسفوں پر انہیں خوب عبور حاصل ہوتا ہے وہ موت و حیات کے فلسفہ کو خوب جانتے ہیں اور عشق کی (Approach) کو بھی کہ کہاں تک ہوتی ہے۔

عشقے دا رُخ ویکھ محمدؐ ہوون فیل پیادے
متیں لگے ناں اُٹھ وگے کی مقدور شہزادے

(۵) شہزادہ ملکہ شہر زناں (حسن بانو) سے رخصت ہوکر ایک گرم صحرا میں پہنچتا ہے جہاں اس کا زندہ رہنا محال دکھائی دیتا ہے نہ کوئی درخت نہ پھل نہ پانی نہ سایہ، کڑاکے کی دھوپ اور غضب کی گرمی ۔ شہزادہ شدت پیاس سے

Scanned with CamScanner

جاں بلب تھا اور تلخی ناقابل برداشت تھی۔ وہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا اور خود اپنے پیٹ میں خنجر گھونپ کر مر جانے پر آمادہ ہونے لگا تو اس کے عقل اور نفس دونوں نے اسے باری باری اپنا مشورہ دینا شروع کر دیا۔ پھر آپس میں بحث وتکرار پر اتر آئے۔ اس مقام پر یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ اب شہزادہ صحرا میں اکیلا نہیں رہا بلکہ عقل ونفس دو اور ساتھی بھی آ ملے ہیں۔ نفس خودکشی پر آمادہ کر رہا ہے اور عقل اپنے دلائل سے خود کشی کی موت کو حرام قرار دے رہا ہے۔ دونوں میں کافی دیر تک گرما گرم بحث جاری رہتی ہے۔ آخر عقل غالب آ جاتا ہے اور نفس خاموش ہو جاتا ہے اور سیف الملوک فال پر اکتفا کرتا ہے پھر فال بھی خدا پر چھوڑ دیتا ہے۔

نفس عقل دا جھگڑا ترٹا عشقے رٹ مکائی
سیف ملوکے منصف بن کے فال اتے گل پائی

اس شعر میں چار شخصیات کا وجود ثابت ہوتا ہے جن میں سے صرف سیف الملوک کا وجود طبعی ہے جبکہ نفس / عقل / اور عشق تینوں تصوراتی اور غیر مادی ہیں یعنی مابعد الطبعیات ہیں۔ یہ صوفی شاعر کا ہی کمال ہے کہ اس نے انہیں فرضی اور تصوراتی وجود دیگر مصروف گفتگو کر دیا ہے۔ اسے مابعد الطبعیاتی اسلوب بیان کہتے ہیں جو شاعر نے یہاں اپنایا ہے اور ہمارے اس شاعر کی تصوراتی دنیا تو بہت ہی وسیع ہے۔

ہمارا عقل وفکر اس سوچ سے عاری ہے کہ اب شہزادہ کیسے بچے گا اور اس لق و دق صحرا میں اسے کون آ کر پانی پلائے گا۔

کہندا رہا جے توں مینوں دلبر نال ملاسیں
تاں اس وقت کے دے ہتھوں پانی سرد پلاسیں

ایہو فال رہبے پر سٹ کے شہزادہ لٹرایا
جنڈ گرنڈا رکھ سرہانے پاس زمیں تے لایا

شہزادہ تپتی ریت پر آنکھیں بند کر کے گھڑی دو گھڑی لیٹ گیا اور اسے اونگھ آ گئی کہ اتنے میں ایک سفید پوش خوبصورت بزرگ مرد صاحب دستار ایک ہاتھ میں فیروزی رنگ کا عصا اور دوسرے میں ٹھنڈے پانی کا پیالہ لیے شہزادے کے سرہانے آ کھڑا ہوا اور بڑی شیریں زبان سے اسے مخاطب کرتے ہوئے پانی کا پیالہ پیش کیا۔ اگلے سفر کی نشاندہی کیلئے اپنے معجزنما عاصے سے صحرا کی ریت پر ایک خط مستقیم کھینچا اور اس کی سیدھ میں چلنے کی تاکید کی۔ پھر یہ بھی بتایا کہ اب تیری منزل قریب آ گئی ہے۔ جلد ہی تجھے اپنے دلبر کی خبر دینے والا ساتھی مل جائے گا جو تجھے اس کے پاس لے جائے گا یہ حورائیلؑ فرشتہ تھا۔ فرشتے نے شہزادے کو اگلی مشکلات پر قابو پانے اور اسے سر کرنے کیلئے اسم اعظم بھی سکھایا جو اس کے بہت کام آیا۔

سیف ملوک شہزادے تاہیں حکمے نال ربانے
اعظم اسم فرشتے دسیا پڑھیا شاہ سیانے
عاصے نال فرشتے سچے لیک زمیں تے پائی
کھیئوس ایسے رخ تے جائیں لوڑ کریں ہر جائی

◀ آپ نے اس مابعد الطبعیاتی منظر کو دیکھا شاعر نے کتنی عمدگی سے دینی تعلیم کے کئی درس سکھا دیئے۔ (الف) خدا ہر جگہ موجود ہے جو اپنی مخلوق کی فریاد سنتا ہے اور دعائیں قبول کرتا ہے (ب) خودکشی حرام ہے۔ (ج) بے صبری اور ناامیدی سے بچو۔ (د) فرشتے اللہ تعالیٰ کی غیبی مخلوق ہیں اس بات پر پختہ ایمان رکھو۔ (ر) اسم اعظم اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک ایسا اسم مبارک ہے جو ہر مشکل کی چابی ہے۔

Scanned with CamScanner

اعظم اسم پکاندا جاندا برکت اس دی بھاری
قوّت / زور عشق دا تن وچ ہور اسم دی یاری

(۶) شہزادہ کئی دن کا سفر طے کر کے قلعہ اسفند باش میں جا پہنچتا ہے۔ سارا قلعہ مابعد الطبیعاتی فضا میں گھرا ہوا ہے یہاں الٰہیات کے بغیر کوئی چیز کام نہیں آسکتی۔ اسلیے شہزادہ قریب کی ندی میں تازہ غسل اور وضو کرتا ہے اور اسم اعظم کی برکت سے قلعہ کا دروازہ کھول کر اور بسم اللہ پڑھ کر قلعے میں داخل ہوتا ہے۔

اعظم اسم مبارک پڑھیا قفل اتارے در دے
کر بسم اللہ اندر وڑیا کردا سیر اندر دے

▸ قلعے کی شان وشوکت ، اس کی لمبائی چوڑائی اونچائی اسکی پختگی / خوبصورتی اور آرائش کو دیکھ کر پہلے ہی حیران ہو رہا تھا کہ اتنے میں اس کی نظر دستر خوانوں پر پڑی جہاں ہر قسم کے عمدہ اور تازہ کھانے چنے ہوئے تھے جس سے اس کی حیرت میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ یہ سب کچھ ہونے کے باوجود وہاں کھانے یا پکانے والا کوئی بھی نظر نہیں آرہا تھا۔۔۔۔۔۔ سیر کرتے کرتے اسے قلعہ کے اندر ایک خوبصورت بنگلہ دکھائی دیا جس کے گردا گرد برآمدوں میں ان گنت پنجرے لٹک رہے تھے اور پنجروں میں پرندے قید تھے جو اپنی اپنی بولیوں میں چہچہانے لگے کہ شائید یہ ہمارا نجات دہندہ ثابت ہو چنانچہ شاہزادے نے تمام پرندوں کو پنجروں سے نکال کر انہیں آزاد کر دیا۔ پھر بنگلے کے اندر سحر زدہ جوان شاہزادی ملکہ خاتون کا جادو زائل کر کے اسے ہوش میں لایا پھر شاہ مہروں کی مدد سے گہری ندی میں سے طلسماتی صندوق نکالا اور اس میں سے بہرام شاہ کی جان کا کبوتر نکال کر ہلاک کیا جس سے بہرام شاہ کی موت واقع ہوئی اور قلعہ کی طلسماتی فضا ختم ہو گئی۔ اگرچہ یہ سارا منظر مافوق العادت ہے مگر اس مثنوی کا یہ حصہ بھی اخلاقی تعلیم پر مشتمل ہے۔ مثلاً پرندوں کو آزادی ملی / ملکہ کو آزاد کرایا

جو ناحق دیو کی قید میں پڑی ہوئی تھی۔ اگلے سفر میں شہزادہ اور ملکہ آپس میں نامحرم ہوتے ہوئے بھی دو سال تک حقیقی بہن بھائی کی طرح ہمسفر رہے۔ یہ کتنا بلند اخلاقی سبق ہے۔ آج کے معاشرے میں بلاشبہ ایسے ہی اسباق کی ضرورت ہے۔

(۷) ملکہ خاتون اور شہزادہ جو بادی النظر میں "آگ اور پانی" یا "آگ اور بارود" ہیں دونوں کا دو سال تک مسلسل ایک ہی ٹلا پر شب وروز اکٹھے ہم سفر رہنا زہد شکن معلوم ہوتا ہے کیونکہ دونوں کے مابین (سونے جاگنے / اٹھنے بیٹھنے میں کوئی) آڑ حائل نہیں ہے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم شامل حال رہے اور کیئے گئے وعدوں کی پاس داری قائم رہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ شاعر نے ان کے اس اجتماع کو تمثیلاً ممکن اور بے عیب ثابت کر دیا ہے۔

جب یہ دونوں بھین بھائی جزیرہ سماق میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ پانی کا ایک بہت بڑا خوشنما حوض ہے جس کے گردا گرد بہت سے قد آور جنگل پرندے آ بیٹھے ہیں جو شکل وصورت کے لحاظ سے عجیب الخلقت ہیں۔ ان کے پنجوں کا رنگ لاجوردی (گہرانیلا) ہے آنکھیں چراغوں کی طرح روشن ہیں (یعنی ابلق ہیں جنہیں شوخ چشم کہتے ہیں)۔ دن کو تقریباً ۔۔: ۹ بجے اس حوض سے آگ کی ایک ہزار انگیٹھی ظاہر ہوتی ہے وہ شوخ چشم جنگل پرندے آگ کی انگیٹھیوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور آناً فاناً آگ کے سارے انگار ہڑپ کر کے اڑ جاتے ہیں۔ پھر دوپہر کو واپس آ کر اسی حوض کے کنارے بیٹھ جاتے ہیں اور سریلے گیت الاپتے ہیں۔ جب نغمہ ختم کرنے لگتے ہیں تو سب کے سب مل کر قہقہ لگاتے ہیں۔ ہڑپ شدہ ساری آگ پیٹوں سے نکال کر چونچوں کے ذریعے واپس حوض میں اگل دیتے ہیں۔ نہ تو وہ آگ انہیں پچتی ہے نہ انگیٹھیاں پانی میں بجھتی ہیں نہ اس آگ سے پانی گرم ہوتا ہے اور یہ ان کا روزانہ کا معمول ہے۔

Scanned with CamScanner

نتائج :-

الف) اول یہ ہے ملکہ اور شاہزادہ یہ نظارہ دیکھ کر حیران رہ گئے لیکن عقلمند تھے دونوں سمجھ گئے کہ ہماری مثال بھی یہی ہے ایک آگ ہے تو دوسرا پانی یا ایک بارود ہے تو دوسرا آگ مگر خوف خدا اور ہر وقت کے خطرہ جان نے دونوں کو بھین بھائی بنا دیا ہے۔ قدرت چاہے تو آگ گلزار ہو جائے اور بارود برف بن جائے اور پھر جلنے بجھنے کا خطرہ ہی نہ رہے۔

ب) دوسرا یہ کہ یہ مثال حرام خوروں کی ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے کہ جو لوگ حرام کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں ۔ (اور آگ پچتی نہیں ہے بھلا کون ہے جو آگ پھانک کر اسے ہضم کر سکے۔)
یہودیوں کی سود خوری قرون اولیٰ سے لے کر آج تک مشہور ہے وہ شوخ چشم بے حیا بھی ہیں۔ ان کے جسم پر دوسری قوموں کی نسبت بال زیادہ ہوتے ہیں اسلیئے وہ جنگل میں ہیں اور بداخلاقیوں کی وجہ سے اکثر ان کے ہاتھ پاؤں گہرے نیلے رنگ کے ہوتے ہیں جسے لاجوردی رنگ کہتے ہیں (لاجورد اگرچہ نیلا ہیرا ہے لیکن ہاتھ پاؤں اگر لاجوردی رنگ کے ہوں تو دوزخیوں کی علامت ہے جبکہ آسمان کے نیلے رنگ کو خوبصورتی کی وجہ سے لاجوردی رنگ کہا جاتا ہے۔) جس طرح وہ پرندے آگ چگنے / اڑنے / واپس آنے / گیت گانے / اور قہقہ لگانے غرضیکہ ہر عمل میں متفق اور ہم آہنگ تھے اسی طرح یہودی قوم بھی آپس میں ہر کام میں متفق اور متحد ہے۔ لیکن افسوس کہ مسلمان تفرقہ بندی کا شکار ہیں اور کسی مقام پر بھی متحد نہیں ہوتے۔

(ج) ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ وہ حوض سیاحوں کی سیر کیلئے اس حکمت سے تعمیر کیا گیا تھا کہ حوض کے نیچے اس زمانہ کی سادہ مشینوں سے چلنے والے چرخوں کے ساتھ سرخ لعلوں کی سو (۱۰۰) انگیٹھیاں فٹ کر دی گئی تھیں جو دس

چکروں میں ایک ہزار گنی جا سکتی تھیں۔ سرخ لعلوں کا رنگ بالکل آگ کی طرح ہوتا ہے اور ان سے شعلے نکلتے دکھائی دیتے ہیں۔ پرندے چمک دار لعلوں کو کھانے والی چیز سمجھتے ہیں اسلیئے انہیں ہڑپ کرنے کو ٹوٹ پڑتے ہیں۔

◄ بہرحال ان دونوں کے لیے یہ ایک نیا تجربہ اور عمدہ تفریح تھی۔ اس کے علاوہ بھی اس جزیرے میں کئی دلکش منظر تھے جو طویل مسافت کے مسافروں کے لیے قدرت کی طرف سے بطور تشفی سامنے آ جاتے ہیں۔ تاکہ مسافر اپنا حوصلہ برقرار رکھے اور نادر نظارے دیکھ کر پچھلا غم بھول جائے۔ چنانچہ سچ مچ ایسا ہی ہوا۔ انہیں اسی جزیرے میں خوش خبری مل گئی کہ وہ تو واسط میں پہنچ چکے ہیں اور ان کی منزل قریب آ لگی ہے۔

(۸) جب کوئی ایسا واقعہ بیان کرتے ہیں جسے عقل باور کرنے میں پس وپیش کرتی ہو تو اس وقت ایسے محکم دلائل پیش کرتے ہیں کہ سر تسلیم خم کئے بغیر چارہ نہیں رہتا اس کے علاوہ قاری کی دلچسپی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ نکتہ چینی یا تنقید کی طرف خیال ہی نہیں جاتا۔ مثلاً شہزادے کا بحری ٹلا جس پر کچھ بچے کھچے باوفا سنگی ساتھی بھی اس کے ہمراہ تھے سطح سمندر سے ایک سیمرغ جھپٹ کر اٹھا لے جاتا ہے لیکن صرف شہزادہ ہی اسکے پنجے سے چھوٹ کر بچتا ہے۔

پنجہ مار اس پنکھی ٹلا چاء ہوا وچہ کھڑیا
یار رہے سبھ ٹلے اتے شاہزادہ مڑ جھڑیا
پانی وچہ ہوائیوں گریا اچی جائیوں آیا
ڈب گیا دریا دے تھلے رکھیں بار خدایا
آئی باجھ نہ مردا کوئی جے ڈگے اسمانوں
ٹوٹے وچہ سمندر ڈبے خوف نہیں کجھ جانوں

◄ شاھزادہ سمیرغ کے پنجے سے چھوٹ گیا اور نہایت بلندی سے سمندر میں گرنے کے باوجود بچ گیا۔ لکڑی کی ایک گیلی ہاتھ لگ گئی جس کے ذریعے کنارے جا لگا تیسرے دن پہاڑ سے ایک اژدھا ندی سے پانی پینے کے لیے اترا جب وہ واپس پہاڑ پر چڑھنے لگا تو شہزادہ مضبوطی سے اس کی دم کے ساتھ چمٹ گیا۔ کتنی تعجب خیز بات ہے لیکن کہانی کے طور پر ہم مان لیتے ہیں حالانکہ ایسے خلاف عادت واقعات عام زندگی میں کھلی آنکھوں سے پیش نہیں آتے مگر عالم خواب میں اس قسم کی چیزیں دیکھ لیتے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

اژدھا کنڈ دتا جاندا اس ولوں منہ پھیری
شاہ توکل رب دی کر کے کیتی چا دلیری
پوچھل اس دی نوں ہتھ پایا محکم کر کے پھڑیا
ایس سبب پہاڑے اتے صحیح سلامت چڑھیا

اسی طرح اس پہاڑ سے اترنے کا جب کوئی راستہ نظر نہ آیا تو ایک دن ایک کوہ پیکر اس پہاڑ پر آیا جب اڑنے لگا تو شاھزادے نے اس کے پاؤں مضبوطی سے پکڑ لیئے کوہ پیکر جب اپنے جنگلی علاقے میں پہنچا تو شہزادہ اس کے پاؤں چھوڑ کر جنگل میں چھپ گیا۔ کہانیاں اکثر ایسے ہی واقعات پر مبنی ہوتی ہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ شاھزادہ جو بھی کام کرتا ہے اللہ کی توکل پر کرتا ہے اور یہی تعلیم ہمارے حق میں سود مند ہے۔

(۷) شاھزادے کو ہاشم شاہ والیئے قلزم نے سنگدیپ کے جس ویران کنوہیں میں ڈالا اس کی صفت ملاحظہ فرمائیں۔

قلزم کوٹ اندر سی کھوہا ڈوہنگا ودھ شماروں
بہت لماں تے باطن وچوں کالا تار زناروں

کی کجھ آکھاں تھلا اس دا دھول مچھی تک پہتا
پیروں سرا نہ نظری آوے جے سو تکیئے بہتا
جے کر پتھر اتوں سٹیئے رہے برس تک راہی
جیا جون اوہدے وچہ مر کے گندی ترکی آہی
برا دروگ دیواں دا آہا دوزخ دنیا اتے
سپ اٹھوئیں ہور خزندے وانگر کالے کتے
پیریں سنگل طوق گلے وچہ شاھزادے نوں پاکے
اوس دروگے وچہ وگایا بیٹھا تھلے جا کے
صورت سیرت ولوں آہا مہتر یوسفؑ ثانی
تاہنئیں ملی میراث انہاندی کھوہ پیا زندانی
بےنظیر شہزادہ آہا عشق پری دے پھڑیا
تاہنئیں قید دیواں دی اندر جا بیچارہ جھڑیا
کدی کدی کجھ روٹی پانی تھوڑا بہتا کھاناں
سیف ملوکے دل پنچادن کر کے خوف ربانان
جاں شاہ مہرے باہر کڈھے روشن وانگر اگی
اعظم اسم زبانوں پڑھیا لو کھوہے وچہ لگی

◄ کنوئیں کی گہرائی ۰ اس کی ویرانی اور تاریکی ۰ پھر اس کے اندر گندگی پر پلنے والی بلیات کی موجودگی کا منظر بےحد ہولناک ہے۔ شاھزادے کو اس میں پھینکا جاتا ہے حیرت پر حیرت یہ کہ پتھر سال بھر کے بعد اس کی تہہ میں پہنچتا ہے۔ مگر شہزادہ پھینکتے ہی نیچے جا پہنچتا ہے۔ پڑھنے والوں کا دل دھک دھک کرتا ہے بعض تو بے تکی کہانی سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں اور بعض شاھزادے کی

ہمدردی سے لرز جاتے ہیں کلمہ کلام پڑھ کر اس کی سلامتی کیلئے دعائیں مانگتے ہیں۔
اتنے میں الٰہیات کا عالم صوفیوں کا صوفی ملک الشعراء میاں محمد بخش عارف کھڑیؒ بڑے محکم مذہبی دلائل سے یقین دلاتا ہے کہ شاہزادہ زندہ ہے اور صحیح سلامت باہر آنے کی توقع رکھو۔ سیدنا حضرت یوسف علیہ السلامؑ کا قصہ یاد دلاتا ہے کہ سیف الملوک جو کہ مصری شاہزادہ ہے اور صورت و سیرت میں یوسفؑ ثانی ہے اسے سزا بھی انہی جیسی ملی ہے۔ جہاں تک کنوئیں میں موذی بلاؤں کا ذکر ہے اور تم ان سے ڈرتے ہو تو ان کے بارے میں فکر نہ کرو۔

سپ اٹھوئیں ہور خزندے نس چھپے وچ دھرتی
مہتر یوسفؑ والی حالت سبھ اوتھے ونج ورتی

◀ اسی طرح تاریکی کو دور ہٹانے کیلئے بھی الٰہیات و ربانیات سے کام لیا گیا ہے۔ شاہزادے نے اپنی جیب سے دونوں شاہ مہرے نکالے اور اسم اعظم پڑھا تو کنواں نورٌ علیٰ نور ہو گیا۔ نیز قرب و بعد یعنی نزدیکی اور دوری کا مسئلہ سمجھنے کی طرف بھی اشارہ مل گیا کہ (۱) عرش اور فرش کے درمیان فاصلہ کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ مگر وہ جو صاحبِ عرش ہے بندے کی شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ (۲) رحمتِ خداوندی پل بھر میں نازل ہوتی ہے۔ (۳) اللہ کے نیک بندوں کے سامنے سب فاصلے سمٹ جاتے ہیں۔
اگر سیف الملوک کا مطالعہ چشمِ بصیرت سے کیا جائے تو ہمارا دل ایمان و یقین کی لازوال دولت سے مالا مال ہو جائے۔

ہے افسوس نہ رہبر ملیا وال ہوئے آ بگے
اسم اعظم بن مرشد پڑھیاں لو کتھے دل لگے
(خلیل ثاقب)

(۸) اس گنجینۂ معرفت "قصہ سیف الملوک" میں بیشتر واقعات "مابعد

الطبیعات" پر مبنی ہیں۔ جو بیان کیے جا چکے ہیں صرف انہیں پر بس نہیں ہے بلکہ اور بھی ہیں مثلاً:۔
سراندیپ میں شاہ پری کا نزول اور باغ حضوری میں شاہزادے اور پری دونوں کی ملاقات ہے۔

سراندیپ بہشت شاہزادہ روح تیرا سن بھائی
اوتھے یار دیدار دیوے گا جسدی ترے کمائی

شاہزادے کا آہو خاطف کے کندھوں پر سوار ہو کر شارستان سنہری کی مہم پر روانہ ہونا اور راستے کی تمام مشکلات کو سر کرنا وغیرہ بلاشبہ نہایت محیرّ العقول باتیں ہیں لیکن عارف مصنف نے ان کے ساتھ ساتھ جو مذہبی اور اخلاقی اسباق دیئے ہیں وہ روحانی تعلیم کا بہت بڑا خزانہ ہیں۔ لہذا یہ کہنا بجا ہے کہ میاں صاحبؒ نے اپنے پڑھنے والوں کو اس قصہ کے ذریعے روحانیات اور اخلاقیات کی تعلیم دینے کے لیے "مابعد الطبیعات" (Metaphysics) یعنی "الٰہیات" کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ میرے اس قول کی صداقت پر خود مصنف موصوفؒ کے یہ تین اشعار بحوالہ سیف الملوک صفحہ ۲۲۵ بطور سند ہدیۂ قارئین ہیں۔

منہ نکا تے گل وڈیری نہ کر مت کوئی ہے
اعظمؒ شافعیؒ مالکؒ حنبلؒ ایہہ مسلئے نہیں دسے

وحدت دے دریا وچ پیناں کم نہیں ہر ہر دا
لکھ جہاز ڈبے پھر مڑ کے تختہ باہر نہ تر دا
کاہنوں باطن اندر وڑیوں ظاہر دی جھٹ بازی
رمز حقانی دسدا چلیں پردہ پاء مجازی

Scanned with CamScanner

باب 8 آپؒ کی کتابوں پر تبصرہ

(الف) فہرست کتب :-

▶ آپؒ کی کتابوں کی فہرست طویل ہے لیکن جو شہرت "سیف الملوک" کو حاصل ہے شائید ہی کسی دوسری کتاب کو حاصل ہو۔

فہرست تصانیف ایک سرسری نظر میں :-

۱۔ سوہنی مہینوال :- آپ کی پہلی کتاب سال تصنیف ۱۲۷۳ھ ۱۸۵۷ء بعمر ۲۰ سال۔

۲۔ قصہ شیخ صنعان :- سال تصنیف ۱۲۸۴ھ تعداد اشعار ۵۶۲

۳۔ تحفہ میرانؒ :- سال تصنیف (مناقبات و کرامات غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

۴۔ نیرنگ عشق :- (غنیمت کنجاہی کی فارسی مثنوی کا پنجابی میں منظوم ترجمہ سال تصنیف ۱۳۷۵ھ ہے۔

۵۔ قصہ شاہ منصور :- سال تصنیف ۱۲۷۵ھ

۶۔ شیریں فرہاد :- یہ کتاب ۱۲۷۶ھ کی تصنیف ہے اشعار کی تعداد ۱۱۲۵ ہے۔

۷۔ سفر العشق :- المعروف "قصہ سیف الملوک و بدیع الجمال" سال تصنیف ۱۲۷۹ھ بمطابق ۱۸۳۶ء اس کتاب کی تصنیف کے وقت مصنف کی عمر ۳۳ سال تھی اور اس عمر کو شباب کا زمانہ کہتے ہیں۔ اس دفتر رموز و معرفت کے اشعار کی کل تعداد ۹۲۴۸ ہے۔

۸۔ تحفہ رسولیہ :- (معجزات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی ہے۔) سال تصنیف ۱۲۸۱ھ اور تعداد اشعار ۲۴۵۰ ہے۔

۹۔ قصہ سخی خواص خان :- سال تصنیف ۱۲۸۲ھ ہے۔

۱۰۔ مرزا صاحباں :- سال تصنیف ۱۲۸۸ھ اور تعداد اشعار ۱۶۳۸ ہے۔

۱۱۔ ہدایت المسلمین :- یہ کتاب اصل میں "رد وہابیت" ہے اور پہلے پہل اس کا یہی نام تجویز کیا گیا تھا۔ مگر کسی خاص وجہ کی بنا پر اس کا نام "ہدایت المسلمین" رکھ دیا گیا۔ حضرت میاں صاحب جن کی فطری عادت صلح جو تھی۔ مسلمانوں کے مابین فرقہ واریت کی جنگ لڑنا مناسب نہ سمجھتے تھے تاہم یہ کتاب آپؒ نے اپنے ایک ارادت مند کی گزارش پر تصنیف فرما کر اپنے علمی کمالات کا لوہا منوا لیا۔ اس کا سال تصنیف ۱۲۹۷ھ اور تعداد اشعار ۱۹۳۶ ہے۔

۱۲۔ پنج گنج :- ۱۳۔ سسی پنوں :- یہ آپ کی کوئی الگ بڑی کتاب نہیں ہے بلکہ صرف ساٹھ اشعار کی ایک "سی حرفی" ہے جو "پنج گنج" میں شامل ہے۔ اس سی حرفی سمیت "پنج گنج" میں کل سات سی حرفیاں اور ایک باراں ماہ ہے۔ ان کا سال تصنیف ۱۳۰۴ھ ہے اور اشعار کی کل تعداد ۴۵۴ ہے۔

۱۴۔ ہیر رانجھا :- (چٹھی ہیر بطرف رانجھا) سال تصنیف ۱۳۱۵ھ ہے اور اس کے اشعار کی تعداد (بمعہ مناجات اور تاریخ تصنیف) ۱۲۱ رباعیات کے لحاظ سے ۲۴۲ اشعار پر مشتمل ہے۔ جبکہ اس کے ساتھ مخمسات کی ایک مکمل "سی حرفی" بھی شامل ہے۔ یہ کتاب آج کل شیخ صنعان کے ساتھ منسلک ہے۔

۱۵۔ تذکرہ مقیمی :- سال تصنیف ۱۳۲۴ھ (بقول شیخ عقیل) لیکن بقول سید سبط الحسن ضیغم سال تصنیف ۱۲۸۴ھ ہے۔

▶ اس فہرست میں آپ کی ساتویں کتاب کا نام "سفر العشق" المعروف قصہ سیف الملوک و بدیع الجمال" ہے جو ۹۲۴۸ اشعار پر مبنی ہے اور آپ کی تمام

Scanned with CamScanner

تصانیف میں سب سے زیادہ ضخیم ہے۔ یہ کتاب آپؒ نے اپنے بڑے بھائی حضرت میاں بہاول بخشؒ کی فرمائش پر لکھی تھی جو اس وقت غازی قلندر " حضرت پیراشاہ غازیؒ "کے دربار کھڑی شریف میں سجادہ نشین اور زمانے کے بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی فرمائش پر لکھی جانے والی یہ کتاب باقی تمام تصانیف کی نسبت بہت زیادہ مشہور اور پرتاثیر ہے۔ یہ بات صرف ایک وہم یا قیاس نہیں ہے بلکہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ بندۂ مومن کا فرمان برحق ہوتا ہے اور وہ ہر صورت میں پورا ہو کر رہتا ہے۔ صاحبِ فقر شخصیت کی شفقت بھری نگاہ فیض کے چشمے بہا دیتی ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود

پھر یہاں کی تو بات ہی کچھ اور ہے ہر طرف سے فیض کے دھارے بہتے ہیں۔ آپؒ کا سارا خاندان ولیؒ ۔ آپؒ کے استاد ولیؒ آپ کے مرشد ولی ۔ آپؒ کے والدین ولیؒ آپ کے بھائیؒ ولیؒ اور آپ خود ولیؒ تاثیر کیوں نہ ہو؟

دمِ عارف نسیم صبح دم ہے اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیبؑ آئے میسر شبانی سے کلیمیؑ دو قدم ہے

(اقبالؒ)

(ب) تبصرہ بر کتب :-

میاں صاحبؒ کی کتابوں کی فہرست تو آپ ملاحظہ فرما ہی چکے ہیں۔ اب ذرا ان پر کچھ تبصرہ بھی ہو جائے تا کہ کتاب ہذا کی افادیت بڑھ جائے۔

۱۔ سوہنی مہینوال :-

یہ قصہ بلخ و بخارا کے ایک حکمران مرزا عالی بیگ کے سوداگر بیٹے مرزا عزت بیگ المعروف " مہینوال" (مجھیاں دا چرواں) اور گجرات کے تُلے کمہار کی حسین و جمیل بیٹی " سوہنی" کے عشق کی داستان پر مشتمل ہے۔ حضرت پیر سید فضل شاہؒ نواں کوٹی جو آپؒ کے ہم عصر تھے انہوں نے بھی اس قصے کو اپنا موضوع بنا کر ہیر وارث شاہؒ کی طرح اسے پنجابی ادب میں اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا لیکن حضرت میاں صاحبؒ نے اپنی اس پہلی تصنیف میں تصوف و معرفت کا جو رنگ بھرا ہے۔ فقط آپؒ ہی کا حصہ ہے اسکا سال تصنیف ۱۲ شوال ۱۲۷۳ھ ہے جبکہ آپؒ کی عمر اس وقت صرف ستائیں (۲۷) برس تھی۔

نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں اور آپؒ کے صوفیانہ فکر و فن کی داد دیں۔

عشق :-

پے کے گلی مجاز دی جا حقان بزار
ہے پڑسانگ حقان دی خاص مجاز شمار
شیشہ ہر دے روپ دا ہر سوہنے دی اکھ
پی مجاز محمدا مزا حقانی چکھ

وچ مجاز حقیقتوں ظاہر ہوون اسرار
اسے راہوں محمدؐ ملے چرو کا یار
جس نے عشق نہ کھٹیا کیتی عمر زیان
جو دل خالی عشق تھیں اس تھیں بھلے حیوان
لگی عزت بیگ نوں خلقت کہن تمام
ٹلے دا چرواں تے مہینوال غلام

مہینوال کا حسن و جمال :-

پھُل رویل کنوتیاں موتیں دند قطار
نیویں دِسن قد تھیں سرو سفید چنار
ٹھوڈی وانگ خوبانیاں جو ہوون رسدار
سوئی ہی ویکھ کے شرم کرن ہنجار
وانگ بلوریں بوتلے گردن صاف کھڑی
ویکھ زور آور بازواں چترا شیر ڈری

سوہنی کے حسن کی صفت :-

بھورے اندر ماپیاں پالی حور پری
جوبن دی اک تپلی خودی غرور بھری
دِسے نہ بن ماپیاں دائم پردہ دار
محرم باجھ محمدؐ ویکھے کون دیدار

جھڑدے پھل دہان تھیں جاں اوہ ہسے کھل
ٹھوڈی ویکھ محمدؐ سیب خوبانی بھل
گاٹا مرلی وانگ سی دلکش کردی قول
بلبل طوطے قمریاں تھن اہدے تُن بول
نرم قدم تک کیلیاں پھلیاں چھل اتار
سوہنی حسن محمدؐ کھڑیا باغ بہار
سنبل وال زنجیریاں چہرہ جیوں گلنار
اکھیں نرگس مست سن بھریاں نال خمار
دُھنی عطر عبیر تھیں بھری رہے ہر دم
کاغذ جیوں کشمیر دا پتلا آبا چم
اوہ امانت مغل دی چھیڑے کون کوئی
دامن پاک محمدؐ عیبوں رب دھوئی

فلسفہ حسن :-

اس تصنیف میں آپؒ نے ثابت کیا ہے کہ حسنِ ازل نے جب اپنے آپ کو دیکھنا چاہا تو کائنات اور حسینانِ عالم کو پیدا فرما کر خود اپنے حُسن کو دیکھا اور خوش ہوا اس لیے وہ خود ہی شاہد و مشہود بھی ہے اور خود ہی ناظر و منظور بھی ہے

اوہ جمال کمال سی پردے وچ مستور
آپے ناظر حسن دا آپے سی منظور
آدم جزو ہک اوس تھیں اوہ ہے آپے کُل
ایہہ اوکھی رمز محمدؐ کیونکر دساں کھُل

Scanned with CamScanner

آپؒ نے اس کتاب میں فکر وفن کے اعتبار سے اپنے اشعار کی خوبی کا جس طرح اظہار فرمایا ہے سو فیصد درست ہے۔ سبحان اللہ کیا ہی عمدہ انداز بیان ہے ۔

اُنگل مُٹکسن گور وچ سُن سُن ایہہ اشعار
احمدؒ یار محمدؒ نالے قادر یارؒ

(۲) تحفہ میراںؒ :-

یہ کتاب حضرت میراں محی الدین سید عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانیؒ کے اُسی (۸۰) مناقبات پر مشتمل ہے اس کی بحر " سیف الملوک " کے اشعار جیسی ہے تعداد اشعار ۱۴۰۸ اور سال تصنیف ۱۲۷۴ھ ہجری ہے۔ اس میں جن بلند پایہ کتب کے حوالہ جات معہ مصنفین دیئے گئے ہیں ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ آپ کے علمی کمال پر حیرت ہونے لگتی ہے۔ فن شاعری کے علاوہ اس کی ایک زبردست خوبی یہ بھی ہے کہ یہ کتاب حضرت میراں پاکؒ سے آپؒ کی گہری محبت اور عقیدت کی آئینہ دار ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو ۔

اول حمد ثناء الٰہی پڑھ بسم اللہ آکھاں
فیر صلوٰۃ سلام محمدؐ ہون ہزاراں لاکھاں
دَہ سَے سَد الٰہی کیتا جسنوں پاک زبانوں
نیڑے آ حبیبؐ پیارے سداں آپ تسانوں
ہو سوار براق نبیاؐ ! تیرے کان پہنچایا
اج معراج تسانوں حضرتؐ! رب سچے فرمایا

روح مقدس میراںؒ جی دا تاں اُس ویلے آیا
کاہندھے چاہڑ نبی صاحبؐ نوں اوپر زین بٹھایا
شفقت کر پیغمبرؐ کہیا یا فرزند پیارے
توں سلطان ولیاںؒ ہوسیں چاکر تیرے سارے
گردن اپنی تے تُدھ رکھے قدم مبارک میرے
کل ولیاںؒ دی گردن اتے قدم ٹکاساں تیرے
سَن مبارک ہجری آہا باراں سو چوہتر
جاں تصنیف محمدؒ کیتا ایہہ مبارک دفتر

فکر وفن کی داد (خراجِ عقیدت) :-

سب تصنیفاں وچوں پایا سوکھا تحفہ میراںؒ
بھی مرغوب دِلے نوں لگا چوکھا تحفہ میراںؒ
اہل یقیناں دے لئی اسدے شریں سخن پیارے
بے یقیناں دے لئی پڑھناں اوکھا تحفہ میراںؒ
(محمد خلیل ثاقبؔ)

(۳) قصہ شیخ صنعانؒ :-

حضرت شیخ صنعانؒ صنعا کے رہنے والے تھے جو عرب جمہوریہ شمالی یمن کا دارلحکومت ہے۔ آپ بہت بڑے ولیؒ اللہ تھے لیکن اچانک گرفتارِ بلا ہو گئے اور سارا زہد و تقویٰ جاتا رہا۔ ہُوا یوں کہ ایک دن جمعہ کے روز حضرت غوث الاعظمؒ بغداد شریف میں منبر پر جلوہ افروز تھے کہ اپنی تقریر کے دوران میں

عالمِ وجد میں آپؒ نے فرمایا ؎

انا الحسنی والمخدع مقامی = واقدامی علیٰ عنق الرجال

ترجمہ:- میں اولاد حسن سخی دی وچ مخدع دے ڈیرا
اولیانواں دی گردن اتے قدم رہوے گا میرا

آپؒ کی یہ کرامت مِن جانب اللہ تھی۔ مشرق و مغرب میں تمام اہل کمال نے آپؒ کی آواز سن لی۔ روئے زمین کے سب اگلے پچھلے اولیائے کرامؒ خواہ وہ عالم ناسوت میں تھے یا عالم ارواح میں اس فرمان ذی شان پر اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں اور غوث پاکؒ کے قدم مبارک کو اپنی گردن پر تسلیم فرمایا مگر شیخ صنعانؒ نے آپؒ کے اس حکم پر گردن نہ جھکائی۔ شیخ پر گردش چھا گئی اور ایک پارسن (مجوسی) لڑکی کے عشق میں گرفتار ہوگئے۔

حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ شیخ صنعانؒ کے مرید تھے۔ وہ حضرت غوث پاک سید عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں بغداد شریف حاضر ہوئے اور رو رو کر اپنے مرشد کا قصور معاف کرایا۔ چنانچہ شیخ صنعانؒ کا رتبہ دوبارہ بحال ہوا اور وہ پارسن لڑکی بھی مسلمان ہو گئی۔ اس کتاب میں بھی دراصل آپ نے غوث پاکؒ کی منقبت بیان فرمائی ہے۔ یہ ۱۲۷۴ھ کی تصنیف ہے اور (۱۵۸۲) اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب ہر قسم کی لفظی صنعت گری سے پُر ہے اور صنائع بدائع میں اپنی مثال آپ ہے اگرچہ مشکل ہے مگر دلچسپ ہے اور حضرت میاں صاحبؒ کی علمی فضیلت کی مظہر ہے۔

چند اشعار بطور نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں ؎

لڑکی بک کلا لال والی شیخ ہوراں نے ڈٹھی
سوہنی / ہیرسیالی / سسیوں / شیروں / شکروں مٹھی

چندن بدن / سہلی دیہی / نازک شاخ چنبیلی
بدر منیر چمکدا چہرہ بے نظیر اکیلی
شیخ جدوں اس شوخ نظر دل ڈٹھا اکھیں پٹ کے
اینونکر ٹھٹھا جیویں پتنگا ویکھ شمع دل پھٹکے
شیخ ہوراں گل جنجوں پایا خرقہ لاہ جلایا
کعبہ قبلہ دین سچے دا چیتا دلوں بھلایا
آخر شیخ ہویا جد اس دا / جاتوس مرد بھلیرا
دلبر دے دل پئی محبت اٹھیا درد گھنیرا
کہندی شیخا! مُہر دتے بن کم نہ ہوندا تیرا
بدلے زر دے خوکاں سندا اجڑ چرائیں میرا
شیخ ہوراں فرمائش منی جو دلبر فرمائی
خدمت خوک چراون والی برس دساں تک چائی

جب فریدالدین عطارؒ کی گریہ زاری سے غوث الاعظمؒ ان کے مرشد شیخ صنعانؒ کا قصور معاف فرماتے ہیں تو شیخ صنعان بغداد سے کئی میل دور اپنی کافرہ محبوبہ کے پاس محو دیدار تھے کہ اچانک جنجو توڑ کر اور اسے تڑپتا چھوڑ کر فوراً بغداد شریف پہنچ کر غوث پاک کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور سچے دل سے تائب ہو جاتے ہیں۔

نگاہ غوثؒ نے انہیں پہلے سے بھی کہیں زیادہ اونچے عہدے پر فائز کر دیا۔ محبوب سبحانیؒ نے دوسری نگاہ اس پارسی لڑکی کی طرف فرمائی تو وہ آپؒ کی توجہ سے مسلمان ہو گئی۔ آپؒ نے شیخ صنعان کو حکم دیا کہ فوراً اپنی محبوبہ کے پاس پہنچو کہ ع

دم دے نہ جائے ہستی ، ناپائیدار دیکھ

یابقول میر تقی میر :-

ٹک میرؔ جگر سوختہ کی جلد خبر لے
کیا یار بھروسہ ہے چراغِ سَحَری کا

جب شیخ صنعانؒ اپنے مریدوں کے ہمراہ بغداد شریف سے اپنی محبوبہ کے پاس پہنچے تو وہ فرشِ خاک پر تڑپ رہی تھی۔

شیخ شتاب پڑھایا کلمہ غل پیا وچ یاراں
اوہ بت کافر داخل ہوئی اندر اہل اسراراں

تصوف :-

نیر مجازی اندر اوہ سی سچی بوند حقانوں
رلی سمندر / میں کی آکھاں ایہہ اسرار زبانوں
ایسے لوک گئے اس جگ توں اساں نہیں بہہ رہناں
ماتم کرو محمدؒ ایتھے کاہنوں ہس ہس بہناں

پنجابی ادب کے مشہور شاعر حضرت احمد یارؒ کے اس مصرعہ کے جواب میں کہ ع

قلم میری نوکند وچھیرا دسدی تاء گھنیرے

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ

احمد یارؒ خضرؑ تھیں پائی سبزی باغ سخن دی
مینوں میرے پیر ہن بخشی عجب بہار چمن دی
کلک میری اک ہرن ختن دا ملن نہ دئے وچھیرے
ہر جنگل کستوری حلے چھنڈ دی جائے چوفیرے

دھونسا شعر محمدؒ والا آ کھریا ہن باندا
احمد یارؒ قبر وچ سن سن انگل ٹک ٹک کھاندا
باراں سو چوہتر آ ہے سن تاریخ لکھاواں
نام محمدؒ شاعر سندا عاجز شخص نتھاواں
چھپے کوہ پربت جہلم گھاٹوں کھڑی ملک وچ ڈیرا
پاک مقام اک پیرا شاہی اوہ ہے مولد میرا
لا الہٰ الا اللہ محمد رسول اللہ

(۴) نیرنگ عشق :-

آپؒ کی یہ کتاب غنیمت کنجاہی کی فارسی مثنوی کا پنجابی ترجمہ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو فارسی ادب سے بے پناہ لگاؤ تھا اور یہ کہ آپ نظامی گنجوی اور غنیمت کنجاہی جیسے بلند مرتبہ حضرات سے نہ صرف متاثر تھے بلکہ ان کی عقابی پرواز پر کمندیں بھی ڈالتے تھے۔ آپ کی اس کتاب کا سال تصنیف ۱۲۷۵ ھجری ہے اور اس میں خوب روانی ہے اگرچہ آپ نے اسے فارسی سے پنجابی میں ڈھالا ہے لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ مثنوی پنجابی میں آپ کی اپنی تخلیق ہے۔ گویا آپؒ نے اس کام میں اپنے فکر وفن کا لوہا منوا لیا ۔

غنیمت کنجاہی کی یہ مثنوی نہ صرف فارسی کی عمدہ مثنویوں کی صف میں شامل ہے بلکہ فارس کے اہل زبان شعراء اور ادباء سے خراج تحسین بھی حاصل کر چکی ہے۔ اس لحاظ سے ہمیں بجا طور پر فخر ہے کہ ہمارا صوفی شاعر " عارف کھڑی" آسمان ادب کے نہایت ہی درخشندہ ستاروں پر کمندیں ڈالتا رہا ہے اور کبھی ناکام نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ آج آفاق عالم میں اس کی شخصیت اور اس کے فن کا ڈنکا بج رہا ہے۔ اس کتاب میں بھی آپ کا وہی فلسفہ کارفرما ہے جو دوسری تصانیف میں ہے۔

نمونہ کلام :-

تصوف :-

نہ پھر اس کو رہی پرواہ شاہد = ہوا سر تا قدم خود جائے شاہد
خلیلؑ آخر ہوا ملک یقیں کا = مقر لا احبّ الافلین کا
ڈٹھا روشن جمال اللہ واحد = ٹٹا اوہ بت جو ہے سی غیر شاہد

حیاداری :-

نگاہ دی اونہاں چوری جستجو سی = نیناں دے نال دوہاں گفتگو سی
محبت دی تپش دے دل نوں جوش = حیا مڑ مڑ کہے خاموش خاموش

(۵) شاہ منصورؒ :-

"عارف کھڑیؒ" نے یہ قصہ ۱۲۷۵ھ میں "سی حرفی" کی صورت میں لکھا۔ حضرت شاہ منصورؒ ہمارے تصوف کا ایک حصہ بن گئے ہیں۔ اگرچہ آپؒ ایک متنازعہ شخصیت ہیں لیکن پھر بھی صوفیائے کرام کے نزدیک آپؒ کو اہم مقام حاصل ہے۔ آپ اس دور میں جبکہ انسان کی آزادی رائے اور خودی کو کچلا جا رہا تھا وہ خودی کی ایک علامت بن کر ابھرے۔ گو نعرہ تو "اناالحق" کا تھا لیکن اصل میں مطلب یہ تھا کہ میں باطل خداؤں کو خاطر میں نہیں لاتا۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا رومؒ / شیخ فریدالدین عطارؒ / شاہ شمس تبریزؒ اور علامہ اقبالؒ جیسے بلند درجہ متصوفین نے منصورؒ کو بوجوہ پسند فرمایا ہے۔ "شاہ منصورؒ" حضرت میاں محمد بخش صاحب عارف کھڑیؒ کا بھی پسندیدہ اور توانا کردار ہے۔

ارشاد فرماتے ہیں :-

ح :- حق منصور حسینؒ والی اگے عشق دی بات سناوساں میں
متے عاشقاں دی گل آکھنے تھیں ذرہ عشق حقانیوں پاوساں میں
کیتا ایہہ سوال پیاریاں نے خاطر دوستاں دی جھٹ لاوساں میں
جتھے ہوگ محمدؒ چنگ دبی کھلاں پھوک کے اگ دکھاوساں میں

"سیف الملوک" میں شاہ منصورؒ کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

شاہ منصورؒ انا الحق کہندا کیوں نہیں شرمایا
توہیں محرم یار محمدؒ کہندا کون پرایا
جاں ایہہ سایہ دور ہٹایا سچ نکلے منصوروںؒ
میں ونجے تاں فیر محمدؒ کون کہے توں دوروں

(۶) قصہ شیریں فرہاد :-

یہ کتاب آپؒ نے ۱۲۷۶ھ میں تصنیف فرمائی اس میں کل (۱۱۲۵) اشعار ہیں اور پنجابی زبان میں ہے اس کتاب میں آپؒ نے اپنے پڑھنے والوں کو اپنے روایتی انداز میں چین کے شہزادے فرہاد اور خسرو پرویز کی محبوبہ شیریں کی رومانوی داستان سنائی ہے اور اس داستان کے ذریعے محنت مشقت اور جہد مسلسل اختیار کرنے کا سبق دیا ہے۔ آپ نے اس قصہ کے رقم کرنے میں نہ صرف نظامی گنجویؒ اور امیر خسروؒ دہلوی کی مثنویوں کو مدنظر رکھا ہے بلکہ ہاشم شاہؒ کے قصہ "شیریں فرہاد" کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔ یہ قصہ نہایت سلیس رواں اور دلچسپ ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو :-

Scanned with CamScanner

فلسفہ عشق و تصوف :-

جس دل اندر عشق دی اگ ذرہ اک ہو
جانے اوہ محمدؐ سڑ دا جگ سبھو
شیریں ول فرہاد دا ایسا ہویا دھیان
اپنا آپ محمدؐ نہ وچ رہیا دھیان
اوہ شیریں دے عشق نوں ستا سی گل لا
بیٹھا سی فرہاد دا چیتا دلوں بھلا

ھ :- رانجھے وچہ سما محمدؐ چھٹی ہیر جنجالوں

عظمت انسان :-

پاک خداوند سرجیا آدم ڈاہڈی شے
ہمت دا لک بنھ کے جدھر لگ پئے
پٹ پہاڑاں سٹدا دریا سادہ لئے
کرے حساب آسمان دا غیبی خبر لئے
کردا چھیک زمین نوں جاں پڑ مل لئے
سخت مصیبت عشق دی اوہ بھی سر سہے

محنت و مشقت کی ترغیب :-

زور لگا کے کڈھنا دیہی دا پر سے
دساں نوہاندی کھٹ کے مولا کھانی دے
بیٹھ نکمے کھاوناں کم نمرداں دے
کھٹن مرد محمدؐ ہر کوئی کھاوے لے

فرہاد چین کے بادشاہ خاقان کا خوبصورت بیٹا تھا۔ تعلیم و تربیت کے بعد اس کی طبیعت سنگ تراشی اور مصوری یعنی فن صنم سازی کی طرف مائل ہو گئی۔ باپ نے سمجھایا مگر باز نہ آیا اور تنگ آ کر ملک روم میں چلا گیا وہاں سے پھر پھراتا ایران میں آ پہنچا یہاں شیریں پر عاشق ہو گیا جو خسرو پرویز کی محبوبہ تھی۔ خسرو کو معلوم ہوا تو اس نے اسے دیوانہ جان کر کوہ بسیتوں سے شیریں کے لیے نہر نکالنے پر لگا دیا۔ وہ اپنے ٹھوس ارادے اور غیر متزلزل یقین کے ساتھ اپنے تیشے سے شب و روز پہاڑ کھودنے میں مصروف ہو گیا۔ بھلا کسے یقین تھا کہ فرہاد سچ مچ ایک نہ ایک دن کامیاب ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سنگلاخ فولادی پہاڑ نے اس کی ہمت کے سامنے اپنا سینہ چاک کر دیا اور نہر جاری ہو گئی۔

خسرو کو خبر ہوئی تو اس نے ایک منحوس صورت حبشی کے ذریعے فرہاد کو شیریں کی موت کی جھوٹی خبر پہنچا دی جس کے صدمہ سے اس نے اپنا تیشہ پیر فلک کی طرف فضا میں بلند پھینکا جو اس کے سر پر آ گرا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ شاید یہ اس کا حیلہ تھا کہ عشق میں میرا مرنا خودکشی میں شمار نہ ہو۔ حضرت میاں صاحبؒ نے اس داستان میں جو سوز و غم بھرا ہے۔ واللہ یہ انہی کا کام ہے۔

گیا شہزادہ چین دا موج عشق دی مان
موت نہ سچیاں عاشقاں زندے لامکان

مرگاں ڈھائیں ماریاں گج گج روندے شیر
ویکھ پکھیروں تڑفدے ڈگن آن چوفیر
حوراں پکھی جھلدیاں لے بہشت ہواء
کردے چھاں محمدؒ ملک آسمانی آء
شیریں نوں اس حال دی ہوئی جدوں خبر
دوڑی تتی تاولی کھلی سیاپے کر
میرے کارن اوس نے جھلے کیڈے قہر
رج نہ مینوں تکیوس ساری وچہ عمر
جتنا شیریں واسطے رونا سی فرہاد
شیریں روئی اوتنی ہنجھوں کجھ زیاد
بادشہانی رسم دی کیتی منزل گور
کھڑیا خوب نوہاں کے وانگ مہراجاں ٹور
ہائے ہائے کس کم آوسی میرا حسن جمال
روساں تینوں سجناں اٹھے پہر سنبھال
دفن کیتوس فرہاد نوں خوب بنائیوس گور
اوپر روضہ چاڑھیا بادشہانے طور
خلق زیارت آوندی دیندا رب مراد
جگ ویران محمدؒ عاشق سدا آباد

شیخ نظامی گنجویؒ نالے خسرو امیرؒ
شیریں خسرو دوہاندے نسخے دیکھ فقیر

قصہ جوڑ بنایا عقلوں کر تدبیر
وانگن ہاشم شاہ دے نہیں غیبی تقریر

نوٹ :- اس کتاب کے جن اشعار میں آپؒ نے دوسرے شعراء کو خراج عقیدت پیش کیا ہے اور آخر میں اپنا پتہ بتایا ہے اسی کتاب کے مضمون "شخصیت اور فکروفن" مین ملاحظہ فرمائیں۔

(۷) سیف الملوک :-

آپ کی ساتویں کتاب " سیف الملوک " ہے جس کا تعارف کچھ تو ہو چکا ہے اور کچھ اگلے صفحات میں ہو گا کیونکہ اس زیرنظر کتاب کا بنیادی موضوع " میاں محمد بخش ایک آفاقی شاعر" ہے جو سیف الملوک ہی کا مرہون منت ہے۔ البتہ آپ کی کتابوں پر تبصرہ کے اس مضمون میں آپؒ کی اس کتاب کے متعلق مندرجہ ذیل چند سطور کافی ہیں۔

اس لافانی کتاب کا سال تصنیف رمضان المبارک ۱۲۷۹ ھجری بمطابق ۶۳ - ۱۸۶۲ ھجری ہے۔ اس حسن و عشق کی داستان سدا بہار کی تکمیل کے وقت موسم بہار کا تھا اور مصنف کی عمر بھی ۲۳ سال تھی جبکہ آدمی پر بھرپور جوانی کا وقت ہوتا ہے۔ یہ کتاب " قصہ سیف الملوک و پری بدیع الجمال " ایک شہزادے اور پری کی قدیم عشقیہ داستان پر مشتمل ہے اور پنجابی ادب کی ایک بے مثال مثنوی ہے جو کل (۹۲۴۸) اشعار پر مشتمل ہے۔

یہ کتاب اپنا اور اپنے مصنف کا تعارف اس طرح کراتی ہے۔ -

نام کتاب :-

ناز نیاز تے سفر عاشق دا اس قصے وچ آیا
" سفر العشق" محمد بخشاؒ نام دلیلوں پایا
بات مجازی رمز حقانی ون وناں دی کاٹھی
" سفرالعشق " کتاب بنائی سیف چھپی وچہ لاٹھی

سال تصنیف :-

سن مبارک ہجری دساں باراں سے ست دا ہے
ست اے دو ہور محمدؒ اپر اس تھیں آہے
۱۲۰۰ + (۷ x ۱۰) + (۷ + ۲) = سنہ ۱۲۷۹ ھ
ماہ رمضان مبارک اندر وقت بہار گلابی
(سفرالعشق) مکانی مولا ہووس فضل جنابی

عمر مصنف بوقت تصنیف سیف الملوک :-

عمر مصنف دی تد آہی تن داہے تن یکے
بھین وڈی فرماندی ایہو پتے ربے نوں پکے
(۳ x ۱۰) + (۱ + ۱ + ۱) = ۳۳ سال

سکونت :-

جہلم گھاٹوں پربت پاسے میرپور تھیں دکھن
کھڑی ملک وچ لوڑن جہڑے طلب بندے دی رکھن
(سیف الملوک)

(۸) تحفہ رسولیہؒ :-

یہ کتاب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات پر مشتمل ہے۔ اس کا اصل ماخذ ملا معین کاشفیؒ کی شہرہ آفاق کتاب " معارج النبوت" ہے جو سیرۃ طیبہ کی ایک بلند پایہ مستند کتاب ہے۔ حضرت میاں صاحبؒ نے " تحفہ رسولیہؒ " میں جہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان گنت اہم معجزات بیان فرمائے ہیں وہاں سیرۃ پاک کے کئی دوسرے پہلو بھی سامنے لائے ہیں۔ مختصراً یہ کہ آپؒ کی یہ کتاب سرکار دو جہان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور سیرۃ طیبہ پر ایک نہایت ہی عمدہ کتاب ہے۔ جو پنجابی اشعار میں ہے۔ اور اس میں حضرت میاں صاحب کے علم کا استدلالی رنگ خوب نمایاں ہے۔ گویا کتاب ٹھوس روائتوں پر مبنی ہے۔ یہ کتاب سنہ ۱۲۸۱ ھ کی تصنیف ہے جو سنہ ۱۲۸۴ ھ میں پہلی بار طبع ہوئی اس کے اشعار کی کل تعداد (۲۴۵۰) ہے۔
چیدہ چیدہ اشعار بطور نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس مبارک :-

بہت پسند کریندے آہے حضرتؐ چٹا باناں
سبز سیاہ محمد بخشاؒ کدے کدائیں لاناں
پاک نبیؐ پگ بنھدے آہے گول مدور گردے
عربی لوگ بنھن پگ اینویں وانگر ٹوپی سردے

طرفہ پگ مبارک یارو حضرتؐ دی اک آہی
جنگ چڑھن تاں سر پر رکھن دو جگ جس دی شاہی
ٹوپی بیٹھ اتے پگ اتے رکھدے سنو نشانی
کدے ہکلی ٹوپی سر تے تاج جیویں سلطانی
تھوڑی دی نعلین مبارک پاک نبیؐ سن پاندے
سرخ ہووے یا زرد محمدؐ سبز سیاہ نہ لاندے
جوڑا پاک نبیؐ دا یارو جو ہے تاج سراں دا
قیمت اس دی دو جگ نالوں اچی مالک پاندا
مہر چھاپ نبیؐ دی آہی روپا چاندی سادی
سونا لعل زمرد ناہی نہ کوئی چیز زیادی
ہتھ سجے نوں لاندے آہے نا ُلے لاون کھبے
اسے طرح لگاون سنت لاؤ جس نوں لبھے

خوردونوش :-

وقت ضرورت کھاندے آہے حضرتؐ جے کجھ کھاناں
رج نہ کھاون پیٹ سکاون کرن نہ من دا بھاناں
کھاناں بہت جواں دی روٹی ہور جو اگے رکھن
چیز حلال اٹھاون لقمہ تھوڑا پہلے چکھن
عرق چھوہارے دا سن پیندے لیکن اتنا بھائی
جس تھیں مستی ذرہ نہ آوے نہ کجھ ہووے خطائی

عرق گلاں دا ورتن حضرتؐ ناں پھر کرن مناہی
سرمہ پاون عطر لگاون بہتر کہن گواہی
جو جو چیز ہووے بدبوئی اسنوں انگ نہ لاندے
ہنگ حلال ۔ امت تے شاید آپؐ نہ آہے کھاندے
ایہو حکم پیازاں تھوماں خبر کتابیں کر دے
شیر شکر تے شہدوں مٹھے کم نبی سرورؐ دے
ہر ہر لقمے نال کریندے حمد ثناء الٰہی
کھاناں پیناں اسدا حکمت اللہ کارن آہی
ٹھنڈے مٹھے شربت والی چیز نبیؐ نوں بھاتی
پانی شہد رلا کے پیون کدے کدے دوہد پانی
دوہد نرا تے شہد نرا بھی کدیں کدائیں کھاندے
ماکھیوں دی پر صفت زیادہ بہوں آہے فرماندے
پانی پین کھلو کے یارو منع نبیؐ نے کیتا
کھاناں کھا اتوں چپ پانی حضرتؐ کدی نہ پیتا
تھوڑی نیندر کردے آہے حضرتؐ سر سلطاناں
غلبہ بہت کرے جد نیندر کوئی دم پاسا لاناں
یارب سائیاں تدھ وڈیایاں دتیاں اوس حبیبؐ
نام اوہدے دا رکھ محابا بخشیں میں غریبے
ہویا تم رسولیؐ تحفہ روز قمر دے فجری
باراں سے اکاسی آہا سن مبارک ہجری
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

(۹) گلزار فقر:۔

اس کتاب کا ذکر آپؒ نے اپنی کتاب " مرزا صاحباں" میں کیا ہے لیکن یہ کتاب تاحال ناپید ہے اس لیے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ نظم میں ہے یا نثر میں فارسی میں ہے یا پنجابی میں ممکن ہے صوفیائے کرام کے تذکرہ پر مشتمل ہو مگر تلاش کے باوجود نہیں مل سکی۔

(۱۰) سخی خواص خان:۔

یہ کتاب شیر شاہ سوری کی کنیز کے بہادر اور غیور بیٹے سخی خواص خان کی کہانی پر مشتمل ہے جو آپ نے ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء میں سی حرفی کی صورت میں لکھی۔ اس کی زندگی اور شہادت کے کارنامے کا مختصر سا ذکر تاریخ روہتاس میں بھی ملتا ہے ملاحظہ ہو " تاریخ روہتاس اور حالات قلعہ " مصنفہ منیر محمد صفدر حسین ساکن روہتاس صفحہ نمبر (۱۲۱) دروازے کی مغربی بنیاد میں پائے کے ساتھ سخی خواص خان کا مزار ہے جس میں خواص خان کا سر اور خون ہے جس کی نسبت سے اس دروازے کا نام " خواص خوانی" ہے۔ حضرت میاں صاحب نے سخی خواص خان کے پسندیدہ اوصاف کو موضوع سخن بنا کر اس عزم وہمت کے پیکر کو خراج تحسین پیش کیا ہے جو ایک کنیز کا بیٹا ہو کر خداداد قابلیت سے ترقی کرتا ہوا اپنے زمانے کا عظیم جرنیل بن گیا اور بلند نصب العین کی خاطر اپنی جان قربان کر دی۔

(۱۱) مرزا صاحباں:۔

پنجاب کے مشہور عشقیہ قصوں میں سے ایک قصہ" مرزا صاحباں" کا

بھی ہے جسے کئی شعراء نے اپنے قلم کا موضوع بنایا ہے اور اچھے سے اچھے انداز میں بیان کرنے پر زور لگایا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت میاں صاحبؒ نے اسے بھی اپنی دیگر تصنیفات کی طرح نہایت عمدگی سے نبھایا ہے۔ آپ کی شاعری میں غالباً یہ سب سے زیادہ مشکل کتاب ہے۔ میں حیران ہوں کہ بعض تبصرہ نگاروں نے اس کتاب کو کیونکر سلیس اور رواں دواں اشعار پر مبنی قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ ساری کتاب شروع سے آخر تک صنائع بدائع پر مشتمل ہے۔ صنعت تجنیس / صنعت ایہام / صنعت مقلوب اور بے شمار ذو معنی الفاظ اس کتاب کی جان ہیں۔ البتہ آپکی یہ کتاب بھی آپ کے مخصوص انداز فکر وفن کی آئینہ دار ہے اس کا سال تصنیف ۱۲۸۸ھ ہے اور تعداد اشعار (۱۶۴۷) ہے۔

کہانی وہی روائیتی اور رومانوی ہے جو سب نے لکھی ہے۔ اس کی بحر ہیر وارث شاہ کی طرح لمبی ہے۔

نمونہ کلام:۔

مرزا:۔

بار بار شاباش ملک بار دے نوں جتھے بار خدائے دا کرم ہویا
دنجل کھرل دے جمیا خان مرزا خان دان روشن سچا جرم ہویا
مرازا خان دا حسن بیان کرنا نہیں آوندا لکھ بیان اندر
ہیرا ہرن سی بار دیوچ آیا جدی دھم گئی دھم جہان اندر
مرزے خان دا جمدیاں باپ مویا مائی گھل دتا انھوں نانکے جی
جھڑک چاچیاں تائیاں دی ماں کوئی کدے سہن نہ دیندیا جانکے جی
مرزے خان نوں مامیاں پڑھن پایا تیز طبع تے فہم رسا ڈٹھا
اگے صاحباں جس مسیت آہی اوہو درس سی اوس بھی آ ڈٹھا

صاحباں :-

کھیوہ نام ۔ آہا مہر ملک مگھیانیاں جھنگ دے وچہ نامی
ماہناں ال تے ذات سیال ہے سی مَن تابع اوسدی خاص عامی
بیٹی اوسدی میر شمشیر آہی دُھنی تیر نیزے تلوار دی جی
زور مندپٹے بند ہادیاں دے دم ۔ رستمی دا نت مار دی جی
دنبوں پکڑ پٹاکدی چتریاں نوں ہرن ہاردی وقت شکار دی جی
شمشیر دے وقت دلیر ایسی گویا شیر آہی ساندر بار دی جی
پری زاد آزاد دلشاد دسدی نقش وانگ حوراں متواریاں دے
طبع چست زبان درست ہوئی بول کوئلاں بول سنواریاں دے
ہن صاحباں ماپیاں پڑھن پائی مکتب عقل والے ہشیار میاں
کر شکر شکر کھڑی نقد نالے کچھ نذر ۔ نالے دستار میاں
سرو باغ اندر جیویں دسدا ای دسے صاحباں وچ سہیلیاں دے
حلقہ گوش آہے کئی ہوش والے دنگاں اسدیاں سادیاں پیلیاں دے
مرزے صاحباں نے اوس درس اندر جدوں! کدوجے دل تکیا سی
اچن چیت بھڑا ئیکے نین خونی ہتھیں اپنے زہر نوں پھکیا سی
اوس بھارنوں اونہاں چا ہتھ پایا جہنوں عرش بھی چا نہ سکیا سی
نک الف تے میم دہان دے تھیں سبق ام کتاب داپکیا سی
اکھ کھرل دی رکھ کٹار ماری دل صاحباں دے پایا پھٹ یارو
تیز تیغ تلوار سی نک اچا گیا جگر کلیجڑہ کٹ یارو
اگوں صاحباں جنگ تے لک بدھا رب خوب سامان بنا دتا
دوئے نین بندوق بنا ئیکے تے اپنے پھٹ دا قرض چکا دتا

اک دوسرے نظر چرا ویکھن لکھن پڑھن دا فکر گنوا دتا
اکھر عشق والا جدوں واچیاسی عقل فکر دا نقش بجھا دتا
دل سکدے سکدے دک گئے کیہڑا اکھیاں نوں رکھے ہوڑ میاں
ڈول ڈول دی چاہ دی چاہ پے لج لج دی نوں وچوں توڑ میاں
پے جمدے غم دی لہر اندر پیڑی صبر دالی بیٹھے بوڑ میاں
رہیا دس نہ کجھ محمدا ؟ جے رکھن دوستی تھیں داگاں موڑ میاں

◀ اس کتاب میں آپؒ نے جس آخری نظم میں اپنا پتہ تحریر فرمایا ہے اس میں اپنی (اسوقت تک لکھی ہوئی) تمام کتابوں کا ذکر بھی کر دیا ہے۔ آپؒ کے ہنر کی یہ بھی ایک بہت بڑی خوبی ہے۔

(۱۲) سسی پنوں :-

سسی پنوں کی رومانوی کہانی کو میاں صاحبؒ نے اس طرح نہیں لکھا جس طرح دیگر قصوں کو کتابی شکل دی ہے بلکہ اسے تصوف کے رنگ میں صرف ایک سی حرفی کے تیس (۳۰) بند میں پنجابی زبان میں منظو فرمایا ہے اور یہ سی حرفی آپؒ کے پنج گنج میں شامل ہے اس کے ہر بند میں کوئی نہ کوئی قرآنی آیت یا حدیث ضرور شامل کی گئی ہے اور اس کے اشعار کی بحر بھی نرالی ہے۔ قصہ سسی پنوں مختصراً یہ ہے کہ آدم جام والیئے بھمبھور کے گھر میں ایک بے حد خوبصورت لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام سسی رکھا گیا۔ نجومیوں نے خبر دی کہ ۱۱ / ۱۲ سال کی عمر میں یہ کسی شہزادے کے عشق میں بستلا ہوگی یہ سن کر باپ نے اسے قتل کر دینا چاہا لیکن دانشمندوں نے مشورہ دیا کہ قتل کرنے کی بجائے اسے کسی (Water Proof) صندوق میں رکھ کر دریا میں بہا دیا جائے۔ چنانچہ آدم جام نے ایسا ہی کیا۔ وہ صندوق دریا میں بہتا ہوا اسی علاقہ کے " اتا " دھوبی

کے ہاتھ میں آ گیا وہ اور اس کی بیوی "سسی" کو پا کر بہت خوش ہوئے جب وہ جوان ہوئی تو ہر طرف اس کے حسن کی دھوم مچ گئی بڑے بڑے شہزادے رشتہ مانگنے کیلئے "اتے" دھوبی کے پاس آنے لگے حتیٰ کہ آدم جام "سسی" کے باپ نے بھی لاعلمی میں "سسی" کا رشتہ اپنے لیے مانگ بھیجا۔ اب "سسی" کو اپنے باپ کی طرف خط لکھ کر بتانا پڑ گیا کہ اے باپ میں تیری بیٹی ہوں۔ توبہ کر اس خیال سے جو تجھے میرے ساتھ شادی کرنے کا آیا ہے۔ باپ نے رو رو کر خدا سے معافی مانگی وہ اپنے کیے پر سخت نادم ہوا اس نے اپنا لاکھی باغ "سسی" کے نام کر دیا اور اب وہ وہاں رہنے لگی۔

پنوں علی خان سلطان والیئے کیچ مکران کا سندر بیٹا تھا جو سسی پر عاشق ہو چکا تھا۔ بھنبور کے لاکھی باغ میں اس کی ملاقات سسی سے ہو گئی۔ سسی اور پنوں دونوں اپنی ملاقات سے بے حد مسرور تھے وہ اس ملاقات میں دنیا و مافیھا سے بے نیاز ہو کر پیار و محبت میں مصروف تھے کہ فلک کج رفتار کو ان کی یہ خوشی اور آپس میں مل بیٹھنا ایک آنکھ نہ بھایا۔

◄ پنوں کے باپ علی خان سلطان کو جب پتہ چلا کہ پنوں تو سسی کے پاس چلا گیا ہے تو اس نے فوراً پنوں کے بھائیوں کو بلوچ شتربانوں کا قافلہ تیار کر کے ان کے ساتھ روانہ کیا کہ بہرصورت پنوں کو بھنبور سے واپس لے آؤ چنانچہ وہ سسی کے لاکھی باغ میں عین اس وقت پہنچے جب سسی اور پنوں کی غلبۂ نیند سے آنکھ لگ چکی تھی۔ بلوچوں نے چپکے سے سوئے ہوئے پنوں خان کو اٹھا کر کجاوے میں سوار کر لیا اور کس کر باندھ دیا اور اسے لیکر کیچ مکران کی طرف روانہ ہو گئے ادھر سسی کی جب آنکھ کھلی تو رخت حیات لٹ چکا تھا۔ اس طرح پنوں جب کجاوے میں جاگا تو قافلہ میلوں کا سفر طے کر چکا تھا۔

جے اک قدم گرے کوئی سالک پچھے کسے مقاموں
شائید فیر نہ پہنچے ثاقب اتھے سو اقداموں

◄ پنوں بھائیوں کے ترلے لیتا رہا لیکن انہوں نے ایک نہ سنی۔ بالآخر وہ رسے توڑنے میں کامیاب ہو گیا اور تڑپ کر اونٹ سے نیچے گر پڑا۔ چنانچہ ادھر سے سسی اور ادھر سے پنوں دونوں ایک دوسرے کو تھل کے تپتے ریگستانوں میں تلاش کرتے رہے۔ جب دونوں میں سے ایک جاں بحق ہو گیا تو دوسرے نے کھوج لگاتے ہوئے عین اسی جگہ پہنچ کر جہاں پہلے نے اپنا دم توڑا تھا اس نے بھی اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔

یہ ہے "سیف الملوک" کے اس شعر کی تشریح ؎

باپ زلیخا قید کرائی ندی روڑھائی سسی
پنوں بھائیاں بنھ چلایا گل نہ جاندی دسی

(ماخوذ از آئینہ سلوک مطالب سیف الملوک یکے از تصانیف راقم)

یہاں یہ قصہ مختصر الفاظ میں اس لیے بیان کر دیا گیا ہے کہ پنج گنج میں حضرت میاں صاحبؒ کی ساتویں سی حرفی بعنوان "سسی پنوں" جو قصے کی بجائے ایک سی حرفی ہے اس کے مطالب سمجھنے میں مدد گار ثابت ہو۔

(۱۳) پنج گنج:۔

پنج گنج میں عموماً پانچ سی حرفیاں ہوتی ہیں اور یہ پنجابی ادب میں بہت پرانی روائیتی صنف ہے لیکن آپؒ نے اس میں کل سات سی حرفیاں اور ایک باراں ماہ شامل کیا ہے۔ پانچ سی حرفیاں تو مسلسل ایک ہی روائتی بحر میں ہیں۔ لیکن چھٹی سی حرفی چھوٹی بحر میں ترکھے انداز میں پڑھی جانے والی تحریر فرمائی ہے دراصل یہ سی حرفی بحضور سید عبدالقادر جیلانیؒ ان کے معتقد مرید کی فریاد کی صورت میں ہے اور وہ مرید خود میاں صاحبؒ ہیں ساتویں سی حرفی "سسی پنوں" کے نام سے ہے اور اس کے بعد ایک باراں ماہ ہے۔

◄ پہلی پانچ سی حرفیوں کا موضوع دنیاکی بے ثباتی ، عقبیٰ کا دوام ، تصوف و معرفت اور وحدت الوجود ہے۔ نیز ہجروفراق ، پندونصائح اور مرشد سے عقیدت کے موضوعات بھی ان میں شامل ہیں۔ یہ چھوٹی سی لازوال کتاب ۱۳۰۴ ھ کی تصنیف ہے اس کے اشعار کی کل تعداد ۴۱۶ ہے۔

نمونہ کلام :۔

الف)

اوہ جہان توں لد گئے جنہاں کیتیاں نیک کمائیاں نے
سوہنے سادرڑے چیریاں والڑے جی پئے دفن کیتے ہتھیں بھائیاں نے
ناراں چھوڑ پیاریاں کنت چلے پت چھپ گئے سٹ مائیاں نے
بھتیاں دیر محمدؒ وداع کیتے یاراں دوستاں نے خاکاں پائیاں نے

ث)

ثابت نہیں جہان اندر دم دم دے وچ جدائیاں نے
ندی نیر چلے نہیں پھیر مڑناں کانگاں روندیاں سر تلوائیاں نے
رکھاں نال میوے فیر کس میلے سنو بینسری نے کوکاں پائیاں نے
چلن ہار محمدؒ جگ سارا کہو کس دیاں یاریاں لائیاں نے

ح)

حال دیکھو باغاں سادیاں دا جتھے پھل رہے گل لاڑے نی
اج پھلاں تے پھلاں دا مان کردے بھلکے دچھڑ جاسن پتر ڈالڑے نی
پیلے رنگ ہوئے کیڑے انگ لگے پئے فکر دچھوڑیاں والڑے نی
کیتا کوچ محمدؒ اگلیاں نے جھلے جدوں خزاں دے پالڑے نی

ط)

طوق پایا گل شوق والا ہور ذوق جہان دے تج کے جی
ہودے کی چالا کرے کون ٹالہ دھونسا کوچ والا گیا وج کے جی
ڈبے بھاگ جاں اٹھ سہاگ چلے پھڑی واگ ناہیں تتی بھج کے جی
گھڑی کل محمدؒ دل آہی بیٹھے رل ناہیں اسیں رج کے جی

د)

دس رہیاں، کھیڈ ہس رہیاں، متیں دس رہیاں، نیناں روندیاں نوں
جان تنگ ہئی، موت منگ رہی، رات لنگ گئی، بیلے بھوندیاں نوں
دے شہرپیا ، لہرولہرپیا ، کہیا قہر پیا ، سکھ سوندیاں نوں
لگی سانگ محمدؒ وانگ سسی چڑھ کانگ ڈھکی بیڑی ڈھونڈیاں نوں

◄ سی حرفی ششم کا نمونہ کلام

الف)

آمیراںؒ تک حال میں — اس مشکل سخت بے حال میں
بن تیرے اوٹ پناہ نہیں — میں عاجز او گنہار دی

ب)

بہت ظہیر خوار ہاں — سب خلقت تھیں بریار ہاں
میرے جرم حسابوں باہرے — نہیں گنتر لکھ ھزار دی

ح)

حد ہوئی تاں بولیا — اس مرض گناہوں رولیا
توں آ طبیبا حاذقا — کر کاری میں بیمار دی

س)

سنگ سہیلی ساتھ ناں — اس ندی ڈھنگھیری ہاتھ ناں
میں باہیں ترن نہ جان دی — کون آنے کشتی پار دی

ش)

شام پئی دن ڈبیا — میرا گڈا چکڑ کھبیا
سب ساتھی شہریں جاوڑے — مینوں آئی رات اجاڑ دی

(۱۴) ہدایت المسلمین :-

اس کتاب کا سن تحریر ۱۳۰۹ھ ہے۔ ہر چند کہ آپؒ فرقہ واریت کی جنگ سے بالاتر تھے تاہم جب مسلک وہابیت کی وباء عام ہو گئی تو آپؒ کے ایک ارادتمند نے اس کتاب کے لکھنے کی گزارش کی جس کے بارے میں آپؒ نے کتاب کے آخری ورق میں یوں ارشاد فرمایا ہے:-

وچ پٹھوار علاقہ بیول پنڈ اک نام پنڈوڑی
نام محمد بخش اک عالم جس ایہہ خواہش لوڑی

چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں تقریباً دو ہزار اشعار پر بنی یہ کتاب پنجابی میں تصنیف فرما کر اس میدان میں مخالف مسلک کے فریق کے دانت کھٹے کر دیے اور جہاد بالقلم کے ذریعے "قرآن وحدیث" کے اسلحے کے ساتھ فتحیاب ہو کر نکلے۔ آپؒ نے اس کتاب میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے افکار وعقائد کا قرآن وسنت کی روشنی میں اور علمائے اہل سنت والجماعت کی بلند پایہ کتب کے حوالہ جات سے رد پیش کیا ہے اس لیے پہلے اس کتاب کا نام "رد وہابیت" رکھا تھا لیکن بعد میں "ہدایت المسلمین" رکھ دیا۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ کا بحر علم ہر شعبہ میں موجزن تھا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ

اس کتاب کا ترجمہ اردو نثر میں کیا جائے تاکہ عام لوگ بھی مستفید ہو سکیں۔

نمونہ کلام :-

قصد میرا اس نظم کرن تھیں ناہیں شعر وکھاون
نہ کوئی بحث جدال کسے سنگ نہ کجھ ویر کماون
باب الفتن اندر مشکوتے کہے حذیفہؓ راوی
نالے ابوداؤد ایہہ مسلئہ اچھی طرح سناوی
ہر مضل اتے ہر فتنہ جو اٹھسی وچہ سالاں
حضرتؐ خبر سنائی سب دی اصحاباںؓ خوشحالاں
تیک قیامت ظاہر ہوسن جو فرقے بے دینے
جبری قدری تے معتزلی نجدی بے یقینے
اہل حقاں نوں طعنے مارن حقوں آپ کنارے
رب دیاں یاراں دے جو منکر قہر الٰہی مارے
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

(۱۵) تذکرہ مقیمی :-

یہ کتاب فارسی نظم ونثر میں ہے اور اس کا سال تصنیف ۱۳۲۴ھ ہے کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے اس کا پہلا حصہ جس کا نام "تذکرہ مقیمی" ہے احمد علی بن سید محمد صادق بن سید محمد آمین مغفور حسینی استر آبادی کا لکھا ہوا ہے جبکہ دوسرا حصہ "تذکرہ قلندریؒ" ہے جس کے مؤلف ومصنف حضرت میاں محمد بخشؒ ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ پہلے حصے میں اولیائے حجرہ شاہ مقیم کا تذکرہ ہے جس کے مصنف سید احمد علی موصوف ہیں اور دوسرے حصے

Scanned with CamScanner

میں جس کے مصنف آپؒ ہیں حضرت پیرا شاہ غازی قلندرؒ کے سلسلہ کے اولیائے کرام کا تذکرہ ہے۔ یہ کتاب مکمل صورت میں یعنی دونوں حصوں پر مشتمل ساری کی ساری ابھی تک طبع نہیں ہو سکی ہے۔ ٹھیکیدار ملک محمد صاحبؒ جہلمی مرحوم نے اس کتاب کے دوسرے حصہ کا اردو ترجمہ "بوستان قلندریؒ" کے نام سے طبع کرایا تھا۔ الحمدللہ کہ "بوستان قلندر" ہر جگہ دستیاب ہے جس سے لوگ مستفید ہو رہے ہیں۔ ملک صاحبؒ کا یہ کارنامہ سدا زندہ رہے گا۔ (انشاء اللہ)

بقول سید سبط الحسن ضیغم "تذکرہ مقیمی" کا پہلا حصہ ۱۱۷۲ھ میں تالیف ہوا جبکہ دوسرے حصہ کا سال تصنیف ۱۲۷۴ھ ہے البتہ اس کے متن کے اندر ۱۲۲۰ھ کے واقعات کا سراغ ملتا ہے لیکن اس کی تالیف کا سال ۱۲۷۴ھ ہی تسلیم کرنا پڑے گا۔

اس کا سال تصنیف جناب شفیع عقیل صاحب کے مطابق ۱۳۲۴ھ ہے جو مشکوک ہے۔

(۱۶) ہیر رانجھا :-

یہ کتاب اس عنوان کے مکمل قصہ پر مشتمل نہیں ہے بلکہ یہ ایک چٹھی ہے جو ہیر کی طرف سے رانجھا کے نام ہے اور اس کتاب کا نام "چٹھی ہیر رانجھا" ہے آج کل یہ کتاب "شیخ صنعان" کے ساتھ صفحہ ۴۵ تا ۸۶ صرف ۴۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ (اگر بقول سید سبط الحسن ضیغم تذکرہ مقیمی کا دوسرا حصہ جس کے مؤلف آپؒ ہیں اس کا سال تالیف ۱۲۷۴ھ درست ہے تو پھر بقول ڈاکٹر اظہر حسین صاحب "چٹھی ہیر رانجھا" حضرت میاں صاحبؒ کی آخری کتاب ہے جو ۱۳۱۵ھ میں لکھی گئی۔)

اس میں (۱۲۱) رباعیاں اور ایک سی حرفی کے تیس (۳۰) مخمس شامل ہیں۔ اس لحاظ سے اس کتاب کے کل اشعار کی تعداد (۳۱۷) بنتی ہے۔

◄ اسی کتاب کی ایک رباعی کے مطابق عزیز احمد چوہدری (ایم اے۔ ایم فل) نے اپنی کتاب (میاں محمد بخشؒ احوال و آثار) کے صفحہ نمبر ۱۵ بعنوان "ولادت" میں میاں صاحبؒ کی پیدائش کا سال ۱۲۴۷ھ بمطابق ۳۲۔۱۸۳۱ء قرار دیا ہے اور "سیف الملوک" کے جس شعر سے آپکی عمر بوقت تکمیل سیف الملوک ۳۳ سال ثابت ہوتی ہے اور ولادت ۱۲۴۶ھ بنتی ہے اسکے مطابق سال ولادت کو غلط قرار دیا ہے۔ موصوف اپنی دلیل میں فرماتے ہیں کہ "سیف الملوک" کے شعر میں احتمال کی گنجائش ہے جبکہ "چٹھی ہیر رانجھا" کی آخر رباعی میں غلطی کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔ راقم نے اپنی کتاب "آئینہ سلوک مطالب سیف الملوک" کے صفحہ نمبر ۱۷۳ میں بحوالہ "سیف الملوک" سن ولادت کو درست قرار دیا ہے۔ جو ۱۲۴۶ھ ہے۔ جہاں تک احتمال یا شبہ پیدا ہونے کا تعلق ہے ہر دو مقام پر موجود ہے بلکہ اول الذکر مقام کی نسبت دوسرے مقام پر احتمال کی گنجائش زیادہ ہے دونوں کتابوں کے زیر بحث مضمون پر مشتمل اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

ولادت بحوالہ سیف الملوک :-

سن مبارک ہجری دساں باراں سے ست دا ہے
ست اتے دو ہور محمدؒ اوپر اس تھیں آہے
ماہ رمضان مبارک اندر وقت بہار گلابی
" سفرالعشق" مکائی مولا ہووس فضل جنابی

عمر مصنف دی تد آہی تن داہے تن یکے
بھین وڈی فرماندی ایہو پتے ربے نوں پکے

ان اشعار کے مطابق آپؒ کا سال ولادت رمضان المبارک موسم بہار ۱۲۴۶ھ بمطابق مارچ ۱۸۳۱ء بنتا ہے۔ کیونکہ عورتیں عموماً موسم کے لحاظ سے یا عیدوں شبقدروں کے حساب سے اپنا عندیہ بتایا کرتی ہیں۔ بڑی بھین نے بتایا کہ محمد بخش! جب تم پیدا ہوئے تھے تو آجکل جیسا ہی موسم تھا اور اس رمضان میں آپ ۳۳ سال کے ہو گئے ہیں۔ کیونکہ تم رمضان ہی میں پیدا ہوئے تھے۔ جب قاعدہ تقویم سے دریافت کیا تو واقعی ہی ۳۳ سال پیچھے ۱۲۴۶ھ کا رمضان المبارک ۱۸۳۱ء کے مارچ اپریل میں گزرا جو موسم بہار کا زمانہ تھا۔

بھینؒ نے رمضان المبارک سے ۳۳ سال پیچھے رمضان المبارک تک اور موسم بہار سے ۳۳ سال پیچھے موسم بہار تک حساب لگا کر بتایا کہ تم ۳۳ سال کے ہوئے ہو۔ رہا یہ کہ آپؒ نے مصرعہ میں فرمایا ہے کہ "پتے ربے نوں پکے" جس سے احتمال کی گنجائش نکلنے کا عزیز احمد چوہدری نے ذکر کیا ہے تو اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ حضرت میاں صاحب کے یہ الفاظ " واللہ اعلم بالصواب" کے قائم مقام ہیں ان الفاظ سے شک کا کیا واسطہ حقیقت حال سے تو بہرصورت خداوندتعالیٰ ہی واقف ہوتا ہے اگرچہ کتنی ہی ٹھوس بات کی جائے۔ پھر یہ بات کہنی کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے ثواب میں بھی شامل ہے۔

ولادت بحوالہ چٹھی ہیر رانجھا:۔

تیراں سے تے پندراں سی سن ہجری جدوں ایہہ رباعیاں آئیاں نی
موضع پنجنی بیٹھ کے نظم کیتی جتھے بہت کماں پھیڑاں پائیاں نی

داہے چھ تے اٹھ ہے عمر گزری ہوشاں ہمتاں وچ خطائیاں نی
جھ شرم محمداؔ پیر نوں جی جیندے کرم اتے آساں لائیاں نی

اس رباعی کے لحاظ سے ۱۳۱۵ھ میں آپ کی عمر ۶۸ سال تھی اور اگر ۶۸ سال ہم پیچھے کی طرف چلیں تو سال ولادت ۱۲۴۷ھ بنتا ہے لیکن موسم بہار اور رمضان المبارک کا ثبوت کہاں سے لائیں گے۔ اس رباعی میں تو اس کا ذکر ہی نہیں اور پھر رباعی کے تیسرے مصرعے کے اس حصہ پر غور کریں کہ " ہوشاں ہمتاں وچ خطائیاں نی " یہاں تو شبہ کی گنجائش بھی " پتے ربے نوں پکے" سے کہیں زیادہ ہے۔

لہذا " سیف الملوک" سے حاصل ہونے والا سال ولادت رمضان ۱۲۴۶ھ بمطابق مارچ ۱۸۳۱ء درست ہے اور مشہور بھی ہے۔

▶ اس مطبوعہ اور منضبط کلام کے علاوہ بھی آپؒ کا غیر مطبوعہ کلام کہیں کہیں بکھرا ہوا ملتا ہے مثلاً ملک محمد صاحبؒ ٹھیکیدار جہلمی مرحوم ومغفور نے آپؒ کی سوانح عمری میں متعدد شعری ٹکڑوں کا حوالہ دیا ہے جو ان مکتوبات کے حصے ہیں جو آنجناب وقتاً فوقتاً اپنے ارادت مندوں کو یا اہلکاران حکومت کو لکھتے رہتے تھے۔

▶ اس کے علاوہ صاحبزادہ میاں محمد سکندر صاحب نے اپنی تصنیف "عارف کھڑی" حصہ دوم میں ہماری توجہ آنجنابؒ کی مندرجہ ذیل نظموں کی طرف دلائی ہے۔

۱۔ گلزار مقیمی:۔ ۳۱ صفحات کے اس چھوٹے سے کتابچے میں چند شجرے اور کرسی نامے درج ہیں۔

Scanned with CamScanner

۲۔ ترجمہ وتشریح قصیدہ غوثیہ منظوم درفارسی از جناب میاں صاحبؒ ۔

۳۔ ترجمہ منظوم پنجابی قصیدہ الضب (درشان حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ از میاں صاحبؒ)

۴۔ ترجمہ شرح قصیدہ بردہ شریف پنجابی :- اسے بھی حضرت میاں صاحبؒ سے منسوب کیا گیا ہے جبکہ دوسرے کئی شعرا کے ترجمے بھی اسی قسم کے ہیں اور اگر مقابلتاً پڑھے جائیں تو معمولی لفظوں کے ہیر پھیر سے بالکل ایک ہی جیسے معلوم ہوتے ہیں۔ بہرحال حضرت میاں صاحبؒ نے ہر میدان میں اپنے قلم کی جولانیاں دکھائی ہیں۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ آپ فطری اور آفاقی شاعر ہیں۔ نیز آپ کا فن سدا بہار اور لازوال ہے۔

یوسفؑ زلیخا (سورۃ یوسف کی تفسیر)

حرمین شریفین کی زیارت / فریضہ حج کی ادائیگی اور دیار حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاک بوسی کے شرف سے مشرف ہو کر واپس آنے کے بعد راقم نے بفضل تعالیٰ اللہ سب سے پہلے جو کام سرانجام دیا وہ اس کتاب کی تصنیف و تالیف ہے۔ یہ کتاب پنجابی شاعری میں منظوم اور پرکیف و پرسرور ہے۔ اپنے مقامی کتب فروشوں سے طلب کیجئے اور اسے ضرور پڑھیئے۔ (محمد خلیل ثاقب)

باب ۵ سیف الملوک

قصہ کا مختصر ترین خلاصہ

میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ ایک باکمال مرد مومن اور برگزیدہ ولی اللہ ہونے کے علاوہ ایک عظیم نقاش فطرت صوفی شاعر بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ عارف کھڑیؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ یوں تو آپؒ نے بہت سی کتابیں لکھیں جن کی فہرست آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ لیکن جو شہرت قصہ سیف الملوک کو حاصل ہے کسی اور تصنیف کے حصہ میں نہیں آئی۔ " سفرالعشق المعروف قصہ سیف الملوک وبدیع الجمال" آپ کی مشہور زمانہ پنجابی مثنوی ہے جسے ہمارے ہاں وہی مقام حاصل ہے جو فارسی میں مثنوی مولانا رومؒ کا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس کی زبان فارسی نظم ہے اور یہ پہاڑی اور پوٹھوہاری پنجابی میں منظوم ہے۔ وہ مختلف حکایات کی صورت میں ہے اور یہ ایک مسلسل داستان جس کے دامن میں چند ایک اور کہانیاں بھی شامل ہیں۔ وہ تیرھویں صدی عیسوی کی تخلیق ہے اور یہ انیسویں صدی کا شاہکار ورنہ ان میں مماثلت کے کئی پہلو ہیں مثلاً یہ کہ دونوں ہی اپنے اپنے مقام پر مسلمانوں کے دور انحطاط کی داستان غم کی پیداوار ہیں جو اپنے پرتاثیر اور پرسوز انداز بیان میں اعلیٰ اخلاقی قدروں، عظیم نصب العین اور انسان دوستی کے درس کی علمبردار ہیں۔ دونوں عظیم مثنویوں کا مرکزی مضمون حسن و عشق اور تصوف ہے اور دونوں کے مصنف عارف اہل ولایت بلند درجہ متصوف تھے۔ مولانا روم سلسلہ ء کوہ " بلخ پامیر" کے دامن میں واقعہ شہر بلخ میں پیدا ہوئے اور روم میں لعل بدخشاں بن کر چمکے جس کی وجہ سے مولانا رومؒ کہلائے جبکہ حضرت میاں محمد بخش سلسلہ ہائے

کوہ ہمالیہ کے دامن میں واقع علاقہ کھڑی (میرپور) آزاد کی زرخیز مٹی کے فرزند تھے جو وطن عزیز کے دور ظلمات میں فانوس بن کر چمکے اور "عارف کھڑیؒ" کے لقب سے مشہور ہوئے۔

◄ اگرچہ میاں صاحبؒ کی دیگر کتب بھی فنی لحاظ سے معیاری ہیں لیکن "قصہ سیف الملوک" آپ کے تمام تر فنی کمالات کا آئینہ دار ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جو آپ کی شہرت عام اور بقائے دوام کی علمبردار ہے۔ آئیے ہم دیکھیں کہ اس قصہ کا خلاصہ کیا ہے۔

◄ لوگ پوچھتے ہیں کہ آیا یہ قصہ حقیقی ہے یا فرضی؟ اور یہ کہ وادیء کاغان میں واقع "جھیل سیف الملوک" اسی مصری شہزادے کے نام پر مشہور ہے یا کسی اور شخص کی وجہ سے؟

اس کا جواب صرف یہ ہے کہ آپ اس قصہ کو حقیقی جان کر پڑھیں کیونکہ مصنف نے اس کا تعلق آسمانی کتاب زبور سے بتایا ہے۔ قرآن مجید میں بھی بعض محیر العقول قصوں کا ذکر ہے کیا عجب کہ یہ بھی آسمانی کتاب سے ماخوذ ہو۔ اسی طرح "جھیل سیف الملوک" کا تعلق یا اس کے نام کا سبب بھی شہزادہ سیف الملوک ہی سمجھیں۔ اس قصہ کے بعض تبصرہ نگاروں اور نقادوں نے جو صرف چند ایک ہی ہیں اگرچہ ہمارے اس بیان کے برعکس لکھا ہے لیکن ہم اپنے قوی دلائل سے ان کے خیالات کو مسترد کر سکتے ہیں۔ میاں صاحبؒ کا مصری شاہزادہ جو امت سلیمانیؑ میں ملت ابراہیمیؑ کا ایک فرد تھا ہماری تحقیق میں ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً ۸۶۰ء قبل مسیح بحیرۂ ہند کو عبور کر کے چین کے ساحل پر جا پہنچا۔ وہاں سے استنبول جانے کیلئے واپس پلٹا تو بیڑے شکستہ ہو گئے۔ پھر پیادہ پا گھومتا پھرتا رہا۔ کیا عجب کہ وہ اس دشت پیمائی میں "جھیل سیف الملوک" پر بھی آ پہنچا ہو یا بدیع الجمال کو پالینے کے بعد شہزادہ اور شاہ پری سیر و تفریح کرتے دونوں ادھر آ نکلے ہوں اور میرے دیس کی اس جھیل

کے دلکش منظر سے بھی لطف اندوز ہوتے ہوں۔[6]

وطن میرے دی سیر کرن لئی کسدا نہیں دل کردا
چشمے ندیاں صاف سیمابوں پانی حوض کوثر دا
کیا تعجب شاہزادہ بھی اتول آیا ہووے
نال پری اس جھیل کافانی جل وچ نہایا ہووے

(خلیل ثاقب)

◄ شہزادہ سیف الملوک عاصم بن صفوان بادشاہ مصر کا اکلوتا بیٹا تھا جو اس کے ہاں بڑھاپے میں پیدا ہوا۔ باسٹھ سال کی عمر تک عاصم شاہ بے اولاد رہا جبکہ وہ ایک وسیع و عریض سلطنت کا مالک تھا جسکی ماتحتی میں چالیس ریاستوں کے حکمران باجگزار تھے۔ بادشاہ کو اپنی بے اولادی کا صدمہ کھائے جا رہا تھا وہ دن رات اپنی بدنصیبی پر کڑھتا رہتا حتیٰ کہ اس نے خلوت گزینی اختیار کر لی اور کاروبار حکومت اپنی ملکہ اور وزراء کے سپرد کر دیئے۔ نیک نہاد وزیروں نے بادشاہ کو حوصلہ دیا اور نجومیوں کو بلوا کر بادشاہ کی قسمت کے ستاروں کا حساب دیکھنے کا حکم دیا۔ نجومیوں نے شاہ کے نجم سعادت کو دیکھ کر ایک سعادت مند بیٹے کی خوشخبری دی۔ "اگر بادشاہ سلامت شاہ بدخشاں کی بیٹی سے شادی کریں تو اسکے بطن سے ایک طویل العمر نیک شہزادہ پیدا ہونے کا ستارا طلوع ہو چکا ہے"[7]

شاہ بدخشاں دی جے بیٹی عاصم شاہ نوں لبھے
اس وچوں رب بیٹا دیسی ہوسن صفتاں سبھے

◄ یہ خوشخبری ملتے ہی بادشاہ تخت پر آ بیٹھا اور اپنے دانشمند وزیر صالح بن حمید کو مصر سے وفد کی صورت میں رشتہ کی خواستگاری کے لیے بدخشاں کے بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ شاہ بدخشاں نے اپنی بیٹی کا رشتہ بصد خوشی عاصم شاہ کو دے دیا اور شہزادی کو اسکی خوبصورت سہیلی سمیت بے شمار قیمتی

تحائف کے ساتھ صالح بن حمید کے ہمراہ مصر میں بھیج دیا۔ عاصم شاہ نے بدخشانی شہزادی کے ساتھ دھوم دھام سے شادی کرلی۔ ادھر صالح بن حمید کا دل شہزادی کی سہیلی کے حسن وجمال نے موہ لیا۔ اور وہ اس کے ہجرو فراق میں دن رات کڑھنے لگا۔ بادشاہ کو پتہ چلا تو اس نے اس کنیز کا رشتہ اپنے وزیر کو دے دیا۔ اس طرح شاہ اور وزیر دونوں جو کہ اولاد سے محروم تھے ایک نئی امید کے ساتھ اپنی نئی بیگمات کے بدخشانی نور سے شاہی محلات کو منور کر کے شراب زندگی کی پرکیف صراحیوں کے جام سے مسرور ہونے لگے اور کاروبار سلطنت بھی رواں دواں ہو گیا۔

◄ اگلے سال بادشاہ اور وزیر دونوں کے ہاں ایک ہی روز ایک ہی رات اور ایک ہی ساعت میں چاند سے دو فرزند پیدا ہوئے۔ بادشاہ کے ہاں سیف الملوک اور وزیر کے ہاں صاعد ۔ خوشی کے اس موقع پر دوسرے ملکوں کے بادشاہوں نے عاصم شاہ کو کئی طرح کے بیش قیمت تحفے بھیجے جن میں یمن کے بادشاہ نے سیف۔جمشیدی کا تحفہ بھیجا۔ یہ وہ تلوار تھی۔جو ایران کا قدیم بادشاہ جمشید خوشی کے تہوار مناتے وقت مسلح ہو کر اپنے پہلو میں لٹکایا کرتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس طویل العمر بادشاہ نے ایران پر کم وبیش سات سو سال حکومت کی۔ جام جم کی تلمیح آج تک مشہور ہے۔ یہ ایک پیالہ تھا جس میں وہ ملکوں کے حالات و واقعات آئینے کی طرح دیکھ لیتا تھا۔ عاصم شاہ کو سیف۔جمشیدی کا تحفہ اتنا پسند آیا کہ اپنے نو مولود شہزادے کا ہاتھ اس تلوار کے قبضہ پر رکھ کر اس کا نام "سیف الملوک" رکھ دیا یعنی "بادشاہوں کی تلوار" اور وزیر نے اپنے بیٹے کا نام پیدائش کی نیک ساعت کی مناسبت سے "صاصد" رکھ دیا۔

◄ دونوں کی پرورش کیلئے شہر سے باہر کھلی فضا اور پرامن ماحول میں ایک وسیع خوبصورت اور پررونق باغ مختص کیا گیا۔ جہاں ان کی ہمہ جہت تعلیم و تربیت کیلئے قابل ترین استاد اور ہر فن کے ماہر اتالیق مقرر کیے گئے۔ اسکے علاوہ

کئی خوبصورت اور خوش اخلاق کنیزیں اور بے شمار خدام ادب جو شب و روز انکی خدمت پر کمربستہ رہیں مامور کیے گئے ۔ یہ سلسلہ چودہ سال تک جاری رہا حتیٰ کہ دونوں ہر فن مولا ہو گئے لیکن شہزادہ ہر صفت میں صاعد سے کچھ زیادہ تھا۔ ماہرین تعلیم کی تدریس اور اہل فن کی تربیت اور نگرانی نے جملہ علوم وفنون میں دونوں کو کندن بنا دیا۔ اس کے علاوہ کاروبار سیاست اور حکومت کے انتظامی وانصرامی امور میں بھی دونوں ماہر ہوگئے۔

◄ جب شہزادہ سیف الملوک چودہ برس کا ہوا تو اس نے اپنے شاہی باغ میں اپنے باپ عاصم شاہ اور اس کی حکومت کے تمام امراؤ وزراء اور شہر کے سارے روؤسا کی ایک پرتکلف ضیافت کا اہتمام کیا جس کے انتظام میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ معزز مہمانوں کی خاطر جہاں ان کے شایان شان عمدہ خوردونوش کا انتظام کیا وہاں ان کے مزاج کے مطابق خوشی و انبساط اور عیش ونشاط کے تفریحی مشاغل کا بندوبست بھی کیا۔ عاصم شاہ اپنے جواں سال بیٹے کے فہم وفراست / دانش مندی اور انتظامی صلاحیتوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اسے بیش قیمت تحائف عطا فرمائے۔

◄ ان تحفوں میں تابوت سکینہ کی طرح کا ایک خوشنما سہزی ڈبہ بھی موجود تھا جو سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دور کے عظیم مصری بادشاہ صفوان بہادر کو تحفہ کر کے بھیجا تھا اور تاکید فرمائی تھی کہ اسے اپنے پوتے تک ضرور منتقل کرتے رہنا۔ اس وقت سیف الملوک کے باپ عاصم شاہ کی عمر تقریباً دس سال تھی جو اپنے باپ صفوان بہادر کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ صفوان نے عاصم شاہ کی تاجپوشی کے وقت یہ تحفہ اسے دیا تھا اور اب عاصم شاہ نے یہ امانت جوں کی توں اپنے نورنظر شہزادے سیف الملوک کو عطا کر دی۔

◄ سیف الملوک نے جشن ضیافت ختم ہونے کے بعد رات کو جب وہ صندل کی خوشبودار لکڑی کا بنا ہوا ڈبہ کھولا تو اس میں اسے کئی نادر تحفے دکھائی

دیئے جو تہہ بہ تہہ رکھے ہوئے تھے۔ وہ ہر تحفے کو غور سے دیکھتا گیا اور ایک طرف رکھتا گیا لیکن اس وقت اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب زربفت کے دو سچے رومالوں پر دو خوبصورت تصویریں برآمد ہوئیں جن کی روشنی سے کمرہ جگمگا اٹھا۔ شہزادے کی پہلی نظر نسوانی تصویر پر پڑی جو ایک خوبصورت پری نما شہزادی کی تھی۔ وہ اس کے حسن و جمال کی تجلی سے غش کھا کر گر پڑا۔ جب ہوش میں آیا تو اب اس کے ہاتھ میں دوسری تصویر تھی جو اس کی اپنی تھی۔ یہ تو اور بھی چونکا دنے والی بات تھی۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ میری تصویر ہو اس نے سوچا کہ یہ خوش نصیب کوئی اور شہزادہ ہوا ہوگا جسے اس ماہ لقا شہزادی کا وصل میسر رہا ہو۔ اس نے تصویر کو ذرا اوپر کیا تو اس کے نیچے سنہری حروف میں لکھی ہوئی یہ سطر روشن ہو گئی۔ "شہزادہ سیف الملوک مصری بن عاصم شاہ بن صفوان بہادر شاہ مصر"۔ اب اسے پوری طرح یقین ہوگیا کہ یہ تو میں ہی ہوں۔ شہزادے نے بصد کوشش اپنے ہوش و حواس قائم رکھتے ہوئے شہزادی کی تصور کو پھر غور سے دیکھا تو ایسے محسوس کیا کہ وہ اسے اپنی جانب کھینچ رہی ہے شاہ پری کی مورت سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ امید افزاء تھی، غمزوں کے تیر دل میں اتر رہے تھے اور اسکی زلفوں کے کمند گرداگرد گھیرا ڈال رہے تھے۔ اس تصویر کے نیچے بھی ایک سنہری سطر میں کچھ لکھا تھا جسے شہزادے نے غور سے پڑھا اور بار بار پڑھا۔

"یہ شارستان سنہری کے باغ ارم کی شہزادی بدیع الجمال ہیں جو شاہ شاہپال بہادر بن شاہرخ کی دختر نیک اختر ہیں"۔ اگرچہ شہزادے کو اس بات کی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ یہ کیا معمہ ہے اور کس طرح کئی برس پہلے اس کی ہو بہو شکل سچے ریشمی کپڑے پر تیار کر لی گئی تھی۔ لیکن پری کے ساتھ اپنی تصویر کا موجود ہونا اسے اس بات کا یقین دلا رہا تھا کہ جس طرح یہ دونوں تصویریں اکٹھی چلی آ رہی ہیں بلاآخر ایک دن شہزادہ اور شہزادی دونوں مجسم صورت میں بھی یکجا ہو

کر رہیں گے۔ وہ دل و جان سے پری کی مورت پر عاشق ہوگیا۔ اسے رہ رہ کر یہی بات سوجھتی کہ یہ ایک آسمانی فیصلہ ہے اور آسمانی فیصلے بدلا نہیں کرتے اس کے یقین میں لحہ بہ لحہ اضافہ ہوتا گیا کہ وہ ایک نہ ایک دن ضرور پری کو پالے گا۔ اس نے بدیع الجمال کی تصویر کو بصد ادب چوم کر سینے سے لگا لیا اور پھر اسی کا ہو کر رہ گیا۔ "تو میری تصویر کے ساتھ مجھے ملی ہے، تو ضرور مجھے بلانے آئی ہے۔ اگر میں موجود ہوں تو تو بھی موجود ہے۔ میں نے تیرے اس حسین عکس کو اپنے دل و دماغ میں بٹھا لیا ہے اور اب میں قریہ قریہ / بستی بستی / دریا دریا / قلزم قلزم / صحرا صحرا اور پربت پربت غرضیکہ ہر جگہ تجھے تلاش کرونگا۔ اے دلکش مورت والی خوبصورت شہزادی! جب تک میں تیری صورت کو نہ پالوں۔ اے حسن ازل کے نور کی تجلی اور روشن صفات والی شاہ پری! جب تک میں تیری ذات کو نہ پالوں میں تجھ کو ہمیشہ ڈھونڈتا ہی رہوں گا۔"

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبین نیاز میں

◄ صبح ہوئی تو صاعد نے دیکھا کہ شہزادہ باغ میں بے ہوش پڑا ہے اس نے فوراً اپنے باپ صالح بن حمید کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا جس نے بڑے حوصلے سے بادشاہ اور ملکہ کو مطلع کیا۔ لیکن والدین کے دل کو جو صدمہ پہنچا اس نے شاہی محلات کی پرسکون فضا کو مکدر کر دیا وہ فوراً شہزادے کے پاس پہنچے عاصم شاہ نے شہزادے کے ہوش میں آنے تک خدا جانے کتنی گریہ زاری کی اور کتنی دعائیں مانگیں حتیٰ کہ تیسرے دن شہزادہ ہوش میں آیا۔ لیکن مریض عشق تھا وہ دن بدن کمزور ہوتا گیا۔ بادشاہ نے ہزار جتن کیے مگر وہ پری کے عشق سے باز نہ آیا۔ وہ غم ہجراں میں سوکھ سوکھ کر لکڑی ہوگیا۔ کوئی علاج کارگر نہ ہوا نہ کسی دوا نے اثر کیا۔"

عاشق دا جو دارو دسے باجھ ملاپ سجن دے
اوہ سیانا جان انجاناں روگ نہ جانے من دے
مندے من دے روگ محمدؒ من دے نہیں دواواں
بید ہووے جے دلبر تائیں بیدن کھول سناواں

▶ ہر روز پند و نصیحت کے دفتر سن سن کر شاہزادہ تنگ آگیا۔ ایک دن اس نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا حضور مجھے روزانہ بے سود نصیحتیں کرنے اور ذہنی کوفت دینے کی بجائے اگر آپ ان تحفوں کے حاصل ہونے کی کہانی سنا دیں تو ممکن ہے کہ مجھے کچھ آفاقہ ہو اور روحانی سکون کی دولت میسر ہو۔ چنانچہ عاصم شاہ نے اسے بتایا کہ یہ تصویریں دو سلیمانیؑ شاہ مہرے ہیں جنکی مختصراً کہانی یہ ہے کہ

"ایک دن سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام کے حضور جن وانس کی مجلس میں حضرت یوسف علیہ السلام کی خوبصورتی کا ذکر خیر ہوا تو آپؑ نے دریافت فرمایا کہ آیا ان جیسا کوئی اور بھی خوبصورت ہوگا تو حاضرین میں سے زبور مقدس کے ایک کشف القلوب عالم نے بتایا کہ آپ کی نسل سے بدیع الجمال نام کی ایک شہزادی پیدا ہوگی جو شاہپال بن شاہرخ کی بیٹی ہوگی۔ وہ خوبصورتی میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قریب تر ہوگی۔ اور مصر کا ایک شاہزادہ جو صفوان بہادر کی نسل سے ہوگا غیب سے اس پر عاشق ہوجائے گا اور اس کی تلاش میں چل نکلے گا۔ اس سے آگے خدا بہتر جانتا ہے کہ کیا ہوگا یا پھر آپ ہم سے بہتر جانتے ہیں جو اللہ کے نبیؑ ہیں اور دانائے راز ہیں۔" یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک پری سے جو مصوری کے فن میں ماہر تھی اپنی نگرانی میں زربفت کے سچے کپڑے پر یہ دونوں شاہ مہرے تیار کرائے اور دیگر کئی بیش قیمت تحفوں کے ہمراہ ہمارے باپ صفوان بہادر کو صندل کے خوشبودار صندوق میں بھیج دیئے تاکہ نسل در نسل منتقل ہوتے رہیں۔ بیٹا! جس

روز تم نے ہماری ضیافت کا اہتمام فرمایا ہم تمہارا انتظام دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور یہ تحفے جو ہمارے پاس امانت کے طور پر موجود تھے تمہیں بھیج دیئے جن کی وجہ سے ہمیں یہ دن دیکھنا پڑا۔"

▶ سیف الملوک کو اس کہانی سے اتنا قلبی سکون حاصل ہوا کہ اس کا چہرہ تمتما اٹھا۔ بادشاہ نے سمجھا کہ اب شہزادہ ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن یہاں تو اندر ہی اندر عشق کی آگ اور بھی بھڑکنے لگی۔ شہزادے پر حقیقت منکشف ہو گئی۔ "پری میری ہے اور میں پری کا ہوں - - - - - - - - یہ کہانی ایک نہ ایک دن سچ ثابت ہوکر دو مورتوں کی بجائے دو صورتوں کی زندگی بن جائے گی۔"

اب وہ سفر پر جانے کیلئے تڑپنے لگا۔ لیکن والدین اجازت نہیں دے رہے تھے البتہ بادشاہ نے باغ ارم اور شارستان سنہری کا ملک دریافت کرنے اور بدیع الجمال کا کھوج لگانے کے لیے سینکڑوں سرکردہ لوگوں کو دوسرے ممالک میں بھیجا لیکن کوئی وفد بھی کامیابی کی اطلاع نہ لایا۔

▶ شہزدے کو وفود کی ناکام واپسی کا علم ہوا تو اس کی فکر میں اور بھی اضافہ ہوا۔ چنانچہ شب وروز محبوب کے ہجر وفراق کے غم میں گرفتار اپنے کے سبب شہزادہ سودائی ہوگیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ شہر کے گلی کوچوں کی خاک چھاننے لگا۔ عاصم شاہ کو بادشاہی ننگ و ناموس آڑے آیا اور یہ فکر بھی دامن گیر ہوئی کہ اس کا اکلوتا بیٹا کہیں کھوہ دریا میں چھلانگ لگا کر اپنی جان نہ کھو دے اسے پابہ زنجیر کر کے زندان میں اسیر کر دیا۔

▶ قید میں آہ و زاری کرتے اسے کئی دن گزر گئے آخر ایک دن خواب میں بدیع الجمال نے اپنے سچ مچ کے حسن بے مثال سے شہزادے کو اور بھی تڑپا دیا۔

عشقے دی ایہہ رسم قدیمی جلیاں نوں نت جالے
اگلے زخم نہ مولن دیندا ہور اتوں نت ڈالے

▶ شہزادہ خواب میں شاہپری کے قدموں سے لپٹ گیا اور رو رو کر اپنا

دکھڑا بیان کرنے لگا۔ پہلے تو بدیع الجمال نے اپنے پرلطف حسن بے مثال سے نوازا اور پھر یہ بشارت دی کہ اگر تو سچا عاشق ہے تو میری تلاش میں سفر اختیار کر کیونکہ سفر وسیلہ ظفر ہے۔ اگرچہ منزل دشوار ہے مگر ہمت کا بیڑا پار ہے۔ ایک نہ ایک دن تو ضرور مجھے پالے گا۔"

لوڑن والا رہیا نہ خالی لوڑ کیتی جس پکی
لوڑ کریندا جو مڑ آیا لوڑ اوہدی گن کچی

◀ شاہپری نے خواب میں شہزادے کو خوب تسلی دی اور فرمایا۔ "یہ نہ سمجھنا کہ ہم تم سے بے خبر ہیں بلکہ ہمیں تمہارے حال کی خبر ہے اور یہ کہ ہمیں تمہاری نسبت تمہاری الفت بھی زیادہ ہے۔"

مت جانیں معشوق میرے نوں مول نہیں پرواہاں
دل پر داغ تساڈا دائم میل محبت چاہاں
میں تے آپ محبت تیری تدھ تھیں کجھ زیادہ
تائیں آپ سداواں تینوں جھبدے آ شہزادہ

پھر پری نے فرمایا۔ "گو ہمارا پتہ تو پہلے سے ہی تمہارے پاس موجود ہے لیکن میں ایک بار پھر اسے دوہرا دیتی ہوں۔"

شاہ شاہپالے دی میں بیٹی پریاں دی شہزادی
حسن جمال میری ہے مائی مہر افروزہ دادی

(میاں صاحبؒ)

اصلوں رشتہ دار نہ کوئی ناتے سبھ صفاتی
لبھ لویں گا جے توں میری ایہہ اک رمز پچھاتی

(محمد خلیل ثاقبؔ)

◀ شاہزادے نے پوچھا ہمارے ملنے کا کیا طریقہ ہو سکتا ہے؟ اے میری محبوبہ! خدا کے لیے مجھے یہ بات ضرور بتا کر جانا۔ شہزادے کی اس گریہ زاری پر شاہپری نے ارشاد فرمایا"

خشکی رستے پہنچ نہ سکسیں ٹھیل ندی وچ پیڑے
لہر عشق دی مان محمد چھوڑ تمامی جھیڑے

◀ شاہ پری اپنی شریں زبان سے شہزادے کو یہ باتیں بتا رہی تھی کہ مارے خوشی کے اس کی آنکھ کھل گئی اور اس کی دیوانگی ختم ہوگئی۔ بادشاہ نے شہزادے کو قید سے رہا کر دیا کہ شائید اب ٹھیک ہو گیا ہے اور اس کے ذہن سے پری کا خیال نکل گیا ہے۔ لیکن وہ اپنی ضد پر بدستور قائم رہا کہ وہ اپنی محبوبہ کی تلاش میں سفر پر ضرور جائے گا۔

◀ جب وہ کسی طرح باز نہ آیا اور سفر پر جانے کیلئے مصر رہا تو بالآخر والدین نے اسے سفر کی اجازت دے دی۔ عاصم شاہ نے اس مقصد کے لیے سات بحری بیڑے تیار کرائے جو ہر قسم کے سامان سفر سے بھر دیئے۔ مثلاً سامان خوردونوش/ جنگی سازوسامان اور ھزاروں کی تعداد میں فوج۔ اس کے علاوہ نقد رقوم، مال ودولت، سونے چاندی کے زیورات اور بیش قیمت ملبوسات کے ان گنت صندوق بھی ہمراہ کر دیئے خدمت گاری کے لیے کنیزان ماہ لقا اور تفریحات کیلئے مطربان خوش نوا معہ سامان موسیقی شہزادے کے ہمراہ مامور کرتے ہوئے انہیں فرائض کی انجام دہی کی بھی تاکید کر دی۔ سیف الملوک اور صاعد کیلئے آئندہ چند سال تک جس جس چیز کی ضرورت پیش آنے کا امکان تھا سامان میں شامل کر دی۔ تمام بحری بیڑے شاہی محلات کے سامنے دریائے نیل کے کنار کھڑے شاہی حکم کے منتظر تھے۔ جب شہزادہ اور صاعد اپنے والدین اور عمائدین شہر سے مل کر فارغ ہوئے اور اپنے مخصوص شاہی جہاز پر سوار ہو چکے تو کوس رحلت بجا۔ تمام بیڑے فوراً حرکت میں آگئے اور سفر شروع ہو گیا۔"

جاں شہزادہ ہویا روانہ کیتی چھاں نشاناں
بادبان کھلے کر دتے سبھناں کشتی باناں
کھریا دھونسہ ٹریا ڈیرہ لگی چوٹ نقارے
وجے طرم اشارت ہوئی بیڑے ٹھلے سارے

▶ آٹھ مہینے کے ابتدائی پرسکون سفر کے بعد شاہزادہ چین کے ساحل پر جا اترا۔ اس جگہ کا نام عین الارض تھا۔ چین کے بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے فوراً اپنے آدمی بھیج کر شہزادے سے دریافت کیا کہ تو کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ اور اتنے لاؤ لشکر سمیت میرے ملک کے ساحل پر کیوں لنگرانداز ہوا ہے؟ اگر حملہ کی نیت ہے تو میں تیار ہوں اور اگر کوئی اور مہم درپیش ہے تو بھی مطلع کریں۔ شہزادے نے جواباً کہہ بھیجا کہ میں حملہ آور نہیں ہوں بلکہ اپنے ایک دلی مقصود کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ اس نے شہزادے کو اپنے دربار میں بلا بھیجا جہاں خود شاہ چین اور اسکی ملکہ نے سیف الملوک کا پرتپاک استقبال کیا۔ سیف الملوک نے انہیں اپنے سفر کی اصل غرض سے آگاہ کیا تو بادشاہ نے چین کے چند مشہور سیاحوں کو بلا کر شہزادے سے ان کی ملاقات کرائی جب ان پر صورت حال واضح ہوئی تو ان میں سے ایک بوڑھے چینی سیاح نے بتایا کہ میں کچھ عرصہ استنبول میں رہا ہوں وہاں کے لوگ آپس میں اکثر دیوؤں پریوں کے قصے سنایا کرتے تھے۔ ممکن ہے وہاں سے تمہیں باغ ارم اور شارستان سنہری کا کھوج مل جائے اور تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ۔

▶ سیف الملوک کو بوڑھے سیاح کی بات بہت پسند آئی۔ اُس نے چین کے بادشاہ فغفور اور اس کی ملکہ کا شکریہ ادا کیا اور رخصت کی اجازت لیکر استنبول روانہ ہوا۔ بحریہ کے آفیسر (امیرالبحر) نے شہزادے کو بتایا کہ استنبول جو اصل میں قسطنطنیہ ہے ترکی کا مشہور شہر ہے جو آبنائے باسفورس کے دونوں کناروں پر واقع ہے۔ اس لحاظ سے ہمیں تو بہت لمبا چکر پڑ گیا ہے۔ اگر پہلے کوئی

خبر ہوتی تو ہم مصر سے کب کے وہاں پہنچ چکے ہوتے۔ بہرصورت اب انہیں واپس ہونا تھا۔ اسلیئے چین سے استنبول جانے کا عزم کر لیا۔

▶ چھ ماہ کے مسلسل سفر کے بعد وہ ایک سرسبز ٹاپو میں پہنچے جہاں ذرا آرام کیا۔ اگرچہ اس جگہ پھلوں پھولوں/ سایہ دار درختوں/ ٹھنڈے چشموں اور قدرتی مناظر کی کمی نہ تھی لیکن خونخوار بھیڑیئے اور عظیم الجسہ (کوہ پیکر پکھیرد) بہت تھے جو سخت تنگ کرتے تھے۔ رات کی تاریکی میں سمندر سے مگرمچھ نکلتے جن کے منہ میں سمندری لعل ہوتے جو ماچس کی جلتی دیا سلائی کی طرح روشن دکھائی دیتے۔ اور وہ کنارے پر آ کر اپنا شکار تلاش کر کے سمندر میں لے جاتے۔ ایسی جگہ ٹھہرنا خطرے سے خالی نہ تھا اسلیئے وہاں سے چل دیئے اور اکیس دن تک مسلسل تیرتے رہے۔

▶ ایک دن اچانک زبردست آندھی اور بارش نے آ لیا۔ جھکڑ نے ایسا زور باندھا کہ سارا سمندر متلاطم ہو گیا اور لہریں کوہ قاف بن گئیں جن کے تھپیڑوں نے بیڑوں کو پاش پاش کر دیا۔ کشتیاں آپس میں ٹکرا کر ٹوٹ پھوٹ گئیں۔ یہ طوفان اٹھارہ دن تک جاری رہا۔ چالیس کشتیاں تو بالکل غرقاب ہو گئیں۔ دس ہزار جانیں تباہ ہو گئیں، اور اس سے کہیں زیادہ بچھڑ گئے، سامان خوردونوش بھی طوفان میں بہہ گیا۔ انیسویں دن جب موسم قدرے ٹھیک ہوا اور طوفان تھما تو شہزادے کو معلوم ہوا کہ صاعد جیسا باوفا محرم راز اور جگری دوست بھی جدا ہو گیا ہے تو اسے اس قدر صدمہ ہوا کہ وہ بےہوش ہو گیا اور کتنے ہی دن اسی حالت میں رہا۔ آخر وفادار خادموں کی پرخلوص دعاؤں اور علاج معالجہ کی کوششوں سے کئی دن بعد ہوش میں آیا۔

▶ شہزادہ اور اس کے بچے کھچے ساتھی خدا کے رحم وکرم پر کئی ماہ تک کھلے سمندر میں تیرتے رہے۔ بالآخر چھ ماہ کے بعد پھر ایک ٹاپو میں جا لگے جو ہرا بھرا اور پھلوں پھولوں سے لدا ہوا تھا۔ کئی دن کے بھوکے پیاسے تھے۔ ٹھنڈا پانی پیا

اور پھل کھائے، اور کچھ جہاز میں بھی بھر لیے۔ ابھی ایک آدھ دن بھی نہ ٹھہرے تھے کہ ایک کوہ پیکر پکھیرو آیا جو اپنے دونوں پنجوں میں شہزادے کے آٹھ آدمی لیکر اڑ گیا۔ دوسری طرف سے خونخوار بھیڑیے آ نکلے جنہوں نے گھوڑوں پر حملہ کر دیا۔ بڑی مشکل سے جان بچا کر کنارے پر آئے اور بیڑا سمندر میں دھکیل دیا۔

◄ دو مہینے گزرے کہ پھر ایک طوفان نے آ لیا۔ اس میں بھی کچھ ساتھی بچھڑ گئے اور بیڑا راستے سے بھٹک گیا جو کچھ دنوں بعد ایک سرسبز مگر خوف ناک ٹاپو کے کنارے جا لگا جہاں انہوں نے رات درختوں پر بسر کی۔ جونہی سورج غروب ہوا اور اندھیرا چھایا ندی سے اتنی دہشتناک بلائیں نکلیں کہ سب لرز گئے خدا کا شکر کہ درختوں پر تھے۔ یہ مختلف الاشکال جانور تھے۔ منہ سر گردن کی شکل تو کسی اور جانور کی تھی اور دھڑ کسی اور جانور کا۔ پھر مچھلیوں نے رات کو ندی سے سر باہر نکال کر سریلی آواز میں مل کر ایسا راگ الاپا کہ اس کی تاثیر سے ٹاپو میں آگ لگ گئی مگر صبح دیکھا تو آگ کا نشان بھی نہ تھا۔ اس جزیرہ میں مزید رکنا خطرہ سے خالی نہ تھا اس لیے یہاں سے علی الصبح ہی چل دیئے۔

◄ چار مہینے کا مسلسل سفر طے کرنے کے بعد ایک سمندری سنسار نے ان پر حملہ کر دیا جسکی ایک ہی ٹکر نے بیڑے کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ ایک حصہ تو سمندر میں کہیں لاپتہ ہو گیا اور دوسرے ٹکڑے پر شہزادہ اور اسکے ہمراہ صرف چالیس آدمی رہ گئے۔ اب بیڑے کا کوئی توازن نہ تھا اسلیے طوفانی لہروں کا مقابلہ کرنا مشکل تھا۔ لیکن تین دن کی مشکلات کے بعد ایک ٹاپو میں جا لگے جو بہت خوبصورت تھا اور پھلوں اور پھولوں سے پربہار تھا۔ مگر یہ دیکھ کر انہیں سخت تعجب ہوا کہ یہاں کے بعض درختوں کی شاخیں رات کو بجلی کی طرح روشن ہوتیں اور بعض کے پھل انسانی سر کے ہم شکل تھے جو رات کو درختوں سے نیچے گر پڑتے اور صبح پھر اپنے درختوں پر اپنی اپنی جگہ جا لگتے۔ یہ جزیرہ مالوہ کا

ذکر ہے جہاں کالی مرچ بہت پیدا ہوتی ہے اور یہ ہندوستان میں واقع ہے۔

ہندوستان ملک دی حد وچہ ہے اوہ ٹاپو لا لا
کہن جزیرہ مالوہ اس نوں نکیاں مرچاں والا

وہ ابھی اسی جزیرے میں تھے کہ ایک طرف سے سگ سروں یعنی سگ نما وحشی قوم کے لوگوں نے ان پر حملہ کر دیا مگر شہزادہ اور اس کے سپاہی جان بچا کر بھاگ نکلے اور تین دن تک پیدل چلتے رہے۔ آخر تھک ہار کر ایک سنگلاخ پہاڑ پر پہنچ کر دم لیا۔

◄ جب اس کوہ قاف سے دوسری جانب اترے تو تبت میں جا پہنچے جہاں انہیں بندروں نے گھیر لیا وہ انہیں اپنے بادشاہ کے پاس قلعہ میں لے گئے۔ یہ قلعہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی فوج کے لیے تعمیر کرایا تھا مگر کچھ عرصہ بعد انسانوں سے بندروں نے چھین لیا جو اب بندروں کے قبضہ میں تھا۔ ان کا بادشاہ فیروز شاہ آدم زاد تھا جو کوہ ہمالیہ کے دامن میں واقع ایک ریاست کے مہاراجہ کا بیٹا تھا۔ وہ ایک دن جنگل میں شکار کرنے نکلا تھا کہ بندروں کے ہاتھ لگ گیا۔ وہ اسے اٹھا کر قلعہ میں لے آئے اور اپنا بادشاہ بنا لیا۔ اسی طرح ان کا پہلا بادشاہ بھی آدم زاد تھا اس کی ایک لڑکی تھی جس سے فیروز شاہ نے شادی کر لی تھی۔ فیروز شاہ اور اسکی ملکہ نے جب سیف الملوک اور اسکے ساتھیوں کو دیکھا تو بنی آدم ہونے کے ناتے سے بہت خوش ہوئے اور ان کی بڑی عزت کی۔ دونوں شہزادوں نے ایک دوسرے کو اپنی اپنی صورت حال سے آگاہ کیا تو دونوں ہی ایک دوسرے سے بہت متاثر ہوئے۔ چند دن قیام کے بعد شہزادے نے یا جوجہ فیروز سے رخصت چاہی اور اپنے ساتھیوں سمیت پھر سفر پر چل پڑا۔

شاہ فیروز شہزادے تائیں رو رو رخصت کیتا
کہیوس جے رب پھیر لیاندوں ملسیں پیارے میتا

Scanned with CamScanner

◄ ایک ہفتہ متواتر پیدل سفر کے بعد ایک دن انہیں چالیس سگساروں یعنی سگ شکل قوم کے افراد نے آ گھیرا مگر یہ بہادری سے لڑے اور انہیں شکست دیکر ان کے ہتھیار بھی چھین لئے۔ پھر کئی جنگل اور پہاڑ عبور کر کے ایک ندی پر پہنچے جہاں لکڑیوں کا ٹلا تیار کیا اور پھر آبی راستے کے ذریعے اگلے سفر پر روانہ ہوئے۔

◄ ایک دن انہیں دور سے سمندر میں تین ٹلے تیرتے نظر آئے جو انہی کی طرف آ رہے تھے یہ کالے زنگی (ریچھ نما قوم کے افراد) تھے جو تعداد میں تین سو تھے اور یہ صرف چند افراد۔ سیف الملوک اور اس کے سپاہیوں نے اگرچہ ڈٹ کر مقابلہ کیا مگر وہ بہت تھے اور یہ تھوڑے اس لیے انہوں نے گھیرا ڈال کر نہیں گرفتار کرلیا اور اپنے زنگی بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بچنے کی کوئی امید نہ تھی مگر ہوا یہ کہ زنگی بادشاہ نے جب ان کی بہادری کی باتیں سنیں تو انہیں خدمتگاری کیلئے اپنے وزیروں میں تقسیم کر دیا۔ زنگی بادشاہ کی بیٹی سیف الملوک پر فریفتہ ہوگئی جو نہایت بدشکل تھی۔ وہاں سے آزاد ہونا آسان کام نہ تھا۔ اسلیئے سیف الملوک نے مصلحت آمیزی سے کام لیتے ہوئے زنگن شہزادی کو کہا کہ میں تیرے ساتھ شادی کرنے کے معاملہ پر ضرور غور کرونگا بشرطیکہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو اس ملک کے ساحلی علاقہ میں سیروشکار کرنے کے لیے چند دن مہلت دی جائے اور شکار کا سامان بھی مہیا کیا جائے۔ زنگن نے خوش ہو کر انہیں اپنے باپ سے اجازت دلوا دی۔ سیف الملوک اور اس کے ساتھیوں نے اس موقع کو غنیمت جانا۔ ندی کے کنارے جنگل سے درخت کاٹ کر ایک مضبوط ٹلا تیار کیا اور دو دن میں سفر کی مکمل تیاری کر لی۔ تیسرے روز ٹلے پر سوار ہوکر بھاگ نکلے اور اس طرح اس مصیبت سے جان چھوٹ گئی۔

◄ تین دن تک تو کسی آفت نے نہ چھیڑا لیکن چوتھے روز جبکہ ٹلا سطح آب پر رواں دواں تھا اور کسی بھی فوری مصیبت کے آنے کا وہم وگمان نہ

تھا کہ اچانک کسی طرف سے ایک کوہ پیکر پنکھی آیا اس نے جھپٹ کر اپنے مضبوط پنجوں سے ٹلا اٹھا لیا اور بہت بلندی پر لے گیا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ شہزادہ اس ٹلے سے لڑھک کر سمندر میں آگرا جبکہ باقی ساتھی ٹلے پر کوہ پیکر کے پنجے میں قابو رہے۔ خدا جانے اس نے کہاں جا کر انہیں اپنا لقمہ بنایا ہوگا۔

◄ اب شہزادہ اکیلا سمندر میں محض خدا کے رحم وکرم پر تھا کہ بالآخر ایک دن ایک کنارے پر جا لگا مگر سامنے اونچا عمودی پہاڑ تھا۔ ارد گرد کوئی متبادل راستہ بھی نہ تھا۔ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن ۔۔۔۔ اس نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا اژدھا پہاڑ سے نیچے اتر رہا ہے وہ کنارے پر اگی ہوئی جھاڑیوں کی اوٹ میں ہوگیا۔ اژدھا ندی سے پانی پی کر واپس پہاڑ پرچڑھنے لگا تو شہزادے نے ہمت کر کے اس کی دم پکڑ لی اور پہاڑ کے اوپر پہنچ کر دم چھوڑ دی۔ اژدھا کو محسوس بھی نہ ہوا کہ اس کے ساتھ کوئی چیز چمٹی تھی۔ پہاڑ کے اوپر سرسبز میدان تھا۔ جہاں پھل دار درخت اور چشمے بھی تھے۔ وہاں سے اترنا یا کسی اور جگہ جانا سخت دشوار تھا۔۔۔۔۔ شہزادہ تھکا ہوا تھا ذرا آرام کیا اور سو گیا۔ جاگا تو تنہائی کے اس عالم میں اسے اپنے والدین، اپنا ملک دیس، دوست یار، نوکر چاکر، خدمتگار اور سفر کے تمام ساتھی ایک ایک کر کے سارے یاد آنے لگے اور بالخصوص صاعد کی یاد سب سے زیادہ تڑپانے لگی۔ معلوم نہیں پھر کتنی دیر تک زاروقطار روتا اور سسکیاں بھرتا رہا۔ جب طبیعت کا غبار کچھ ہلکا ہوا تو اٹھا۔ چشمے پر جا کر ٹھنڈا پانی پیا اور درختوں سے چند پھل اتار کر کھائے اتنے میں ایک طرف سے بہت سے خطرناک کیڑے آتے دکھائی دیئے۔ بچنا تو مشکل تھا لیکن اچانک ایک سیمرغ آیا جو سارے کیڑے چن چن کر کھا گیا۔ جب اڑنے لگا تو شہزادے نے پھرتی سے اس کوہ پیکر کی ٹانگیں پکڑ لیں اور وہ اسے لے اڑا۔ شہزادے کا وزن اسے ایک تنکا بھی محسوس نہ ہوا۔ جب کئی پہاڑ، کئی میدان اور کئی دریا اپنی اونچی پرواز میں عبور کر گیا تو ایک جنگل میں ایک بہت

بڑے درخت کے قریب جا اترا۔ شہزادہ اس کے پاؤں چھوڑ کر گھنے درختوں میں چھپ گیا۔ کوہ پیکر اڑ کر درخت پر جا بیٹھا جہاں اس کے بچے تھے۔

◄ شہزادے نے دیکھا کہ جنگل سے ایک بہت بڑا اژدھا آیا جو درخت کے تنے سے لپٹ کر اوپر چڑھ گیااور کوہ پیکر پر حملہ کر دیا۔ کوہ پیکر اور اژدھا میں بڑی دیر تک جنگ ہوتی رہی مگر ظالم حملہ آور نے اپنے زہریلے ڈنگ سے پنکھی کو مارڈالا۔ اژدھا پلٹ کر گھنے جنگل میں چلا گیا لیکن جس جس طرف سے گزرتا گیا آگ لگاتا گیا۔ (یہ ان ظالم حکمرانوں کی مثال ہے جنھوں نے ہمارے وطن کو لوٹا اور غریب عوام کا خون چوسا) ۔

◄ سیف الملوک نے اس جنگل میں اپنے بے شمار ساتھیوں کے لاشے، سر، دھڑ اور پنجر دیکھے جن میں سے بعضوں کو پہچان بھی لیا۔ وہ ان کی وفاداریوں کو یاد کر کے کئی گھنٹوں تک روتا رہا۔ جب خوب ماتم کر چکا تو یکا و تنہا آگے چل دیا اور کئی دن تک چلتا رہا بالآخر ایک شہر نظر آیا۔ جب قریب پہنچا تو دیکھا کے فصیل شہر کے بڑے دروازے پر چالیس عورتیں مردوں کے لباس میں گارڈ کی صورت میں ڈیوٹی دے رہی ہیں۔ شہزادہ ان سے ملا۔ انہوں نے بتایا کہ یہ شہر زناں ہے یہاں کوئی مرد نہیں زندگی کے تمام کاروبار خود عورتیں ہی سرانجام دیتی ہیں۔ وہ شہزادے کو اپنی ملکہ کے پاس لے گئیں جو بہت تواضع کے ساتھ پیش آئی اور اپنے برابر کی مسند پر بٹھایا۔ وہ دل وجان سے اس پر فریفتہ ہوگئی اور ایک ہی بگھی میں بیٹھ کر اسے سارے شہر کی سیر کرائی۔ ایک تالاب دکھایا جسکا پانی ہمیشہ نیم گرم رہتا تھا۔ اس نے شہزادے کو بتایا کہ ہماری تسکین کا ضامن فقط یہی تالاب ہے۔ اور پھر معلوم نہیں کہ اشاروں کنائیوں میں اسے کیا کچھ بتا گئی؟ شہزادہ اس کی ساری باتیں سمجھ گیا اور اسکے دل کا اصل مقصد بھی پا گیا۔ اس کی مقدس خواہشات کا پورا کرنا سیف الملوک کے بس میں نہ تھا کیونکہ :- ع

پہلو میں کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے

شہزادے نے بدیع الجمال کی تصویر دکھاتے ہوئے اسے اپنی ساری کہانی کہہ سنائی۔ اگر خصومت پرور یا نیچ ذات ہوتی تو حسد کی آگ میں جل جاتی۔ یا بالفرض شہزادے میں اسے کوئی کمزوری نظر آتی تو کسی اور جال میں پھنسا لیتی۔ مگر اس نے صبر و تحمل سے کام لیا اور شاہپری کی تصویر دیکھ کر اپنا دل بھی شہزادے کے سپرد کرتے ہوئے اسے نہایت عزت واحترام کے ساتھ سواری اور راہداری دے کر رخصت کیا۔

◄ ملکہ حسن بانو سے رخصت ہو کر کئی دن کے سفر کے بعد سیف الملوک ایک وسیع صحرا میں جا پہنچا جہاں سورج کی گرمی انسانی برداشت سے باہر تھی۔ کھانا دانہ اور پانی سب کچھ ختم ہو چکا تھا سوائے ان جواہرات کے جو اسکی پوستین میں تھے یا ان بیش قیمت تحفوں کے جو اسے چین کی ملکہ اور ملکہ شہر زنان حسن بانو نے عطا کیئے تھے مگر کھانے یا پینے کی کوئی شے نہ تھی۔ دھوپ غضب کی پڑ رہی تھی سایہ کہیں نام کو نہ تھا۔ شہزادہ بے ہوش ہو کر گر پڑا عین اس وقت جبکہ وہ زندگی سے دور اور موت کے بالکل قریب پہنچ چکا تھا بلکہ خودکشی کرنے پر تیار تھا کہ اچانک غیب سے ایک فرشتہ نمودار ہوا جس نے اسے ٹھنڈے پانی کا پیالہ پیش کیا۔ شہزادے نے پانی پی کر اس کا شکریہ ادا کیا۔ فرشتے نے کمال شفقت سے اسے اسم اعظم سکھایا اور اپنے عصا مبارک سے ریت پر لکیر کھینچ کر ارشاد فرمایا کہ اس لکیر کے رخ پر سیدھے چلے جاؤ۔ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ شہزادہ اس بشارت پر خدا کا شکر بجا لایا اور اپنے سفر پر چل پڑا۔

◄ کئی دن کا سفر طے کرنے کے بعد اسے ایک قلعہ نظر آیا جو ایک ندی کے کنارے اونچی جگہ پر واقع تھا۔ سیف الملوک خوش تھا کہ یہاں آبادی ہوگی۔ اگرچہ ماحول صاف ستھرا اور ہرطرف ہریالی تھی لیکن سکوت دہشتناک تھا۔ وہ جوں جوں آگے بڑھتا گیا اس کی حیرت میں اضافہ ہوتا گیا مگر خدا کا شکر کہ وہ

Scanned with CamScanner

ڈرنے والا نہ تھا۔ قلعہ کے بڑے دروازے پر پہنچ کر اس نے اسم اعظم کی مدد سے تالا کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ کھلے صحن اور دلانوں میں ہر طرف رنگا رنگ پھول کھلے ہوئے تھے اور پھلدار درختوں کے ساتھ میوے پکے ہوئے تھے۔ اس نے دیکھا کہ بعض برآمدوں میں پنجرے لٹکے ہوئے ہیں اور ان میں پرندے قید ہیں جو شہزادے کو دیکھ کر اپنے پرسوز گیتوں کے ذریعے آزادی کی استدعا کرنے لگے۔ اسے ان کی حالت زار پر ترس آیا اور انہیں پنجروں سے آزاد کردیا۔۔۔۔ آگے بڑھا تو اسے تازہ کھانوں کی خوشبو آئی جو سامنے کے ہال میں بچھے ہوئے دسترخوان پر قرینے سے چنے ہوئے تھے مگر کھانے والا کوئی نہ تھا۔ شہزادے کو پتہ چل گیا کہ یہ قلعہ اور اس کا سارا ماحول سحرزدہ ہے۔اس لیے جو کچھ نظر آرہا ہے یہ سب جادو کا کمال ہے۔ دروازے پر رکھوالے شیر بھی مصنوعی ہیں جو جادو کے اثر سے حرکت میں ہیں۔

◀ اب وہ شاہی بنگلے کی طرف متوجہ ہوا اور مصنوعی شیروں کو گراتا ہوا بنگلے کا دروازہ کھول کر اسکے اندر داخل ہوگیا جہاں ایک عالیشان پلنگ پر ایک خوبصورت شہزادی سوئی ہوئی تھی اس ماہ لقا کی خوبصورتی اور مخمور جوانی کو دیکھ کر شہزادہ ششدر رہ گیا۔ اسکے سرہانے کھڑا ہو کر اسے جگانے کی کوشش کرنے لگا مگر اس پر جادو کا اثر تھا وہ کیسے ہوش میں آئے؟ اسکی سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ کیا کیا جائے کہ اتنے میں پلنگ کا سرہانہ ٹٹولتے ہوئے اسے ایک تختی ملی جس پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ شہزادے نے جونہی تختی پر لکھی ہوئی عبارت مٹائی۔ شہزادی اٹھ بیٹھی۔ جب اس نے دیکھا کہ اسکے پاس ایک خوبصورت آدم زاد شہزادہ بیٹھا ہوا ہے تو وہ حیران رہ گئی۔ اگرچہ اسکی خوشی کی بھی کوئی انتہا نہ رہی لیکن حیران اسلیے کہ یہ نوجوان یہاں کسطرح پہنچا ہے اور کسطرح بچ کر جاسکے گا۔

◀ دونوں نے ایک دوسرے کے حالات جاننا چاہے تو ہر دو نے ایک دوسرے کو اپنی بپتا کہہ سنائی۔ دونوں بہن بھائی بن گئے۔ شہزادی نے بتایا کہ

میں سراندیپ کے بادشاہ عجائب الملوک کی بیٹی ہوں اور میرا نام ملکہ خاتون ہے۔ آج سے دس سال پہلے مجھے اس قلعہ کا مالک دیو بہرام شاہ دھوکے سے اٹھا لایا تھا وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے آج تک اس کی یہ بات نہیں مانی اس لیے میں یہاں اس کی قید میں پڑی ہوئی ہوں۔ وہ ہر مہینے آتا ہے مجھ سے شادی کرنے کی ضد کرتا ہے میں ہر بار انکار کرتی ہوں اور وہ مجھے ہر بار جادو کے اثر سے سلا کر چلا جاتا ہے۔ ٹھیک پانچ دن کے بعد پھر آئے گا۔۔۔۔ شہزادے نے بتایا کہ میں مصر کے بادشاہ عاصم شاہ کا بیٹا ہوں۔ شاہپری بدیع الجمال کا بن دیکھے عاشق ہوں اور اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں لیکن ابھی تک اس کا کھوج نہیں ملا ہے۔۔۔۔ اس کے علاوہ اپنے سفر کی ساری داستان بھی سنا دی۔

◀ جب ملکہ خاتوں نے "بدیع الجمال" کا نام سنا تو اس نے شہزادے کو مبارک باد دی کہ بھیا! خوش ہو جاؤ آج تمہیں "بدیع الجمال" کا کھوج مل جائے گا۔ "شاہپری بدیع الجمال" میری چھوٹی بہن بدرہ خاتون کی دودھ بہن ہے کیونکہ اس نے میری ماں کا اور بدرہ خاتون نے شاہ پری کی ماں کا دودھ پیا ہوا ہے اور یہ کہ پری کی ماں نے ہمارے ساتھ عہد کیا ہوا ہے کہ شاہپری ہر مہینے بدرہ کو ملنے کے لیے سراندیپ آیا کرے گی۔ اگر میں دیو کی قید سے آزاد ہو سکتی تو میں تمہیں ضرور سراندیپ لے جا کر شاہپری سے ملا دیتی۔

◀ شہزادی نے بتایا کہ دیو سے میرا آزاد ہونا مشکل ہے لیکن بھیا! تم یہاں سے بھاگ جاؤ شہزادے نے کہا کہ جب تک میں تجھے آزاد نہ کرالوں کیسے جا سکتا ہوں؟ ملکہ خاتون نے عرض کیا کہ بھیا! اس قلعہ اسفند باش کا مالک دیو زاد شہزادہ بہرام شاہ ہے جو قلزم کے بادشاہ ہاشم شاہ کا بیٹا ہے اور اُس کا مقابلہ آسان نہیں۔ اس کی جان ایک کبوتر میں ہے۔ کبوتر صندوق میں ہے اور صندوق ندی میں ہے۔ صندوق کو وہی شخص نکال سکتا ہے جس کے پاس دو سلیمانی

شاہ مہرے۔ ہوں۔ شہزادے نے یہ بات سنتے ہی خوشی کا نعرہ بلند کیا اور دونوں شاہ مہرے نکال کر ملکہ خاتون کو حاضر کر دیئے بھلا سوچو تو سہی کہ اس وقت ملکہ خاتون کو کتنی خوش ہوئی ہو گی۔

▶ دونوں قلعے سے فوراً باہر نکل کر ندی کے کنارے کھڑے ہوگئے۔ سیف الملوک نے شاہ مہرے ندی کے سامنے کیے۔ ندی میں جوش پیدا ہوا اور لہروں نے صندوق باہر پھینک دیا۔ اسم اعظم پڑھ کر صندوق کھول کر کبوتر پکڑ لیا اور جھٹ اس کی گردن مروڑ ڈالی۔ بہرام شاہ آندھی کی طرح آیا مگر قریب آ کر دھڑام سے گر پڑا اور مر گیا۔ قلعہ بھی ان کے دیکھتے ہی دیکھتے مسمار ہو گیا اور اس طرح اس سارے علاقہ سے بہرام شاہ کا جادو ختم ہو گیا۔

▶ سیف الملوک اور ملکہ خاتون دونوں بہن بھائی لکڑیوں کا ایک مضبوط ٹلا بنا کر ندی کے ذریعے سراندیپ کے سفر پر روانہ ہوگئے۔ راستے میں کتنے ہی کٹھن مقام آئے مگر یہ ہمت سے آگے ہی بڑھتے گئے۔ کافی عرصہ کے بعد ایک ٹاپو کے ساحل پر جا لگے۔ وہاں کچھ لوگ سیر کر رہے تھے۔ ان سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس سرزمین کا نام واسط ہے اور اس پر تاج الملوک کی حکومت ہے جو سراندیپ کے بادشاہ عجائب الملوک کا بھائی ہے۔ ملکہ خاتون اپنے چچا کا نام سن کر بہت خوش ہوئی۔ دونوں خوشی خوشی ٹلے پر سوار ہو کر واسط شہر کے گھاٹ پر جا اترے اور پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد شاہی محل میں پہنچ گئے۔ ملکہ کو پا کر چچا اور چچی کی خوشی کا اندازہ لگانا ہمارے بس سے باہر ہے۔ اس نے پہلے بھی اسی گھر کی رانی بننا تھا اور آج بھی یہ گھر اسی کا ہے۔ سیف الملوک کا کردار اس کے باطن اور نفس کی پاکی کا آئینہ دار تھا۔ ملکہ خاتون جیسی حور شمائل شہزادی کو دیو کے چنگل سے آزاد کروا کر اس کے وارثوں تک پہنچا دینا۔ سیف الملوک کی عالی ظرفی اور دیانت داری کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

▶ تاج الملوک نے یہ فرحت بخش خبر بجلی کی طرح سراندیپ میں عجائب

الملوک کو پہنچائی کہ ۔۔۔۔۔ "بارہ سال دیو کی قید میں رہنے کے بعد ہماری ملکہ خاتون ایک نیک سرشت بہادر مصری شہزادے کے ذریعے بحفاظت تمام ہمیں واپس مل گئی ہے۔" مسرت و شادمانی کا یہ پیغام ہزاروں تحفوں اور مبارکوں کے ساتھ جب سراندیپ کے محلات میں پہنچا ہو گا تو مدت سے ہجر و فراق میں تڑپتے والدین کی خوشی کا کیا عالم ہو گا۔ اس کا اندازہ ملکہ کے مہجور والدین کے سوا کس کو ہو سکتا ہے۔؟

▶ جب شہزادہ اور ملکہ (دونوں منہ بولے بہن بھائی) سراندیپ پہنچے تو عجائب الملوک نے ان کا نہایت شاندار استقبال کیا۔ والدین کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی کا مقام ہو سکتا تھا کہ بارہ سال کی بچھڑی ہوئی بیٹی انہیں دوبارہ آملی۔ پورے ملک میں خوشی کا ہفتہ منایا گیا۔ قیدیوں کی سزا میں فرمان شاہی کے ذریعے تخفیف کر دی گئی سارے شہر میں مٹھائیاں تقسیم کی گئیں اور کھانے کھلائے گئے ۔۔۔۔۔ شہزادے کی جرأت اور بہادری کے قصے اس کی شہرت کے ضامن بن گئے چنانچہ جو لوگ شاہ کو مبارکباد دینے آتے وہ سیف الملوک سے ملاقات کیے بغیر نہ رہ سکتے کیونکہ اس کے اوصاف نے اسے ہر دلعزیز بنا دیا تھا۔

ایسا صدق محبت والا صاحب درد الم دا
عالی ہمت مرد وفائی گھٹ زمیں پر جمدا

▶ سراندیپ میں پہنچ کر سیف الملوک کو جو عزت ملی اسے بیان کرنا آسان نہیں ہے۔ بلاشبہ وہ مرد آہن ایسی ہی تعظیم و تکریم کے لائق تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ شہزادے کو ہزاری باغ کے پاس بنگلے میں ٹھہرایا جائے اور اس کے آرام و سکون کا خاص خیال رکھا جائے ۔۔۔۔ یہ مقام بڑا پرسکون تھا نہ تو شاہی محلات کے اتنا قریب تھا کہ بادشاہ سلامت اور ان کے شہزادوں کی تفریح گاہ بنا رہے اور نہ اتنا دور کہ چاند گھڑوں کی آمدورفت میں کوئی رکاوٹ پیش آئے۔ ملکہ

Scanned with CamScanner

خاتون / بدرہ خاتون اور ان کی ماں ملکہ عالیہ شہزادے کی خاطر تواضع اور آرام و سکون کا خاص خیال رکھتی تھیں۔ لیکن اتنی آسائشوں کے باوجود شہزادے کو صاعد کی یاد رہ رہ کر تڑپاتی تھی۔ ملکہ عالیہ اور بدرہ خاتون کے ذریعے اسے یہ تو معلوم ہو چکا تھا کہ شاہپری کو سراندیپ تشریف لانے میں تقریباً ڈیڑھ ہفتہ باقی ہے اور انتظار کے یہ دن اسی جگہ بسر کرنے ہیں اس لیے صاعد جیسے رفیق کی اشد ضرورت تھی کہ جس کے ساتھ وہ اپنے دلی خیالات اور خوشی کا اظہار کر سکے۔

▶ خدا کا کرنا کہ ایک دن سیف الملوک سراندیپ کے شہزادوں کے ساتھ شہر سے باہر شکار کو چلا گیا۔ وہاں ندی کے کنارے ایک مجذوب دیکھا۔ شہزادہ اسے اپنے ہمراہ بنگلے میں لے آیا۔ سوال و جواب کے ذریعے اس کے حالات کریدے تو معلوم ہوا کہ صاعد ہی ہے۔ شہزادے نے جب اسے بتایا کہ سائیں جی! میں آپ کا دوست سیف الملوک ہوں تو اس نے ماننے سے انکار کر دیا لیکن رفتہ رفتہ جب وہ ہوش میں آیا تو اس نے شہزادے کو پہچان لیا اور دونوں خوشی سے بغلگیر ہوگئے۔

▶ سیف الملوک نے خادموں کو حکم دیا کہ مجذوب کو نہلا دھلا کر اسے نیا لباس پہنایا جائے۔ جب نہا دھو کر فارغ ہوا تو سیف الملوک نے بے پناہ خوشی سے اسے اوپر اٹھا لیا اور مذاق کرتے ہوئے بولا ارے ظالم! تو تو سچ مچ صالح بن حمید مصری کے فرزند صاعد جیسا ہی ہے جو خوش جمال و خوش گفتار اور نہایت زیرک اور تیز طرار تھا۔ پھر کئی بار ہنسے کئی بار روئے کئی بار متبسم ہوئے اور کئی بار متفکر۔

▶ اگلے دو تین ایام میں صاعد اور بدرہ کے مابین آنکھوں ہی آنکھوں میں آشنائی پیدا ہو گئی اور قرب بڑھنے لگا۔ دونوں سیف الملوک سے ڈرتے تھے کہ کہیں اس پر راز فاش نہ ہو جائے لیکن عشق و مشک کب چھپے رہ سکتے ہیں؟ سیف الملوک کو پتہ چل گیا۔ بدرہ تو شرما کر کترا گئی۔ لیکن صاعد آگے چڑھ گیا۔

شہزادے نے مصنوعی ناراضگی کا لہجہ اختیار کرتے ہوئے اسے ڈانٹا کہ تو یہاں کیا گل کھلانے لگا ہے اور کیوں میری بے عزتی کرانے لگا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تو کس باپ کا بیٹا ہے۔ وہی نان جس کا نام صالح بن حمید ہے اور مصر کا وزیر ہے۔ میرے باپ نے اسے شاہ بدخشاں کے پاس ان کی شہزادی کا اپنے لیے رشتہ طے کرنے کو بھیجا تھا۔ میرے نانا شاہ بدخشاں نے اپنی بیٹی کا رشتہ میرے باپ عاصم شاہ کو دے دیا اور شہزادی حضور کو وفد کے ہمراہ مصر میں بھیج دیا۔ ان کے ساتھ ایک خوبصورت سہیلی بھی تھی۔ تیرے باپ نے میری والدہ کی سہیلی کو دیکھا تو اس پر فریفتہ ہو گیا۔ آخر میرے ابا حضور کو تیرے باپ صالح بن حمید کی حالت پر ترس آیا اور میری والدہ کی سہیلی سے اس کی شادی کر دی جس کے بطن سے تو پیدا ہوا۔ آخر تو بھی تو اسی باپ کا بیٹا ہے کیا تو بھی وہی رول ادا کرنے لگا ہے کہ میری محبوبہ بدیع الجمال کی دودھ بہن بدرہ خاتون پر کمندیں ڈال رہا ہے۔ یاد رکھ کہ میں تجھے اتنی سزا دوں گا کہ جیتے جی یاد رکھے گا۔ میں تجھے بدرہ خاتون کے حوالے کر دونگا جو اپنی زلفوں کی زنجیروں میں قید کر کے تجھے نشیلے نینوں کے تیروں سے ہلاک کرتی رہے گی۔" (صاعد پہلے تو سہما رہا کہ شاید شہزادہ غصے میں ہے لیکن جب اس جرم کی سزا سنی تو مارے خوشی کے شہزادے سے لپٹ گیا۔ اور پکار اٹھا کہ حضور! مجھے یہ سزا منظور ہے۔ سیف الملوک نے تسلی دی کہ فکر نہ کر یہ کام ہو کر رہے گا۔)

تیرے کارن اوس کڑی دا ناطہ طلب کراں گا
کم تیرے وچہ دم نہ لیساں جاں جاں تیک سراں گا

▶ دعوتوں ضیافتوں اور سیروشکار میں انتظار کے دن گزر گئے اور شاہپری کے تشریف لانے کا دن آ پہنچا۔ ملکہ بدرہ اور ان کی ماں شہزادے کے پاس آئیں اور اسے خوش خبری سنائی کہ شاہپری ہزاروں پریوں کے ہمراہ آج سراندیپ تشریف لا رہی ہے۔ یہ نظارہ بڑا دیدنی ہوتا ہے۔ غفلت اچھی نہیں ہوشیار رہیں

ملاقات کا وقت قریب آ پہنچا ہے۔ ہم تمہیں شاہپری کی آمد آمد کی خوشخبری سنانے آئی ہیں۔"

ملکہ خاتوں تے ماں اسدی تاولیاں جو آیاں
شہزادے نوں یار ملن دیاں خبراں نیک سنایاں

▶ سراندیپ میں استقبال کی تیاریاں بہر صورت مکمل ہو چکی تھیں۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ شاہپری سینکڑوں باوفا قوی ہیکل دیووں کی حفاظت میں ہزاروں خدمتگار خوبصورت پریوں کے جلو میں تشریف لے آئی جس کے نور سے ہر شے منور ہو گئی، خوشبو سے فضا مہک اٹھی اور اس کے عکس جمال سے سارا سراندیپ سراپا بہار بن گیا۔۔۔۔۔ ایک عالیشان استقبال کے بعد شاہپری پریوں کے جھرمٹ میں شاہی خیمہ میں فروکش ہوئی جہاں اپنی دودھ ماں اور سراندیپی بہنوں اور سہیلیوں سے خوب گلے ملی۔

▶ ملکہ خاتوں کو دیکھ کر اسے بے حد خوشی ہوئی کیونکہ بارہ سال کے بعد ملی تھی۔ شاہپری نے ملکہ اور بدرہ کی ماں کو ملکہ خاتون کی بازیابی کی بے حد مبارک دی اور کہا کہ میں اس دفعہ اپنا زیادہ وقت ملکہ کے ساتھ گزاروں گی۔ شام ہو چکی تھی کھانا تیار تھا دسترخوان بچھا اور سب لوگوں نے کھانا کھایا۔ اس موقع پر شاہپری کے برتن میں جو جوٹھا کھانا اور ٹھنڈا مشروب تھا وہ ملکہ خاتون نے اٹھا لیا۔ اس نے شاہپری سے عرض کیا کہ ہمارے باغ میں ایک پردیسی آیا ہوا ہے جو ظاہرا تو بالکل ٹھیک ٹھاک ہے لیکن چودہ برس سے کسی اندرونی روگ میں مبتلا ہے۔ شاہپری بہن! مجھے یقین ہے کہ اگر اسے تمہارا جوٹھا کھانا مل جائے تو اسکی برکت سے اسے ضرور کچھ افاقہ ہوجائے گا۔ مگر اس میں تمہاری رضا شرط ہے۔"

شاہ پری نے ہس کے کہیا کم مناسب جیہڑا
عقل تیری وچہ چنگا لگا ٹھاکن والا کیہڑا

درد منداں دے درد ونجاوے جے میرا پس خوردہ
دیہہ طعام شراب شتابی گرم ہووے افسردہ

▶ رات کو شاہپری کے استفسار پر ملکہ نے اسے اپنی قید اور رہائی کی ساری داستان کہہ سنائی جس میں سیف الملوک کی داستان بھی شامل تھی۔ اس کے عشق کا آغاز، سفر پر روانگی، راستے کی صعوبتیں، بیڑوں کی تباہی، کشتیوں کی غرقابی، ہزاروں جانوں کی ہلاکت، اسم اعظم کی برکت، سلیمانی شاہ مہروں کی خوبی اور ان کے ذریعے ندی سے صندوق کی برآمدگی، بہرام دیو کے کبوتر کی گردن زدنی اور بہرام کا قتل، جادو کے قلعہ سے رہائی اور اس کے بعد دو سال تک اپنا اور شہزادے کا حقیقی بہن بھائی کیطرح ہم سفر رہنا اور شہزادے کا محض شاہپری کی خاطر سراندیپ پہنچنا سب کچھ بیان کر دیا۔ غرضیکہ ملکہ نے بڑی مہارت سے سیف الملوک کے سفر کی تمام کڑیاں اپنی تقریر میں اس طرح پرو دیں کہ کوئی اہم واقعہ بیان سے باہر نہ رہا۔ جہاں سگساروں، بندروں اور بوزنگیوں سے جنگ کا ذکر کیا وہاں زنگی شاہ کے ہاں قید ہونے کا واقعہ بھی سنایا۔ ملکہ شہر زناں حسن بانو کی مہمان نوازی، شہزادے پر اس کی فریفتگی اور شہزادے کی عذر خواہی / سیمرغ کے پنجے سے سمندر میں گرنا/ اژدھا کی دم پکڑ کر کوہ قاف پر چڑھنا پھر وہاں سے کوہ پیکر کے پاؤں پکڑ کر پرواز کرنا اور چودہ سال کی ریاضت کے بعد سراندیپ کے باغ میں پہنچ کر دلبر کی ملاقات کے انتظار میں اپنے مستعار سانسوں کا شمار کرنا، سب کچھ ہی شاہپری کو کہہ سنایا۔

▶ اب شاہپری کو کسی پہلو آرام نہیں آ رہا تھا وہ بہرصورت شہزادے کو دیکھنا چاہتی تھی اور دو متبرک سلیمانی شاہ مہروں کو بھی۔ لیکن ملکہ پر اپنے دل کا حال اتنا جلدی ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی البتہ اس نے ملکہ کو باغ میں چہل قدمی کیلئے چلنے کی خواہش ظاہر کی تو وہ اسے باغ میں لے گئی جہاں سیف الملوک شمع کا فوری کے قریب بدیع الجمال کی تصویر کو سامنے رکھ کر دوہڑے اور غزلیں

Scanned with CamScanner

الاپ رہا تھا۔ پری کی نظر شہزادے کے رخ انور پر پڑی تو نیم بسمل ہو گئی اور کلیجہ تھام کر بیٹھ گئی۔ ملکہ کو اشارہ کیا کہ شہزادے سے شاہ مہرے لے آئے تاکہ انہیں دیکھے۔ اس نے فوراً لاکر پیش کر دیئے۔ شاہپری نے اپنی شکل آئینے میں دیکھی ہوئی تھی اور اب شہزادے کو بھی دیکھ لیا تھا جب اس نے فانوس کی روشنی میں دونوں تصویریں دیکھیں تو اصل صورتوں اور کپڑے پر بنی ہوئی مورتوں میں بال برابر فرق نہ پایا۔۔۔۔۔۔ اُسے اپنے خوابوں کی تعبیر مل گئی۔ یہ نہیں کہ پہلے اسے خبر ہی نہ تھی بلکہ وہ روز اول سے آگاہ تھی۔ ؏

عشق اول در دلِ معشوق پیدا می شود

▸ شاہپری نے پہلے تو اپنی وضعداری قائم رکھی اور اندر کا روگ کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ مگر کب تک؟ اگلی رات وہ اکیلی ہی باغ میں چلی گئی۔ سیف الملوک دوھڑے الاپ رہا تھا۔ اسے پری کے کافوری بدن اور کیسری بالوں کی خوشبو پہنچی تو عالم وجد میں نغمہ سرائی کرتا اسی طرف آ نکلا جہاں یہ کھڑی تھی۔ اب کیا کرے اور کہاں بھاگے؟ مارے شرم کے گر پڑی۔ ذرا سنبھلی تو چادر تان کر لیٹ گئی۔ اتنے میں شہزادہ قریب آ پہنچا چادر ہٹا کر دیکھا تو شاہپری بدیع الجمال تھی جس کی مورت چودہ برس کلیجے سے لگا رکھی تھی۔ سرہانے بیٹھ گیا اور دیدار میں محو ہو گیا۔ اب اس کا گوہر مقصود اس کی گود میں تھا اور وہ اپنی خودی سے نکل کر اس کے جمال میں بے خود تھا۔ ؎

سک سکیندیاں عمر گزاری مولیٰ یار ملایا
تکدا تکدا رجدا ناہیں صورت دا بھر مایا
روندے روندے دا اک قطرہ اتھرواں دا پانی
شاہپری دے مکھ پر ڈھٹھا گرم لگا اس رانی

▸ شہزادے کے گرم آنسوؤں اور تیز سانسوں نے پری کو جگا دیا جب اس نے دیکھا کہ اس کے خوابوں کا راجہ جو اسے میٹھی میٹھی نیند میں اپنی ادھوری

ملاقاتوں سے تڑپایا کرتا تھا آج اس کی کھلی آنکھوں کے سامنے مجسم صورت میں سرہانے بیٹھا پیار کر رہا ہے اور اپنی عطر بیز زلفوں سے دماغ معطر کر رہا ہے تو پری نے شرما کر چادر تان لی اور مصنوعی وضعداری کے ساتھ شہزادے سے گفتگو کرنے لگی۔ ؎

شاہپری:۔

سرپیراں تک چادر تانی انگل رہی نہ باندی
شرم کنوں پس پردے ہو کے عاشق نوں فرماندی
کون کوئی توں کتھوں آئیوں صورتمند جواناں
شیر دلیر بہادر سوہناں دسیں روپ یگاناں
کی آشنائی تیری میری بیٹھوں آں سرہاندی
نامحرم نوں ہتھ لگاویں انت کہی تدھ آندھی

سیف الملوک:۔

ستر ہووے نامحرم کولوں محرم تھیں کی پڑدا
میں محرم اس دن دا جس دن نابا لہندا نہ چڑھدا

شاہپری:۔

پری کہے چھڈ کھہیڑا میرا اٹھ جا جدھروں آئیوں
پردہ ستر اٹھایا لوڑیں کس شامت نے چائیوں

سیف الملوک:۔

شامت عشق تیرے دی چایا تاں اس جائی آیا
رکت ول جاواں تیرے پچھے پچھلا جرم گوایا

شاہپری :-

اوہ فرماندی کیوں منہ دساں توں راہی راہ جاندا
میں شہزادی ستراں والی تقدیرے پھڑ آ ندا

سیف الملوک :-

سیف ملوک کہیا میں راہی اس وچہ کوڑ نہ ذرہ
پر وچہ راہ عشق دے ٹریا عاشق ملے مقررہ

◂ اسی طرح دونوں کے مابین کافی دیر تک سوال وجواب ہوتے رہے اور آخر میں شاہپری نے کھل کر اپنے پیار کا اظہار کر دیا جس سے شہزادہ باغ باغ ہو گیا۔ پھر دونوں نے آپس میں آئندہ کے لیے کئی عہدوپیمان باندھے۔ رات کو پچھلے پہر پری اپنے خیمے میں واپس آ گئی اور کسی کو پتہ بھی نہ چلا۔ ملکہ / بدرہ اور ان کی ماں ملکہ عالیہ شاہپری کو سیف الملوک کے ساتھ ملانے کی انتھک کوشش کر رہی تھیں لیکن پری ہر بار ان کی درخواست مسترد کر دیتی کیونکہ وہ اپنا بھرم قائم رکھنا چاہتی تھی۔

◂ باآلآخر دونوں سراندیپی بہنوں اور ان کی ماں نے شاہپری کو شہزادے کے ساتھ ملاقات کرنے اور ازاں بعد شادی کرنے پر بھی رضامند کر ہی لیا۔۔۔۔ اس طرح سراندیپ میں حسن وعشق کی فضا میں ایک نئی تازگی پیدا ہو گئی جس سے ہر دل مسرور اور ہر چہرہ پرنور نظر آنے لگا۔

◂ شاہپری نے اپنے خیمے کے سامنے والے وسیع دالان میں ایک بہت بڑا

شامیانہ نصب کرایا جس میں شہزادہ حضور کی عالیشان ضیافت کا انتظام فرمایا اس مبارک موقع پر اہم شخصیات کے علاوہ شہر کے عوام کو بھی مدعو کیا گیا۔

◂ مہمان خصوصی شہزادہ حضور تھے جنکی خاطر یہ بزم آرائی تھی۔ نعمت ہائے گوناگوں کی تقسیم کے بعد شاہپری بدیع الجمال نے اپنے حسن باکمال کے پرنور جلوے سے اولاً شہزادہ حضور کو پھر تمام اہل محفل کو سرفراز فرمایا۔ چونکہ استعداد بصری سب کی ایک جیسی نہیں ہوتی اس لیے اکثر لوگ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔جو بڑی دیر کے بعد سنبھل سکے۔

سراندیپ بہشت شہزادہ روح تیرا سن بھائی
اوتھے یار دیدار دیوے گا جسدی ترے کمائی

جب ضیافت ہو چکی اور محفل ختم ہو گئی۔ عوام چلے گئے اور صرف خواص باقی رہ گئے تو شاہپری نے اپنے سراندیپی والدین اور بہن بھائیوں پر واضح کر دیا کہ " میں اپنی دونوں بہنوں اور دودھ ماتا حضرت ملکہ عالیہ صاحبہ کی پرزور سفارش اور انکی دلی خواہش پر شہزادہ سیف الملوک کے ساتھ شادی کرنے پر رضامند ہو گئی ہوں بشرطیکہ میرے اباجان شاہ شاہپال بہادر مان جائیں جو اس وقت شارستان سنہری کے دارالخلافہ " باغ ارم" میں تخت نشین ہیں۔ آپ میں سے تو کوئی بھی اس سفر پر جا نہیں سکتا۔ کیونکہ راستہ نہایت پرخطر ہے۔ مشکلات کا تصور آتے ہی اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ یوں تو بہت سے کٹھن مقام ہیں جو گزرنے پڑتے ہیں لیکن چار سب سے مشکل ترین مقامات ہیں۔ (۱) آتشیں پہاڑ (۲) دریائے جوشاں (۳) ولائیت گلیم گوشاں (۴) مارو غول راہزن عقل وہوشاں ۔۔۔۔ پھر بالفرض اگر کوئی پہنچ بھی جائے تو کسی کی اتنی ریاضت کہاں کہ اس شہنشاہوں کے شاہ (یعنی شاہ شاہپال بہادر سے اپنی بات بھی منوا لے) اس لیے یہ کام شہزادہ حضور (سیف الملوک) خود ہی کریں گے۔ میں انہیں اپنی چٹھی دے کر اپنی دادی جان ملکہ مہر افروزہ کے پاس بھیجوں گی۔ امید ہے کہ دادی جان

میری چٹھی پڑھ کر بادشاہ سلامت کے پاس باغ ارم میں جا کر انہیں ضرور منوالیں گی۔ لیکن یاد رکھیں کہ میں بھی تم سے شہزادہ صاعد کیلئے بدرہ خاتون کا رشتہ لے کر رہوں گی۔"

◄ اگلے روز شاہپری نے اپنے ایک خدمتگار عفریت آہو خاطف کو طلب فرمایا۔ یہ شارستان سنہری کے تمام دیوؤں میں سے خوبصورت نوجوان دیو تھا جو ایک پری پر فریفتہ تھا۔ بدیع الجمال نے اسے طے شدہ سارے پروگرام سے مطلع کیا کہ تم نے یہ یہ کام کرنا ہے۔ راستے کی مشکلات میں شہزادے کو تکلیف نہ ہونے پائے۔ اگر تم نے اس مہم کو بخیر وخوبی سرانجام دیا تو ہم تمہیں اپنی دادی جان سے اس پری کا رشتہ دلوادیں گے جس سے تم شادی کرنا چاہتے ہو کیونکہ تمہاری وہ محبوبہ ملکہ مہرا فرزہ کے پاس ان کے باغ میں ملازم ہے۔" دیو اس یقین دہانی پر بہت خوش ہوا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شاہپری نے سیف الملوک کو اپنی دادی جان کے نام رقعہ دیا پھر اپنے سر کے دو تین بالوں میں دو سلیمانی موتی پرو کر ایک بازوبند بنایا جو بطور تعویز اسے پہنا دیا۔ جب ہر قسم کی تیاری مکمل ہو گئی تو آہو خاطف سیف الملوک کو اپنے پروں پر بٹھا کر شارستان سنہری روانہ ہو گیا۔

اڈ پیا دیو آہو خاطف شہزادے نوں چا کے
نظروں اوہلے ہویا شتابی زور پراں دا لا کے

جب شہزادہ شارستان کی مہم پر روانہ ہو گیا تو اگلے روز شاہپری تمام پریوں کے ساتھ اپنے وطن باغ ارم میں چلی گئی اور والدین سے جا ملی ۔ ۔ ۔ ۔ اور ادھر شہزادہ بھی بحفاظت تمام ملکہ مہرافروزہ کے پاس پہنچ گیا۔ مہرافروزہ اپنی پوتی کا خط پڑھ کر شہزادے کے حق میں اپنے بیٹے شاہپال سے بدیع الجمال کے رشتے کی سفارش کرنے کے لیے آمادہ ہو گئی چنانچہ وہ سیف الملوک کو ساتھ لے کر باغ ارم میں پہنچی۔ شہزادے کو شاہی محل کے اندر لے جانا ٹھیک نہ تھا اس لیے اسے محل سے باہر باغ میں ایک خوبصورت چشمے پر ٹھہرایا اور خود اندر جا کر پہلے تو اپنی

پوتی بدیع الجمال سے ملی جو اسی روز سراندیپ سے آئی تھی۔ خیروعافیت دریافت کی اور خط کے مندرجات پر ہلکی پھلکی بحث ہوئی۔ جب مہرافروزہ اس نتیجہ پر پہنچی کہ یہ پیار ومحبت کا رشتہ آسمانی صحیفہ کے مطابق ہے اور کسی صورت میں ٹوٹنے والا نہیں ہے تو پوری تسلی کے بعد اپنے بیٹے شاہپال بہادر کے پاس حاضر ہوئی اور صورت حال کے مطابق شاہپری کے رشتے کی بات شروع کر دی۔ اور ماں بیٹا دونوں کافی دیر تک مصروف گفتگو رہے ۔ ۔ ۔ ۔ ادھر باغ میں باوجودیکہ شہزادے کو سیروتفریح کرنے یا غافل ہونے سے منع کیا گیا تھا پھر بھی اس سے غفلت ہو گئی کہ وہ سیر کرتے کرتے لیٹ گیا اور اس پر اونگھ طاری ہو گئی۔

◄ قلزم کے بادشاہ ہاشم شاہ کو اپنے بیٹے بہرام شاہ کے قتل کا نہایت قلق تھا۔ اس نے قاتل کا کھوج لگانے اور اسے گرفتار کرنے کے لیے اپنے کارندے (دیو، پریاں) چھوڑ رکھے تھے۔ اس روز کچھ پریاں ادھر بھی آ نکلیں۔ جب انہوں نے ایک آدم زاد کو پریوں کے ملک میں بے دریغ اور بے خوف آرام کرتے دیکھا تو سمجھ گئیں کہ اس بہادر انسان کے علاوہ کون ہو سکتا ہے جس نے بہرام کو قتل کیا ہو؟ ۔ ۔ یقیناً اس کا قاتل یہی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ہاشم شاہ کی پریوں نے شہزادے کو جگا کر باتوں ہی باتوں میں سارے حالات کرید لیے اور پھر اغوا کر کے قلزم میں لے گئیں۔ ہاشم شاہ نے سیف الملوک کے قتل کا حکم صادر کر دیا لیکن جلاد اور وزیروں کی سفارش پر قتل کے حکم کو قید تنہائی کے حکم میں بدل دیا۔ چنانچہ اسے ایک پرانے ویران گھرے درگ (کنوئیں) میں ڈال کو اوپر سے پتھر کی ایک بہت بڑی سل رکھ کر کنوئیں کا منہ ڈھانپ دیا۔ اس سل میں صرف ایک سوراخ تھا جس کے ذریعے اسے کھانے پینے کی اشیا بھیج دیتے یا پھر اس سوراخ کا یہ فائدہ تھا کہ اسے تھوڑا سا آسمان اور اس پر کوئی چمکتا ہوا تارا نظر آ جاتا ورنہ وہ کنواں انتہائی تاریک تھا۔

◄ ادھر ملکہ مہرافروزہ نے اپنے بیٹے شاہ شاہپال بہادر کو پری بدیع الجمال کا رشتہ سیف الملوک کو دینے پر اس قدر مجبور کر دیا کہ بالآخر وہ مان گیا اور کہا کہ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ محل کی خدمت گزار پریوں کو حکم ہوا کہ شہزادے کو حاضر کیا جائے۔ وہ خوشی خوشی اسے باغ سے محل میں لے جانے کے لیے آئیں مگر شہزادے نے نہ ملنا تھا نہ ملا۔ سارے محل میں کہرام مچ گیا۔ بدیع الجمال کو پتہ چلا تو بے ہوش ہو گئی۔ ہو نہ ہو یہ سارا کام ہاشم شاہ کے کارندوں کا ہے۔

◄ شاہپال نے ہاشم شاہ کو لکھا کہ میرے باغ سے گرفتار کیے جانے والے میرے مہمان شہزادے کو فوراً رہا کر کے میرے پاس واپس بھیج دے۔ اگر وہ سچ مچ تیرے بیٹے کا قاتل ہے تو بھی ازراہ کرم اسے معاف کر دے۔ وہ تیرا شکر گزار ہو گا۔ اگر تم نے ہماری اس گزارش کو ٹھکرا دیا تو پھر ہماری تمہاری جنگ ہو گی۔ ہم اس کے حق میں اصولی طور پر سفارش کر رہے ہیں کیونکہ وہ ہماری سلطنت میں پہنچ کر ہماری پناہ میں آ چکا تھا۔ ورنہ تیرے بیٹے کے قتل کا تو ہمیں بھی بے حد افسوس ہے۔

◄ ہاشم شاہ نے جنگ کا چیلنج قبول کر لیا۔ مگر شہزادے کو رہا نہ کیا۔ دونوں کی فوجیں میدان میں اتریں اور تلواریں نیام سے باہر آ گئیں۔ میدان کارزار خون سے لالہ زار ہو گیا۔ ہاشم کو شکست ہوئی اور شاہپال بہادر فتح یاب ہوا۔ ہاشم اپنی گرفتار شدہ فوج کی رہائی کی شرط پر شہزادے کو رہا کرنے پر رضا مند ہو گیا۔ شاہپال نے اپنی فتح پر گھمنڈ کرنے کی بجائے آپس میں پرانے تعلقات کی بنا پر ہاشم سے دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور اسے بتایا کہ اس کے بیٹے بہرام شاہ نے سراندیپ کے بادشاہ عجائب الملوک کی بیٹی ملکہ خاتون کو دھوکے سے اغوا کر کے عرصہ دس سال سے اپنے قلعہ میں بند رکھا ہوا تھا جو جنوں اور انسانوں ہر دو کی تہذیب میں ایک گھناؤنا جرم ہے۔۔۔۔ یہ سن کر ہاشم اپنے بیٹے کے کرتوت پر سخت نادم ہوا۔ لیکن اس کے دل میں اپنے بیٹے کے قتل ہونے کا صدمہ بھی تھا

اس لیے شاہپال بہادر نے اسے صبر کی تلقین کرتے ہوئے سینے سے لگا لیا جس سے ہاشم کا سارا غصہ جاتا رہا اور اس طرح وہ ایک خون ریز جنگ کے بعد بھی دوبارہ آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ ہاشم نے شہزادے کو قید سے رہا کر کے نہ صرف شاہپال کے سپرد کر دیا بلکہ ان دونوں کے لیے خلعت ہائے فاخرہ اور عمدہ سواریوں کا انتظام کیا اور باغ ارم تک ان کے ہمراہ بھی گیا۔ اس طرح شہزادہ قلزم کی قید سے نکل کر دوبارہ باغ ارم میں پہنچ گیا۔ شاہپال بہادر پر اس کے اوصاف منکشف ہو چکے تھے اس لیے اس نے اپنی اکلوتی بیٹی بدیع الجمال کا رشتہ سیف الملوک کو دے دیا اور فوراً اس کی شادی کے انتظامات میں مصروف ہو گیا۔

◄ سراندیپ سے عجائب الملوک / تاج الملوک اور ان کے اہل وعیال کے ساتھ صاعد کو بھی بلا لیا۔ مصر سے عاصم شاہ اور صالح بن حمید بھی دعوت ناموں کے ذریعے تشریف لے آئے۔ ہاشم اور اس کے اہل خانہ بھی دعوت نامہ ملتے ہی حاضر ہو گئے۔ جب سارے انتظامات مکمل ہو گے اور تمام معزز مہمان اور عزیز و اقارب جمع ہو گئے تو شاہپال بہادر نے بڑی دھوم دھام سے اپنی چہیتی بیٹی شاہپری بدیع الجمال کی شادی سیف الملوک سے کر دی۔ ملکہ خاتون کی نسبت تو پہلے ہی تاج الملوک کے بڑے بیٹے شہزادہ الیاس سے ہو چکی تھی لیکن ابھی شادی نہیں ہوئی تھی۔ اس موقع پر اُسے بھی تاج الملوک کی بہو بنا دیا۔ اب رہی بدرہ خاتون تو یہ عجائب الملوک کی چھوٹی صاحبزادی تھی جو بدیع الجمال کی دودھ بہن تھی۔ شاہپال نے عجائب الملوک سے اجازت لے کر اسکی شادی صاعد سے کر دی تاکہ شاہپری اور بدرہ دونوں بہنیں مصر میں اکٹھی رہیں۔

◄ جب سارا کام ختم ہو گیا تو شاہپال بہادر نے معزز مہمانوں اور دولہنوں کو نہایت عزت و وقار سے نیک تمناؤں کیساتھ رخصت کیا اور انکی پالکیوں پر زر و جواہر کے لمبے چھٹے مارے۔ لیکن شائید ان موتیوں سے لمبی قطاریں ان آنسوؤں

کی تھیں جو شاہپری اور بدرہ کے والدین کی آنکھوں سے ٹپک رہے تھے۔

بابل ہتھ سرے تے پھیرے کریں تحمل بیٹی
قسمت قلم حضوروں وگی کس تھیں جاندی میٹی
مائی نوں غش آئی غم تھیں پھرنے پیا مروڑ
محلاں وچ ہنیرا دسدا باغاں اندر روڑا
جاں فرزند پیارے وچھڑن کون رووے مڑ تھوڑا
سب روگاں دا روگ محمد جس دا نام وچھوڑا
شاہ پری تے بدرہ خاتوں پالکیاں وچ پئیاں
ماسی پھوپھی مائی دائی سنگ سیاں بڑ گئیاں
تخت سوار ہوئے سب ڈیرے لک بدھے عفریتاں
چایا تخت ہوا اڈایا چلے پال پریتاں
نیل ندی دے دندے اترے شہروں دور کنارے
جھنڈے چھتر نشان کھلوتے گجے ڈھول نقارے
ملکاں اندر خبراں ہوئیاں آئے شاہ ہمارے
لے تحفے نذرانے بھارے لوک ملے ونج سارے

◄ اس طرح سیف الملوک بڑی کامیابی کے ساتھ شاہپری بدیع الجمال کو شارستان سنہری کے باغ ارم سے بیاہ کر مصر میں لے آیا۔ گویا اس نے اپنے خواب کو اپنی کوشش پیہم اور ٹھوس ارادے سے شرمندۂ تعبیر کر دیا اور ثابت کر دیا کہ عمدہ نصب العین کی شاہپری اسی کی ہے جو ہمت کا دھنی ہے۔

یہ ہے حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑیؒ کی کتاب " سفر العشق المعروف قصہ سیف الملوک" کا مختصر اردو خلاصہ جو ہدیۂ قارئین ہے تاکہ کتاب

ہذا کے مندرجات و مضامین سمجھنے میں آسانی رہے۔

◄ پہلے پہل یہ قصہ مصر، شام اور فلسطین میں مشہور ہوا پھر زبدۃ الجواب میں آیا۔ پھر الف لیلیٰ اور مجمع الحکایات میں شامل ہوا۔ سلطان محمود غزنویؒ نے اسے مجمع الحکایات میں ایک مختصر کہانی کی صورت میں پڑھا اس نے اپنے وزیر حسن میمندی کو ایک سال کی مدت میں مکمل قصہ مہیا کرنے پر مامور کیا۔ وہ ملکوں ملک پھرتا روم میں پہنچا۔ وہاں اس کی ملاقات ایک سیلانی الطبع ولی اللہؒ سے ہو گئی جسے پہلے سے معلوم تھا کہ یہ قصہ "زبدۃ الجواب" میں ہے جو شاہان دمشق کے پاس وراثت میں چلی آرہی ہے۔ لیکن حسن میمندی اور اس کے ہمراہیوں کے پاس وقت کم تھا۔ اسلیئے حسن کی گزارش پر اللہ کے اس نیک بندے نے انہیں آنکھیں بند کرنے کو کہا اور اپنی کرامت سے انہیں دمشق پہنچا دیا۔ حسن میمندی نے بادشاہ کی خدمت میں اپنی صورت حال بیان کی تو اس نے رمضان المبارک میں اسے قصہ سننے کی اجازت دے دی کیونکہ وہ اس قصے کو متبرک جان کر صرف رمضان مبارک ہی میں پڑھا کرتے تھے۔ حسن نے سننے کے دوران اپنے کاتبوں سے سارا قصہ لکھوا لیا اور واپس وطن آ کر سلطان محمودؒ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جس کی وجہ سے وہ بیش قیمت انعامات کا حقدار ٹھہرا۔

◄ سلطان محمود نے اسے فارسی زبان میں طبع کرایا۔ اس طرح یہ قصہ ہمارے ملک میں بھی آ پہنچا پھر اس کا ترجمہ کئی زبانوں میں ہونے لگا۔ حتیٰ کہ ایک کثیر تعداد مصنفین و مؤلفین اور مترجمین نے اسے مختلف زبانوں میں لکھا اور شائع کیا۔ ان میں سے ستائیس ناموں کی ایک تاریخوار فہرست راقم نے اپنی کتاب (قصہ سیف الملوک (اردو نثر)) میں شامل کر دی ہے۔ (صاحب ذوق حضرات اس کا ضرور مطالعہ فرمائیں) الحمد اللہ کہ عارف کھڑیؒ کے روحانی فیض کے سبب بندۂ ناچیز راقم الحروف کو بھی "قصہ سیف الملوک" کے مؤلفین ومترجمین کی صف میں کھڑے ہونے کی سعادت حاصل ہو گئی ہے۔ اور یہ

تلخیص جو چند صفحات پر مبنی ہے حضرت میاں صاحبؒ کے شاہکار کا اردو نثر میں اگرچہ مختصر ترین خلاصہ ہے لیکن اپنی جگہ ایک مکمل قصہ ہے۔

جس جس نے بھی یہ قصہ لکھنے کے لیے قلم اٹھایا ہے خوب طبع آزمائی کی ہے اور اس کے حسن میں اضافہ کرنے پر بھرپور زور لگایا ہے لیکن جو حسن اور مقام حضرت میاں صاحبؒ اور ان کی کتاب کو میسر آیا ہے کسی اور کو نصیب نہیں ہوا۔ یقیناً یہ آپؒ کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

میں شوہدا مر خاک ریساں جھل بجر دی کانی
جے رب سچے روشن کیتے رہسن سخن نشانی
سدا بہار دئیں اس باغے کدے خزاں نہ آوے
ہوون فیض ہزاراں تائیں ہر بھکھا پھل کھاوے

باب 10 سیرِ سیف الملوک

(میاں صاحبؒ کے شاہکار "قصہ سیف الملوک" کا مطالعہ)

اس موضوع کے تحت حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ کی بلند پایہ کتاب "سفرالعشق" المعروف قصہ "سیف الملوک وبدیع الجمال" کا ایک بھرپور مطالعہ پیش کیا گیا ہے جس میں آپکے کلام کو بلحاظ مضامین خوبصورت عنوانات کی شکل میں ترتیب دیا گیا ہے تاکہ قارئین حضرت جی بھر کر اس کتاب کی سیر کر سکیں اس لیے اس مطالعہ کا نام ("سیف الملوک") رکھا گیا ہے۔

صوفیائے کرامؒ کی کتابیں اگرچہ الہامی نہیں ہوتیں لیکن ان کے مضامین الہامی کتابوں کی طرح یکجا ہونے کی بجائے مختلف صفحات میں موتیوں کی طرح بکھرے ہوتے ہیں۔ یہی حال "قصہ سیف الملوک" کا بھی ہے جس کی وجہ سے ہم نے بہت سے ہم معنی وہم مقصد اشعار کو کتاب کے مختلف صفحات سے چن چن کر زیرِ عنوانات اکٹھا کرنے کی کوشش کی ہے۔ امید ہے کہ اہل ذوق حضرات اس سعی کو پسند فرمائیں گے اور "عارف کھڑیؒ" کا کلام ادبی محفلوں میں مضمون وار پیش کرنے کو رواج دیں گے۔

زیرنظر کتاب "میاں محمد بخشؒ ایک آفاقی شاعر" کا ہر مضمون یا مقالہ اس کتاب کا ایک جزو ہونے کے علاوہ اپنی اپنی جگہ مکمل اکائی کی حیثیت بھی رکھتا ہے اسلیے سیف الملوک کے وہ اشعار جو پچھلے موضوعات میں گزر چکے ہیں اس موضوع "سیر سیف الملوک" میں دوبارہ بھی آسکتے ہیں۔ تاکہ اگر اسے الگ کتابی صورت میں پیش کرنا پڑے تو بھی ایک چھوٹی سی مکمل کتاب کہلاسکے۔

احقر

(محمد خلیل ثاقب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مناجات اور حمد باری تعالیٰ

یوں تو ہر موضوع پر آپ کو اظہار خیال کی زبردست مہارت حاصل ہے لیکن اس عنوان پر آپ کا فکر وفن اوج کمال پر ہے۔ راقم نے بے شما پنجابی شعراء کا کلام پڑھا ہے۔ لیکن فکر کی بلندی اور بے پناہ تاثیر جو آپ کے کلام میں ہے سوائے چند ایک پنجابی یا اردو شعراء کے کہیں بھی نہیں پائی جاتی۔ جو حضرات علم کی وسیع دنیا کی سیر کر چکے ہوں اور دینی والہامی کتب کے سوا انسانی کلام کی فصاحت وبلاغت کا سمندر نہ دیکھ سکے ہوں تو ہماری گزارش ہے کہ وہ میاں صاحب کا کلام ملاحظہ فرمائیں تو ان کی یہ خواہش پوری ہو جائے گی۔

مناجات :۔

رحمت دا مینہ پا خدایا باغ سکا کر ہریا
بوٹا آس امید میری دا کردے میوے بھریا
مٹھا میوہ بخش اجیہا قدرت دی گھت شیری
جو کھاوے روگ اس دا جاوے دور ہووے دلگیری
سدا بہار دئیں اس باغ کدے خزاں نہ آوے
ہوون فیض ہزاراں تائیں ہر بھکھا پھل کھاوے
بال چراغ عشق دا میرا روشن کر دے سیناں
دل دے دیوے دی روشنائی جاوے وچ زمیناں

نعمت اپنی دی کجھ مینوں بخش شناساں پاواں
ہمت دے دلے نوں تیرا شکر بجا لیاواں
لاہ ہنیرا جہل برے دا چانن لا عقل دا
بخش ولایت شعر سخن دی یمن رہے وچ رلدا
اول دے دل جس وچ ہوون سچے سخن خزانے
لعل جراہر کڈھ کڈھ دیوے قوتؔ بخش زبانے
طبع میری دا نافہ کھولیں ملکیں مشک دھمائیں
سن سن مغز معطر ہوون بو عشق دی پائیں
سخن میرے دی شکروں ہوون مٹھے منہ قلم دے
شعر میرے دی عطروں کاغذ لاون خال رقم دے
بوہٹی نویں کتاب میری دی جوبن بخش سنگاریں
پاک نظر دے ویکھن والے ندی عشق دی تاریں
جے کوئی میلی اکھیں ویکھے عیب دھگانے لاوے
اوہ بھی عدل تیرے دے گھرتھیں کجھ سزائیں پاوے
مرمر بک بناون شیشہ مار وٹا بک بھن دے
دنیا اتے تھوڑے رہندے قدر شناس سخن دے
اول تے کجھ شوق نہ کسے کون سخن اج سن دا
جے سنسی تاں قصہ اُتلا کوئی نہ رمزاں پن دا

لد گئے اوہ یار پیارے سخن شناس ہمارے
سخن صراف محمد بخشاؔ لعلاں دے بنجارے

مجلس بہہ بہہ گئے سیانے کر کر ہوش سنبھالے
ہک دوئے سنگ ورتی الفت جیوں بھلیاندے چالے
لے لے گئے سخن دی لذت پی پی مست پیالے
خالی رہ گئے مٹ محمدؒ خانے مجلس والے
کدھرے نظر نہ آوے کوئی بھرے پیالے والا
جے دسے تاں ورتے ناہیں نال ہک گھٹ نوالا
کہے اساں تھیں اوہلے ہوئے ساقی مٹ پیالے
ہائے افسوس محمد بخشا کون کرے اپرالے
یاراں باجھ شراب سخن دا ورتن تے کدجی سی
سچا میلا کدھ محمدؒ جو پی سی سو پی سی

اس فصیح وبلیغ پر تاثیر مناجات کا ترجمہ اگرچہ "آئینہ سلوک مطالب سیف الملوک" میں موجود ہے لیکن اہل ذوق حضرات کے لیے یہاں وہ منظوم اردو ترجمہ پیش خدمت ہے جو راقم کی کتاب "ندائے حق" میں ہے۔ میاں صاحبؒ کے آخری شعر کی تشریح تین اشعار میں کی گئی ہے شوق سے ملاحظہ فرمائیں۔

منظوم ترجمہ مناجات :۔ (منجانب راقم الحروف محمد خلیل ثاقب)

کر ابرِ کرم اے بارخدا! ہو باغ تمام سیراب میرا
ہو شجر امید کا بار آور رکھ نخلِ مراد شاداب میرا
کر شیریں ثمر عطا جس کی دو جگ میں مٹھاس نرالی ہو
جو کھائے اس کا غم جائے ہر حال اسے خوش حالی ہو

اس باغ پہ سدا بہار رہے اور کبھی نہ پاس خزاں آئے
ہو فیض انہیں جو سیر کریں ہر بھوکا اس کا پھل کھائے
میرے عشق کا دیا جلا اول پھر روشن کر میرے سینے کو
سب دنیا جس سے چمک اٹھے دے ایسا نور نگینے کو
دے سمجھ مجھے میں قدر کروں ہر حال میں تیری نعمت کی
میں ہر دم تیرا شکر کروں ہے طلب مجھے اس ہمت کی
کر ظلمت دور جہالت کی دے عقل کو نور ہدایت کا
ہر حال میں شامل یمن رہے کر حاکم سخن ولایت کا
دے اول مجھ کو دل ایسا جو پر ہو سخن خزانوں سے
پھر طاقت بخش گویائی کی میں بات کروں فرزانوں سے
میرے شعر کی جگ میں دھوم مچے دے نافہ کھول طبیعت کا
جنہیں عشق کی خوشبو مست کرے وہ پائیں راز حقیقت کا
ہوں سخن میرے کی لذت سے منہ میٹھے روز قلم کے بھی
اور نقطے کاغذ پر چمکیں جوں کالے خال صنم کے جی
ہے دولہن مثال کتاب میری تو جوبن بخش سنگار اسے
اور پاک نظر سے جو دیکھے تو ندی عشق کی تار اسے
جو میلی آنکھ سے دیکھے گا یا عیب دھگانے لائے گا
اے مالک! تیری عدالت سے وہ کچھ تو سزائیں پائے گا

مر مر ایک بنائیں شیشہ اور مار پتھر اک توڑیں جی
قدرشناس ہمیشہ تھوڑے بےقدروں کو چھوڑیں جی

اول تو کچھ شوق نہیں ہے کون سخن اب سنتا ہے
اور اگر کوئی سنے تو قصہ ، رمز نہیں کوئی پنتا ہے
وہ پہلے قدر شناس کہاں جو کان سخن پہ دھرتے تھے
وہ لعلوں کے بنجارے تھے جو قدر سخن کی کرتے تھے
وہ دانشمند مجالس کے پرکیف جو ساغر پیتے تھے
وہ ایسے اہل شرافت تھے جو الفت کر کے جیتے تھے
اب لذت شعر و سخن کی گویا اُن کے پیچھے ختم ہوئی
وہ اُجڑی بستی دیکھ محمدؒ آنکھ میری پرنم ہوئی
اب کون دکھائی دیتا ہے جو بھرے پیمانے والا ہو
وہ اور کسی کو کیا دے گا جو خود بھی مانگنے والا ہو
لو کیسے ہم سے روٹھ گئے ہیں ساقی مٹ پیالے وہ
اک مدت سے ویران پڑے ہیں خانے مجلس والے وہ
بن محفل یاراں شوق نہ تھا میں برتوں جام صراحی کو
پر مٹکا اک بنا ڈالا سب رندوں کی بھلیائی کو
یہ رس کشید انگوروں کا یہ مٹکا ہفت شرابوں کا
ہے سُچا میلا سب محمدؒ مال؛ تمام احبابوں کا
جو پینا چاہے پی لے گا یہ بات ہے اس کی مرضی کی
ہے فقر سدا بے لوث اُسے کچھ غرض نہیں خودغرضی کی
یہ ورق "ندائے حق" کا ہے اب جسکی اشاعت عام ہوئی
صد شکر خدا کا اے ثاقبؔ ! یہ اردو غزل تمام ہوئی

حمد باری تعالیٰ (سیٹ نمبر ۱)

یہ اشعار سیف الملوک کے صفحہ نمبر ۶ تا ۹ کے ستر (۷۰) اشعار میں سے منتخب کیے گئے ہیں۔ ان کا ترجمہ وتشریح راقم کی کتاب " آئینہ سلوک مطالب سیف الملوک" میں ملاحظہ فرمائیں۔

اول حمد ثنا الٰہی جو مالک ہر ہر دا
اس دا نام چتارن والا ہر میدان نہ ہردا
کام تمام میسر ہوندے نام اوہدا چت دھریاں
رحموں سکے ساوے کردا قہروں ساڑے ہریاں
قدرت تھیں اس باغ بنائے جگ سنسار تمامی
رنگ برنگی بوٹے لائے کجھ خاصے کجھ عامی
بکناں دے پھل مٹھے کیتے پت انہاں دے کوڑے
بکناں دے پھل کاری آدن نغمے پھلاندے تھوڑے
واہ واہ خالق سرجنہارا ملکاں جن انساناں
اربع عناصر تھیں جس کیتا گونا گون حیواناں
کُن اُہدی نوں کوئی نہ پہتا عاقل بالغ داناں
درجسدے سر سجدے سٹے لوح قلم اسماناں
حکم اوہدے بن کجھ نہ ہلدا واہ قدرت دا والی
جیا جون نگاہ اوہدی وچ ہر پتر ہر ڈالی
آپ مکانوں خالی اس تھیں کوئی مکان نہ خالی
ہر ویلے ہر چیز محمدؒ رکھدا نت سنبھالی

جو جو رزق کسے دا کیتوس لکھیا کدے نہ ٹالے
لکھ کروڑ تکے بریایاں پھر بھی اونویں پالے
سے ناڑیں اک پتر اندر جوڑ کتیں اس جوڑے
علم اوہدے وچہ لکھ نہ بھلا سبھ معلم بن لوڑے
جے اک مچھر دا پر بھجے توڑے جو جگ لگے
ہرگز راس نہ ہوندا مڑ کے جیوں کر آہا اگے
آپے دانا آپے بینا ہر کم کردا آپے
واحد لا شریک الہیٰ صفتاں نال سہاپے
رب جبار قہار سنیندا خوف بھلا اس بابوں
ہے ستار غفار ہمیشہ رحم امید جنابوں
بادشہاں تھیں بھیک منگاوے تخت بہاوے گھاہی
کجھ پرواہ نہیں گھر اس دے دائم بے پرواہی
بادشہاں دے شاہ اس اگے منہ ملدے وچہ خاکاں
اوگن ہار کہایا اوتھے سچیاں صافاں پاکاں
قطرے بک منی دے تاہیں کی کجھ جوبن دیندا
پانی اتے صورت لکھے حکمت عجب کریندا
اس صورت وچ سیرت پاوے اہل بصیرت تکدے
انہے لوک اسمتر بھائی قدر پچھان نہ سکدے
سپاں اندر موتی کردا رکھ کے قطرہ پانی
شکماں وچوں باہر آنے صورت بی بی رانی

غالب حکم ربانے اُسدے نہ ہویاں نوں۔ کیتا
ہویاں نوں نابود کریسی آپ ہمیشہ جیتا
خاک ہویاں نوں دوجی واری مُڑ کے زندہ کرسی
وچ میدان قیامت والے ہر کوئی لیکھا بھرسی
سبھ جہان کوکیندا ایہو ہے تحقیق الہیٰ
لیکن کنہہ مبارک اسدی کسے نہ لدھی آہی

حمد باری تعالیٰ سیٹ نمبر ۲ :-

اس سیٹ کا پہلا شعر شاہ شاہپال بہادر کے اس خط کا سرنامہ ہے جو اس نے ہاشم شاہ والیئے قلزم کو لکھا کہ سیف الملوک کو رہا کر دے صفحہ نمبر ۳۲۹۔ شعر نمبر ۲ تا ۱۲ صفحہ نمبر ۲۳، ۲۳ تا ۲۳۸ سے منتخب کیے گئے ہیں۔ ان اشعار میں آپ نے شاہ پری کی سراندیپ میں تشریف آوری پر اس کے حسن وجمال کا سراپا بیان کرتے ہوئے حمد رب العالمین بیان فرمائی ہے۔ یہ اشعار نہایت غور طلب اور لطف اندوز ہیں۔

اول نام ربے دا لکھاں نامے دا سرنامہ
ننگا روح بندے دا کجیوس بخش جسے دا جامہ

واہ کاریگر سر جنہارا سبھ قدرت دا والی
چونوں اتے چگونوں دائم پاک خداوند عالی
نہ اس جند نہ جسہ جامہ بے ماتند الہیٰ
لم یلد ولم یولد ہے سدا اسے دی شاہی

آپ حکیم سبھے بدھ جانے ھڑکوں رکھ بناندا
قطرے یک منی دے وچوں خوب منکھ سہاندا
پانی دی اک بوند بیقدری ہو جھڑ دی اسمانوں
دریتیم بناوے اس تھیں لعل پتھر دی کانوں
شاخ ہری تھیں پھل نکالے پھلے وچوں داناں
یک رنگوں سے رنگ بنائے آپ حکیم سیاناں
پتھر نوں دے نور جنابوں سورج کر چمکاندا
پانی دے یک قطرے وچوں عرش مجید بناندا
ساوریاں تھیں گورے کردا گورے وچوں کالا
سپ سمندر وچوں موتی کوہ قافاں وچ لالا
کردا نبیؑ کفاراں وچوں سر پر تاج ٹکا کے
ملکاں تھیں شیطان بنائے طوق گلے وچہ پا کے
دنیا داراں دے گھر دیندا بیٹے ولیؒ الٰہی
ولیاںؒ دے گھر پیدا کردا میرے وانگ گناہی
قدرت اسدی دا کجھ مینوں انت حساب نہ آوے
سکی لکڑ ہر حقانی بن ارباب سناوے
سوہنی صورت سر الٰہی عام نہ سمجھن سارے
خاصاں باجھ محمد بخشاؒ کون کرے نستارے

ترجمہ وتشریح :۔ "سیف الملوک" کے صفحہ ۳۰۹ (طباعت نظامت اوقاف ۱۹۹۴ء) کے حوالہ سے شاہ شاہپال بہادر کے خط بنام ہاشم شاہ کا یہ پہلا شعر ہے۔

ترجمہ :۔ ۱۔ خط کا سرنامہ اس پروردگار کے نام سے جس نے مخلوق کے تنگے روح کو بدن کا لباس اوڑھایا۔ (کیا ہی شاندار تخیل ہے)

۲۔ سبحان اللہ ! وہ پروردگار کیا عمدہ کاریگر ہے جو سب قدرت کا مالک ہے۔ وہ بے مثل اور بلند وبالا ہستی ہر قسم کے نقص سے ہمیشہ مبرا ہے اسے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ فلاں کام کیوں کیا اور کیسے کیا یعنی اس کے کام پر کوئی نکتہ چینی نہیں کر سکتا۔

۳۔ نہ تو اپنی مخلوق کی طرح اسکی جند جان ہے اور نہ ہی مخلوق کی طرح اسکا جسم ولباس بلکہ وہ بالکل بے مانند وبے مثال ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنم دیا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا (نہ اس کا کوئی فرزند نہ اس کا باپ) وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا اس کی بادشاہی دائمی ہے اسے کبھی زوال نہیں ہے۔

۴۔ وہ خود حکیم ہے (دانا اور صاحب حکمت ہے) وہ سب فلسفے / سب علاج سب طور طریقے / اور سارے ڈھب جانتا ہے۔ وہ اپنی قدرت سے ایک دانہ گٹھلی سے درخت پیدا کرتا ہے اور منی کے ایک قطرے سے خوبصورت ترین چہرے بناتا ہے۔

۵۔ وہ پروردگار اپنی قدرت سے بارش کی کروڑہا بوندوں میں سے پانی کی ایک حقیر سی بوند سپ میں داخل کر کے اسے دریتیم (ان بدھ موتی) بنا دیتا ہے اور پتھر کی کان سے لعل پیدا کرتا ہے۔

۶۔ ہری شاخ سے پھول اور پھول سے بیج پیدا کرتا ہے (یعنی پھول کو پھل عطا کرتا ہے جسے لوگ استعمال کر کے گٹھلی سے پھر درخت اُگا لیتے ہیں) وہ ایک رنگ سے سینکڑوں رنگ پیدا کرتا ہے وہ بڑا صاحب حکمت ہے۔

۷۔ پتھر کو نور عطا کر کے سورج بنا کر چمکاتا ہے (خاک کے روشن ذروں اور موتیوں کا مشاہدہ کریں)۔ وہ پانی کے ایک قطرے سے عرش مجید بناتا ہے۔

تشریح :- سورج جو کہ انتہائی درجہ حرارت سے کھول رہا ہے ٹھنڈا ہو جائے تو پتھر کا پتھر ہے پھر فرمایا ایک قطرہ پانی سے وہ قادر مطلق عرش مجید بناتا ہے۔ ہر شے پانی سے پیدا ہوتی ہے اور عرش مجید کو بھی نورِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قطرۂ آب سے بنایا گیا مگر یہاں دوہرے معنی ہیں ایک وہ جو بیان ہو چکے اور ایک یہ کہ انسان کو گندے پانی سے پیدا کر کے اسے عرش مجید جیسا خوبصورت چہرہ عطا کیا اور اسے اپنی یاد کے لیے وہ دل عطا فرمایا جو عرش رب العالمین ہے۔

عرش دل جائے نزولِ حضرتِ رحمان ہے
غیر کو ہر گز نہیں اس پر بٹھانا چاہیے

۸- یہ اس کی حکمت وصناعی ہے کہ ساورے (سانولے کالے) رنگوں کے والدین سے گوری اولادیں پیدا کرتا ہے اور گورے والدین سے کالی اولادیں۔ وہ سمندر میں سِپ پالتا ہے جن کے پیٹ میں پانی کے حقیر قطرے سے موتی پیدا کرتا ہے اور پہاڑوں کی چٹانوں کے پیٹ چاک کر کے پھول کھلاتا ہے۔

۹- کافر قوموں کے اندر جہاں علم کا نور ختم ہو چکا ہوتا ہے اور ہدایت کے سب چراغ بجھ چکے ہوتے ہیں۔ نبی پیدا فرما کر انہیں اپنے ہاں سے معرفت کے علم اور نبوت کے نور سے نوازتا ہے۔ یہ اسی کی شانِ بے نیازی ہے کہ ابلیس جو کہ فرشتوں کا استاد تھا اور ملائکہ میں شمار ہوتا تھا اسے ایک ہی حکم عدولی کے جرم میں راندۂ درگاہ بنا کر گلے میں لعنت کا طوق ڈال دیا۔

۱۰- وہ بے نیاز چاہے تو دنیاداروں کے گھر ولیؒ پیدا فرما دے اور ولیوںؒ کے ہاں میرے جیسے خطا کار پیدا کر دے۔ سبحان اللہ! کیا عاجزی اور انکساری ہے۔ سرکار میاں صاحبؒ نے بعض اشعار میں تو اپنے آپ کو اس سے بھی کہیں زیادہ عاجز ودرماندہ قرار دیا ہے جسکا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو عارف باللہ اور ولی اللہ بنا کر آپکے نام کی خوشبو سارے جہان میں پھیلا دی ہے۔

۱۱- فرماتے ہیں اس کی قدرت کے کرشمے میری سمجھ سے بالا ہیں جس کی حکمت سے خشک لکڑی کی بانسری اور سارنگی (رباب) بن کر سرِ حقانی کی غزلیں الاپتی ہے۔

۱۲- اس شعر کا ترجمہ بحوالہ سیاق وسباق اس تشریح کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

شاہپری "بدیع الجمال" بے حد وبے حساب خوبصورت تھی باغ ارم (شارستان سنہری) سے اپنے معمول کے مطابق "بدرہ خاتون" کو ملنے کے لیے "سراندیپ" آئی تو اس نے دیکھا کہ "ملکہ خاتون" جو بارہ سال سے غائب تھی واپس مل گئی ہے تو اسے اپنے پاس بٹھا کر شفقت سے باتیں کرنے لگی۔ "ملکہ" اس کے حسن وجمال کے جلوے کی تجلی میں کھو گئی کیونکہ اس نے اس سے پہلے کبھی اس کی ایسی تجلی نہیں دیکھی تھی "ملکہ" نے پری کا جلوۂ حسن دیکھ کر قدرت خداوندی کی تعریف کی۔ اس موقع پر آپ فرماتے ہیں کہ :-

ترجمہ شعر:- خوبصورت شکل خدائی جلوے کی مظہر ہوتی ہے جسے عام لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ اے محمد بخشؒ! خدا کے خاص نیک بندوں کے بغیر اس سرِالٰہی کو کون جانے اور کون پہچانے۔ گویا آپؒ اس فلسفہ پر غور وفکر کی دعوت دے رہے ہیں کہ چہروں کا حسن اور دنیا کا سارا نور حسنِ ازل ہی کا عکس ہے۔

نعت شریف سید المرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس نعت شریف کے کل انیس (۱۹) اشعار ہیں جن میں سے کوئی شعر بھی چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ اس میں رسالت مآب ختمی مرتبت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کم وبیش پچاس پیغمبرانہ اوصاف کا اختصار کے ساتھ ذکر مبارک ہوا ہے۔ حضرت میاں صاحبؒ کی نعت گوئی کی امتیازی شان یہ ہے کہ آپ کے نعتیہ کلام کا کوئی شعر یا ایک آدھ مصرعہ بھی کسی دوسرے انسان کی

Scanned with CamScanner

مدح کے ساتھ چسپاں نہیں کیا جا سکتا جبکہ دیگر شعراء کے نعتیہ کلام میں یہ خوبی کم کم نظر آتی ہے اس لحاظ سے آپ کا نعتیہ کلام علامہ اقبالؒ اور مولانا ظفر علی خانؒ کے ہم پلہ ہے۔ اس نعت مبارک کے جملہ اشعار کا ترجمہ وتشریح راقم کی کتاب "آئینہ سلوک مطالب سیف الملوک" میں ملاحظہ فرمائیں۔

نعت شریف :-

واہ کریم امت دا والی مہر شفاعت کر دا
جبرائیلؑ جیہے جس چاکر نبیاںؑ دا سر کر دا
اوہ محبوب حبیب ربانہ حامی روز حشر دا
آپ یتیم یتیماں تائیں ہتھ سرے تے دھر دا
جے لکھ واریں عطر گلابوں دھوئیے نت زباناں
نام انہاں دے لائق ناہیں کی قلمے دا کاناں
نعت انہاں دی لائق پاکی کدا ساں ناداناں
میں پلیت ندی وچ وڑیا پاک کرے تن جاناں
نال اشارت ٹکڑے کیتا جس نے چن اسمانی
سکروڑاں تھیں جس پڑھایا کلمہ ذکر زبانی
معجزیوں اس بہت ودہائی تھوڑی سی مہمانی
لشکر تسا سبھ رجایا کھے کاسے پانی
صدر نشین دیوان حشر دا افسر وچ اماماں

کل نبیؑ محتاج انہاں دے نفراں وانگ غلاماں
دنیاں تے جد ظاہر ہویا کھریا دین دماماں
کوہ قافاں نے سیس نوایا کوٹ کفار تماماں
تخت چبارے شاہی کنبے ڈھٹھے کفر منارے
چھیک دتے قرآن اوہدے نے اگلے دفتر سارے
سبھو نور اُسے دے نوروں اس دا نور حضوروں
اس نوں تخت عرش دا ملیا موسیٰؑ نوں کوہ طوروں
لولاک لما خلقت الکون آیا شان انہاندے
جن انسان غلام فرشتے دوئے جہان انہاندے
نور محمدؐ روشن آہا آدمؑ جدوں نہ ہویا
اول آخر دوئے پاسے اوہو مل کھلویا
پاک جمال اوہدے نوں سکدے روح نبیاںؑ سندے
حوراں ملک انہاندی خاطر خدمت کارن بندے
ولیؒ جنہاں دی امت سندے نبیاںؑ نال برابر
امت اسدی بنیا لوڑن مرسلؑ ہور اکابر
حسن بازار اوہدے سے یوسفؑ بردے ہو دکاندے
ذوالقرنینؑ سلیمانؑ جیہے خدمت گار کہاندے
عیسیٰؑ خاک انہاں دے در دی گھن تیمم کردا
تابنیں دست مبارک اُس دا شافی ہر ضرر دا
خال غلامی اس دی والا لایا پاک خلیلؑ
جانی نوں قربانی کیتا مہتر اسما عیلؑ

موسیٰؑ خضرؑ نقیب انہاندے اگے بھجن راہی
اوہ سلطان محمدؐ والی مرسلؑ ہور سپاہی
دَہ سے سد جنہاں نوں ہویا نیٹر آ پیارا
نعت انہاں دی کی کجھ لکھے شاعر او گنہارا
اللھم صلی علیٰ محمد وعلیٰ آلہ وصحابہ اجمعین برحمتک یارحم الراحمین

معراج شریف :-

مندرجہ ذیل اشعار کا ترجمہ وتشریح بھی "آئینہ سلوک" میں ملاحظہ فرمائیں۔

وحی وکیل لیاندا سدا نالے گھوڑا جوڑا
آ ملیئے ہک جوڑ محمدؐ تینوں قرب نہ تھوڑا
چھوڑ اسمان زمیناں تاہیں سرورؐ گیا اگیرے
جتھے وحی نہیں ونج سکدا ہٹ بیٹھا کر ڈیرے
سرورؐ نے فرمایا اس نوں جے توں ساتھی میرا
چل اگیرے نال اساڈے کیوں بیٹھوں کر ڈیرا
کیتی عرض فرشتے حضرتؐ ! کون اسیں بچارے
جے اک گٹھ اگیرے ہواں سڑ جاندے پرسارے
نہیں مجال اساڈی اگے چمکن نور تجلے
ایسا قرب تسانوں لائق جاؤ ہک ہکلے
جتھے قدم تساڈا اوتھے ہور نہیں کوئی پجدا
اہل کمال جلال محمدؐ توہیں توہیں سجھدا

سبھ کے تھیں گئے اگیرے چاچا پردے نوری
قاب قوسین او ادنیٰ تاہیں پایا شان حضوری
جانی نال ملے دلجانی وِتھ نہ رہیا ذرّہ
خلعت تحفے ہدیئے لے کے آئے فیر مقرّہ
ایسا نبیؐ جنہاں دا والی سو کیوں امت جھرسی
عیب گناہ خطایاں بابت کیوں دوزخ دل ٹرسی
کی کجھ نعت تساڈی آکھاں خلقت دے سردارا
لاکھ صلوٰۃ سلام تیرے تے لاکھ درود ہزارا
تدھ پر ہون درود اللہ دے آل اولاد تیری تے
پیرواںؒ اصحاباںؓ اتے بھی بنیاد تیری تے
سخن نہیں کوئی ہوندا میں تھیں تیری شان قدر دا
طٰہٰ تے یٰسین الٰہی صفت تساڈی کردا

مدح چار یار :-

پیر مرید صدیق اکبرؓ سن پہلے یار پیارے
حق جنہاں دے ثانی اثنین اذھما فی الغارے
یار دوجا فاروق عمرؓ سی عدل کیتا جس چڑھ کے
ایہہ شیطان رجیم رولایا بنجے اندر پھڑ کے
شب بیدار غنی سے سی تریجا جامع جو قرآنی
عثمانؓ ذوالنورین پیارا مہتر یوسفؑ ثانی

چوتھا یار پیارا بھائی خاصہ دل دا جانی
دلدل دا اسوار علیؓ ہے حیدر شیر حقانی

مدح مبارک آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:-

ربا انہاں اماماں پچھے جو گل لال نبیؐ دے
پاک شہید پیارے تیرے افسر آل نبیؐ دے
ہکناں عشق تیرے دے پیتے بھر بھر زہر پیالے
خنجر جھاگ محبت والی ہکناں بدن حلالے
ہوندی قوت زور نہ لایا بیٹھے من رضائیں
پانی باجھ پیاسے چلے دین دُنی دے سائیں
آل اولاد تیری دا منگتا میں کنگال زیانی
پاؤ خیر محمدؐ تاہیں صدقہ شاہ جیلانیؒ

مدح مبارک غوث پاک سید عبدالقادر جیلانی
رحمتہ اللہ علیہ:-

واہ واہ میرانؒ شاہ شہاں دا سیدّ دوہیں جہانی
غوث الاعظمؒ پیر پیراں دا ہے محبوب سبحانی
آل نبیؐ اولاد علیؓ دی سیرت شکل انہاندی
نام لیاں لکھ پاپ نہ رہندے میل اندر دی جاندی

ایہہ اک مصرعہ ایس مدح دا لکھاں تھیں وہد بھائی
"اس محبوب الٰہی جیہا جگ پر سخی نہ کائی"
میں پاپی شرمندہ جھوٹا بھریا نال گناہاں
بکو آس تساڈے در دی نہ کوئی ہور پناہاں

نمونہ مدح شریف پیرا شاہ غازیؒ قلندر رحمتہ اللہ علیہ

بادشہاں دا پیر کہاوے پیراں شاہ کر جاتا
پیرا شاہ قلندر غازیؒ رنت سوا لکھ داتا
شاہ سلطان انہاندے بوہے عاجز بن وکھاندے
عاجز اس دے شاہ سداون اس دا مان رکھاندے
پیرؒ میرے دی دھوم چوفیرے آون ولیؒ سلامی
چمن خاک کریندے خدمت دعویٰ رکھ غلامی

مدح شریف پیر خود حضرت سائیں غلام محمدؒ

نوٹ:- شریعت اور طریقت دونوں میں کسی شیخ کے ہاتھ پر بیعت ہونا اشد ضروری ہے۔ جس طرح ایک ماہر استاد کے بغیر علم وہنر کا حصول محال ہے اسی طرح پیرومرشد کی رہنمائی اور ہدایت کے بغیر شریعت اور طریقت (دین اسلام) کے کاموں میں بھی کماحقہ کامیابی کا حاصل ہونا مشکل ہے۔ بیشک اپنی ذاتی کوشش سے بھی کچھ نہ کچھ حاصل ہوجاتا ہے۔ مگر مرشد کے فیض کی بات کچھ اور ہی ہوتی ہے۔

Scanned with CamScanner

آجکل اکثر لوگ بیعت کو ضروری خیال نہیں کرتے یہ آزاد خیالی اچھی نہیں ۔ اس ضمن میں ان کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اس دور میں کسی کامل شیخ کا ملنا دشوار ہے گو یہ اعتراض بڑا وزنی ہے لیکن سچی طلب اور تلاش سے کوئی نہ کوئی خدا کا خاص بندہ مل ہی جاتا ہے اس لیے محنت ہمت اور جستجو سے کام لیں تو انشاء اللہ آپ بھی اپنا مرشد ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ حضرت میاں صاحبؒ نے اپنے مرشد کے ۳۵ / ۳۶ اوصاف بیان فرمائے ہیں انہیں بغور پڑھیں اور مرشد کی تلاش کے سلسلہ میں مدنظر رکھیں۔ اس مدح شریف کے عنوان میں کل (۲۳) اشعار ہیں جن میں سے نو (۹) اشعار اسی کتاب کے مضمون بعنوان "شخصیت اور فن" میں گذر چکے ہیں جن میں میاں صاحبؒ کے مرشد کی اہم خوبیاں بیان ہوئی ہیں۔

نمونہ ملاحظہ فرمائیں :۔ (ذیل میں صرف پانچ اشعار دیئے گئے)

مرد بھلیرا مرشد میرا شاہ غلام محمدؒ
اہل شریعت اہل طریقت وانگ غلام محمدؒ
رحمت ، حلم ، وفا ، محبت چارے طبعاں رلا کے
رب اوہ مرد شریف بنایا نیک صفاتاں پا کے
تن من اندر راہ حقانی اندر دین پیغمبرؐ
سالک صوفی نالے زاہد نالے مست قلندرؒ
جیبھ مٹھی تے خوسلونی صورت اپن اپاری
راہبر راہ ہدایت اندر کسبہ تواضع داری
چھبی مار لیاون موتی وحدت دے دریاؤں
کھریاں گلاں کھریاں چالاں دامن پاک ریاؤں

نوٹ :۔ فقراء اور پیران طریقت سے گزارش ہے کہ "سیف الملوک" شائع کردہ

نظامت اوقاف آزاد کشمیر کے صفحہ نمبر ۴۹۱ / ۴۹۲ پر اس نظم کا بغور مطالعہ فرمائیں۔ یہ مدح نہ صرف حضرت میاں صاحبؒ کے مرشد پاک کی صفت ہے بلکہ بندۂ مومن کامل کی صورت وسیرت کا آئینہ ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم بھی اپنے اندر ایسی ہی صفات پیدا کر کے اپنی سیرت سازی کریں اور قول وفعل کے تضاد کو دور کر کے حقیقی مسلمان بن جائیں۔

▶ "سیف الملوک" میں حضرت پیرا شاہ غازی قلندرؒ اور سائیں غلام محمد قادری قلندریؒ کے علاوہ حضرت شاہ محمد مقیم حجرویؒ حضرت میاں بہاول بخش اور قبلہ حافظ صاحب سموالویؒ اصلاح دہندہ در اشعار کی مدحیں بھی شامل ہیں۔ ان میں سے چند اشعار بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

مدح حضرت شاہ محمد مقیم حجروی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت میراں شاہ مقیماںؒ تیرا شان زیادہ
سوہنا سخی جدھے گھر جایا علی امیر شہزاد
نوری ملک کریندے چوری حوراں منگل ۔ گایا
بالا پیر لکھاں دا داتا دھن مائی جس جایا
عالم تے روشنائی ہوئی چڑھیا چن نورانی
حسنیؒ سید پیدا ہویا صورتِ یوسفؑ ثانی
حجرے اندر کھریاں پھیراں دینی ڈنکے بارن
لعل بہاولؒ شیر قلندر دم دم نال پکارن
دمڑی والا لعل تساڈا جس دی ہے منظوری
پاک جناب انہاندی اندر میں نوں کرد حضوری

Scanned with CamScanner

مدح حضرت میاں بہاول بخشؒ

سجادہ نشین دربار عالیہ کھڑی شریف
"برادر مصنف سیف الملوک"

سخناں دی اوہ قیمت پاوے شعر میرے خوش لیندا
اوس صراف اگے جو تردا سو خزانے پیندا
شعراں وچہ طبیعت اسدی کر دی وال شگافی
ایس زمانے ایس نقد دی اس پر تم صرافی
اللہ بھاوے قدر شناسی اس جیہی اج کس نوں
رمز پچھانے معنے جانے ایہہ تاثیراں جس نوں
صورت خوبی سیرت خوبی خوبی ورتن چالا
تانہئیں نام مبارک اس دا خوبی بخشن والا
میرا ہے اوہ وڈا بھائی عمروں عقلوں وسبوں
دانش مند اکابر داناں بحر علم دے کسبوں

وجہ تصنیف "سیف الملوک" سال تصنیف عمر مصنف بوقت تصنیف:-

اگرچہ ان باتوں کا ذکر پچھلے ابواب میں بھی کہیں ہو چکا ہے لیکن یہاں اس موضوع "سیر سیف الملوک" کی تکمیل کیلئے یہ چیزیں بیان کرنی اشد ضروری ہیں تاکہ قارئین کو اس موضوع کی سیر کرنے میں تشنگی نہ رہے۔

حضرت میاں صاحب کے کلام کی یہ بڑی خوبی ہے کہ اس سے مطلوبہ کوائف بھی مل جاتے ہیں اور بار بار پڑھنے سے لذت گھٹنے کی بجائے بڑھتی ہی رہتی ہے۔ متذکرہ عنوان کے ضمن میں آپ فرماتے ہیں میں نے کہ یہ قصہ اپنے بڑے بھائی بہاول بخشؒ (خوبی بخشنے والے) کی فرمائش پر لکھا ہے۔ اس کی تکمیل کے وقت موسم بہار کا تھا اور سال ہجری رمضان المبارک ۱۲۷۹ھ تھا۔ اس وقت بڑی ہمشیرہ صاحبہ کے ارشاد کے مطابق میری عمر ۳۳ سال تھی۔

اس لحاظ سے آپ کی پیدائش رمضان المبارک ۱۲۴۶ھ میں ہوئی جو سن عیسوی کے لحاظ سے مارچ ۱۸۳۱ء بنتی ہے اور موسم بہار کا تھا اس میں کچھ ہرج نہیں کہ عموماً آپکی ولادت ۱۲۴۶ھ بمطابق ۱۸۳۰ء لکھی جاتی ہے لیکن یہ بالکل غلط ہے کہ ۳۱۔۱۸۳۰ء کی بجائے کوئی اور سال لکھا جائے جیسا کہ اکثر لوگوں نے کیا ہے۔

جسطرح آپؒ نے تصنیف کا سال اور اپنی عمر بتائی ہے اسی طرح ملاقات کی طلب رکھنے والوں کو اپنا مکمل پتہ بھی اشعار ہی میں بڑے دلچسپ انداز میں ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے دریائے جہلم کے شمال / میرپور سے جنوب / کھڑی کے علاقے میں تلاش کریں۔

وجہ تصنیف سیف الملوک:-

فرماتے ہیں میرے بڑے بھائی صاحب کو اشعار خوانی کا بہت شوق تھا ان کا مطالعہ وسیع تھا انہوں نے کسی کتاب میں سیف الملوک کی مختصر سی کہانی پڑھی اور مجھے بذریعہ چھٹی (بمقام پنجنی) کتاب تصنیف کرنے کی فرمائش کر ڈالی۔

شعراں دا سی شوق انہاں نوں پڑھ پڑھ قیمت پاندے
ہر عاشق دے قصے تائیں خوب طرح دل لاندے

سیف ملوکے دی گل انہاں کسے کتابوں ڈٹھی
اس قصے دی طلب پیو نے میں دل کر دے چھٹی
ایہہ مضمون چھٹی دا آہا قصہ جوڑ شتابی
چن چن سخن پرودیں تسبیح موتی سل خوشابی
قصے اندر فرق نہ ہووے نالے رمز فقر دی
صنعت بھی وچ تھوڑی بہتی چلے لذت کر دی
چھٹی دیکھ لگی حیرانی کجھ نہ آوے جاوے
کون پنجہاں فکر دا ہووے چنتا چتہ ونڈاوے
قصہ اوکھا نالے لماں زور کمی پنڈ بھاری
ڈاہڈے دا فرمان نہ مڑدا روگی جند بے چاری
طبع ضعیف اوداسی جیوڑا گھٹ جمعیت سی دل
جانے رب محمد بخشا " اوس گھڑی دی مشکل

سال تصنیف اور نام کتاب :-

سن مبارک ہجری دساں باراں سے ست داہے
ست اتے دو ہور محمد " اوپر اس تھیں آہے
ماہ رمضان مبارک اندر وقت بہار گلابی
"سفر العشق" مکانی مولیٰ ہووس فضل جنابی
بھائی دی فرمائش منی جو آیا سو کہیا
سخن کرن دے لائق کتھے میں بے علم اجیہا

شکر الحمد خداوند تائیں باہر حد شماروں
ایہہ فرمائش پوری ہوئی دبیل لدھی سر بھاروں
امت اپنی وچ رلائے پاک رسولؐ بندے نوں
حضرت مرشدؒ دمڑی والا کرے قبول بندے نوں

عمر مصنف بوقت تکمیل "سیف الملوک"

عمر مصنف دی تد آہی تن داہے تن یکے
بھین وڈی فرماندی ایہو پتے ربے نوں پکے

مقام سکونت :-

جہلم گھاٹوں پربت پاسے میرپورے تھیں دکھن
کھڑی ملک وچہ لوڑن جیہڑے طلب بندے دی رکھن

مدح استاد حافظ صاحب سموالوی رحمتہ اللہ علیہ

حافظ عالم فاضل صوفی سالک راہ ہدایت
دائم مست عبادت اندر عارف اہل ولایت
خاص غلام امام وڈے دے صاحب میرے سر دے
ہے اوہ خاک اساڈا سرمہ جس رستے پر پھر دے
میں شاگرد نکارے اتے نظر کرم دی تکن
اس نسخے دی کرن مطالع دین صلاح نہ اکن

سچے مرد نگاہ کرم دی نام اللہ دے پاؤ
اوگن ہارے دے لکھ اوگن پلا دے چھپاؤ
سخن میرے چاپاک بناون ہے توفیق آزاداں
چوہڑے دا پت مومن ہوندا جاں ملدا استاداں
اتنی رمز پچھانوں یارو بہت کہاں کی گلاں
میں کریوں ہتھ واگ بلوچے جدھر چلاوے چلاں

چند سخن بعنوان پیر روشن ضمیرؒ :-

نوٹ :- ان اشعار میں جہاں فاتحہ خوانی و قرآن خوانی اور درود و سلام پڑھ کر مرحومین کو بخشنے کے متعلق اسلامی نکتہ نظر اور فلسفہ موت کی وضاحت ہے وہاں آپؒ کے دلی سوزوغم کی بھی زبردست ترجمانی ہوتی ہے لیکن آپ کے فکروفن نے اس سوزوغم کو ذاتی کی بجائے عالمگیر بنا دیا ہے اور یہی آپکی بہت بڑی خوبی ہے۔

کون بندے نوں یاد کریسی ڈھونڈے کون قبر نوں
کس نوں درد اساڈا ہوسی روگ نہ رنڈے ورنوں
روح درود کھنن سبھ جاسن آپو اپنے در نوں
تیرا روح محمد بخشاؒ تکسی کیہڑے در نوں
ناں گھر چاہڑے نہ سکھ ڈٹھے نہ کجھ کھٹی کھٹی
نہیں کسے دل لینا کوئی نہ چھڈ چلے ترٹی
جے کجھ آیا سو منہ پایا تلی رکابی چٹی
خالی ہتھ محمد بخشاؒ ٹری نکاری لٹی

انس اولاد تساڈی بھائی پڑھسن بیٹھ قبر تے
اٹھویں روز دیون گے گلی جو کجھ گھر وچ درتے
میتوں ہور نہیں کوئی پاسا آسا کس دے گھر تے
جاسی روح محمدؒ میرا پیر سچے دے در تے

پڑھنے سننے والے بھائی شوق دیوے رب سائیں
برا خدائی میں پر آکھو فاتحہ خیر دعائیں
میں شوہدا مر خاک رلیساں جھل ہجر دی کانی
جے رب سچے روشن کیتے رہسن سخن نشانی
جیون پت تساڈے بھائی دیسن جے کجھ سرسن
ماؤ پیو دی قبرے اتے ہتھ کھلے ونج کرسن
آپو اپنے ورثے اتے قدم اگیرے دھرسن
خبر نہیں ایہہ سخن محمدؒ ترسن یا نہ ترسن

اوصاف قصہ سیف الملوک (فکروفن کی معراج)

آپؒ اپنے پڑھنے والوں کو بتاتے ہیں کہ میرے اس قصہ میں یہ یہ خوبیاں پائی جاتی ہیں اس مضمون کو آپ نے بڑی عمدگی سے نبھایا ہے۔ بحوالہ سیف الملوک صفحہ نمبر ۲۶ / ۲۷ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ہر ہر قسم خوشی دی اس وچ ہر ہر قسم غماں دی
سننے والے پاون ایتھوں خواہش جنہاں کماں دی

بہتی ہے تعریف حسن دی باسی بڑی شکل دی
نالے درد وچھوڑے بہتے نالے خوشی وصل دی
آدمیاں دے طور طریقے جن پریاں دے نالے
عیش خوشی دے ساجے باجے درد دکھاں دے چالے
بادشاہی تدبیراں گھنیاں دولت فوج مثالے
بخل سخاوت ظلم عدالت غفلت سرت سنبھالے
جوش خروش ندی دے بہتے ٹاپو سیر جنگل دے
رڑناں ترناں اڈناں ٹھناں ذکر اتھے ہر گل دے
عاجزیاں بیکسیاں گھنیاں حالت دیس بدیسوں
دیسوں دیس عجائب اس وچ کیا بھورے کیا کھیسوں
کوہ قافاں دے پتے نشانی غاراں شہر اجاڑاں
کلر شور بغیچے نالے میوے تے پھلواڑاں
سیر شکار اتے بند قیداں نالے صلح لڑائی
سوگ ویاہ محمد بخشا ؒ ہر گل اس وچ آئی
رستم دستی حال شکستی دہشت بھاج دلیری
خوف امید محمد بخشا ؒ اس وچ گھنی گھنیری

بات مجازی رمز حقانی ون دناں دی کاٹھی
سفر العشق کتاب بنائی سیف چھپی وچ لاٹھی
جنگ لڑائیاں کانگاں اندر گج کڑک کے آوے
سفر وطن تے ماتم سوگوں پورے سخن سناوے

متذکرہ بالا گیارہ اشعار میں اس قصہ کے تقریباً پینتالیس (۴۵) اوصاف بیان ہوئے ہیں اور ابھی نظم جاری ہے اس نظم سے پہلی نظم کا ایک شعر رقم کرنے کے بعد ذیل میں مزید چند اشعار دئے جاتے ہیں جن میں کچھ اور بھی خوبیاں گنوائی گئی ہیں اور فن شاعری پر "پرکھ" یعنی تنقید کے موضوع پر بھی اظہار خیال کیا گیا ہے۔

قصہ میں صوفیانہ فلسفیانہ اور شاعرانہ اوصاف

(تنقیدی فن پر توجہ فرمائیں)

جس دل اندر ہووے بھائی یک رتی چنگاری
ایہہ قصہ پڑھ بھانبڑ بن دا نال ربے دی یاری
جنہاں طلب قصے دی ہوسی سن قصہ خوش ہوسن
جنہاں جاگ عشق دی سینے جاگ سویلے روسن
شاعر دی آزمائش آہی ایس قصے وچ بھائی
ہر رنگوں خوش خبر سناوے تاں اس دی دانائی
ہر ہر فن ہنر وچ ہووے ماہر تے یک فنی
لطف خدائی نال عطائی تاں اوہ ہوندا سنی
قصے ہور کسے دے اندر درد اپنے کجھ ہوون
بن پیڑاں تاثیراں ناہیں بے پیڑے کد روون
درد لگے تاں ہائے نکلے کوئی کوئی رہندا جر کے
دلبر اپنے دی گل کیجے ہوراں نوں منہ دھر کے

جس وچ گجھی رمز نہ ہووے درد منداں دے حالوں
بہتر چپ محمد بخشا سخن اجیہے نالوں

جو شاعر بے پیڑا ہووے سخن اوہدے بھی رکھے
بے پیڑے تھیں شعر نہ ہوندا اگ بن تھوں نہ تھکے

ویکھو ویکھی بیت بناون شعروں خبر نہ پاون
ایس طرح تے صفتاں سٹھاں بہتے ڈوم بناون

ردی ردیفوں نام نہ جانن قافیوں بدھ نہ کائی
وزن برابر تلدا جڑدا صنعت رسم نہ بھائی

سخن بھلا جو درداں بھریا بن درداں کجھ ناہیں
نڑاں کماداں فرق رہو دا کیا کانے کیا کائیں

درد منداں دے سخن محمدؒ دیون گواہی حالوں
جس پلے پھل بدھے ہوون آوے بو رومالوں

پڑھنے والوں سے التماس

اس عنوان کے تحت بھی کچھ اشعار پیچھے گزر چکے ہیں مگر اس زیر نظر موضوع میں بھی لکھنے ضروری ہیں اسلئے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

دانشمندو! سنو تمامی عرض فقیر کریندا
آپوں چنگا جے کوئی ہووے ہر نوں بھلا تکیندا

تک تک عیب نہ کردے واندے چنگے لوک کدائیں
نکتہ چینی فتنہ دوزی بھلیاں دا کم ناہیں

پردہ پوشی کم فقر دا میں طالب فقراداں
عیب کسے دے پھول نہ سکاں ہر یک تھیں شرماداں

کرم کرو تے عیب چھپاؤ پڑھو سنبھالا کرکے
ڈوہنگی نظرے مڑ مڑ سمجھو لنگھ نہ جاؤ ترکے

میں بھلا تے تسیں نہ بھلو سمجھ بناؤ معنے
چلدے گھوڑے نوں مت مارو چابک مہنے طعنے

سنیا میں جد حشر دیہاڑے نکا لکھیا پڑسی
بریاں نو رب نیکاں پچھے بخش جنت وچ کھڑسی

شعرے میرے اس ملک اپنے وچ مول نہ پاندے قیمت
دور دوراڈے جس نوں لبھن جانے بہت غنیمت

کیسر سستا ہے کشمیرے پچھو مل لاہوروں
پستہ تے بادام محمدؒ سستے ملن پشوروں

کرے سوال فقیر محمدؒ پڑھنے والے تائیں
رونق کھڑیں نہ شعر میرے دی نال ادا سنائیں

باجھ ادا آواز رسیلے لگدا شعر الوناں
دودھ اندر جے کھنڈ رلائیے مٹھا ہوندا دوناں

سٹ پٹا کر کے پڑھیاں لذت کجھ نہ رہندی
جس دے بیٹے نوں کوئی مارے کد اس دی جند سہندی

جیونکر بیٹے تساں پیارے تویں بیت اسانوں
بیٹے نوں کوئی انگل لاوے لگدے بیت تسانوں

دشمن وانگ دسے اوہ سانوں جیکوئی بیت تروڑے
بیٹے نازک لال سندر دے ایویں کن مروڑے
ربا دئیں پناہ انہاں تھیں جو ایسے کم کردے
سیم سچے دا ستم بناون غم دا نے غم کر دے

منازل فقر اور سیف الملوک

فقر کی سات منزلیں اور تیس وادیاں ہیں۔ ہر منزل کئی وادیوں سے ہو کر گزرتی ہے۔ "سفرالعشق" یعنی "سیف الملوک" کے عشقیہ سفر کی داستان بھی انہی سات منزلوں اور تیس وادیوں پر مشتمل ہے۔

فقر کی سات منزلوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ طلب و جستجو ۲۔ عشق ۳۔ معرفت ۴۔ استغناء ۵۔ توحید
۶۔ حیرت ۷۔ فقروغناء۔

◄ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ سیف الملوک میں صرف چار منزلیں (استغنا، توحید، حیرت اور فقروغناء) بصورت عنوانات منظوم کر کے متعارف کرائی گئی ہیں جبکہ پہلی تین منزلیں (طلب و جستجو، عشق اور معرفت) کو نام بنام متعارف نہیں کرایا گیا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہ سیف الملوک میں کسی جگہ بیان ہوئی ہیں یا انہیں چھوڑ دیا گیا ہے؟۔ بات دراصل یہ ہے کہ پہلی تین منزلیں اپنے ناموں کے لحاظ سے سمجھنی بہت آسان ہیں شریعت اور طریقت میں یہ کسی لمبی چوڑی شرح کی محتاج نہیں ہیں۔ اور یہ اس قدر بنیادی ہیں کہ اگر انہیں اختیار نہ کیا جائے تو اگلی منزلیں سر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سیف الملوک میں اگرچہ ان کو زیرعنوان رکھ کر یکجا بحث نہیں کی گئی ہے مگر یہ

تینوں منزلیں سارے قصے پر اور شہزادے کے سارے سفر پر محیط ہیں اور حضرت میاں صاحب کا تو درس تصوف ہی یہی ہے کہ انسان کو طلب و جستجو اور عشق و معرفت کے لیے پیدا کیا گیا۔ ہے لوڑ اور عشق کے بغیر معرفت حاصل ہونا بالکل امر محال ہے اس لیے یہ تینوں منزلیں (طلب/ عشق/ معرفت) ساری داستان پر چھائی ہوئی ہیں۔ سیف الملوک کے ہر ہر صفحہ میں ان کی اثر آفرینی طاری ہے۔

لفظ (سیمرغ) میں تیس وادیوں کی رمز پائی جاتی ہے۔ سیمرغ کے معنی ہیں تیس پرندوں کے قد کاٹھ وزن اور حجم کا پرندہ (کوہ پیکر) اور یہ بھی کہ سیمرغ کے پروں میں تیس پرندوں کے رنگ موجود ہوتے ہیں۔ جس میں ہر پرندے کو اپنا آپ نظر آتا ہے

◄ تصوف کی یہ باتیں بڑی دلچسپ اور معنی خیز ہوتی ہیں۔ چونکہ قرآن پاک کی سات منزلیں اور تیس پارے ہیں جن پر شریعت کی بنیاد ہے اسی نسبت سے طریقت میں فقر کی سات منزلیں اور تیس وادیاں ہیں۔ انسانی زندگی کے طول و عرض کی پیمائش کے پیمانے ہفتوں اور مہینوں کے ایام ہیں۔ ہفتے کے سات دن اور مہینے کے تیس ایام ہوتے ہیں اس لحاظ سے بھی یہ رمزیت درست ہے۔

◄ "سیف الملوک" میں بیان کردہ تصوف کی چاروں منزلوں کے کچھ اشعار اسی کتاب کے مضمون (میاں محمد بخشؒ ایک عظیم صوفی اور فلسفی شاعر) میں ملاحظہ فرمائیں جبکہ اہل ذوق حضرات کے لیے بطور "مشتے از خروارے" چند اشعار یہاں بھی دیئے جا رہے ہیں۔

منزل استغناء :- (یعنی اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی و بے پرواہی)

Scanned with CamScanner

بے پرواہی منزل ناہیں جس وچ سود سوداگر
بے نیازی دے چمک اگے دو جگ ککھ برابر
جے لکھ جانی صدقے ہوون جھل کے تیغ پرم دی
کجھ پرواہ نہیں دریاوے ہک قطرے شبنم دی
سبھ آسمان جھڑن تاں جاپے پت درختوں جھڑیا
چوداں طبق ڈبن تاں جیویں ککھ باروں ہک کھڑیا
جے سبھ عالم فانی ہوون اوتھے کجھ نہ خطرہ
کی ہویا کی گھاٹا واہدا گیا سمندروں قطرہ
کتھے نی اوہ بدن نورانی کتھے جانی پاکاں
ہے کی تھاں محمد بخشا واؤ پانی اگ خاکاں

منزل توحید :-

یہ اللہ تعالیٰ کی شان توحید کو سمجھنے اور اپنی خودی کو پہچان کر اس وحدت کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر واصل حق ہونے کی منزل ہے۔ یہ منزل وحدت الوجود کو سمجھنے اور خودی سے بیخودی میں ڈوب کر ابھرنے کے اسرار کو پانے کی منزل ہے۔ اس کے آٹھ شعر "صوفی اور فلسفی شاعر" کے مضمون میں بھی گذر چکے ہیں۔

جے کوئی غرق نہ ہویا بھائی وحدت دے دریا وے
کی ہویا جے آدم دسدا لیک نہ مرد کہاوے
توڑے بہتے روپ دسیون توڑے تھوڑے تھوڑے
اصل اندر سبھ ہک ہوون گے ندیوں نیر دچھوڑے

جاں سالک اس جائی پہنچا آپ مرے مر جیوے
گم ہووے مڑ باہر نکلے گونگا ڈورا تھیوے
جاں توں گم ہوویں وچہ اس دے اپنی چھوڑ نشانی
ایہہ توحید محمد بخشا دسے کون زبانی

منزل حیرت :-

جاں پہنچے اس منزل اندر رستہ منزل چھپدا
رستہ منزل کس دا بھائی نالے ہے دل چھپدا
حیرت سرگردانی تاہیں کیکر اگے کھڑیے
شہر اتے دروازے چھپدے کتھوں نکل وڑیے
جاں کوئی مرد اس جائی پہنچا گلیوں شکر ہوویگا
کفرے وچوں ایماں کھندے ایماں کفر ہووے گا

منزل فقر :-

کانگ چڑھے دریا فقر دے جنبش اندر آوے
پتھر نقش برتی بیلا بوٹی ریت چھپاوے
دوئے جہان محمد بخشا موج اس اک دریاؤں
جے کوئی ایہہ گل منے ناہیں کسر اوہنوں سوداؤں

Scanned with CamScanner

جاں ایہہ اپنا آپ بندے نوں پڑدا ہے دلبردا
مال ملک تے عزت دولت سنگ کھڑیاں کد تردا
ایس ندی وچہ چبھی مارے جے کوئی ہمت کر کے
سدا سکھالا رہسی بھائی کی کم باہر تر کے

◀ فقر و تصوف کی چاروں منزلوں کے منتخبہ اشعار کا ترجمہ وتشریح راقم کی کتاب " آئینہ سلوک مطالب سیف الملوک" میں بحوالہ صفحہ نمبر ۲۲، تا ۲۶۰ ملاحظہ فرمائیں۔

" سیر سیف الملوک " کے سلسلہ میں یہ بات بتا دینی ضروری ہے کہ ہم نے اس باب میں اب تک حرف آغاز سے فقر کی چار منزلوں تک سیف الملوک کا خاصا مطالعہ کر لیا ہے۔ اس کے بعد قصہ شروع ہو جاتا ہے جیسا کہ بحوالہ سیف الملوک صفحہ ۴۳ میاں صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔"

قصہ سیف ملوکے والا اس کارن ہن کہناں
طالب ہمت کر کے چلے روا نہ رکھے بہناں

لیکن ہم تو پچھلے اوراق میں یہ قصہ اردو نثر میں پڑھ آئے ہیں اس لیے اگلے صفحات میں ایسے مضامین پر غور کریں گے جو شاعر موصوف نے قصہ گوئی کے دوران بلاعنوان بین السطور بیان فرمائے ہیں۔ ہم نے ان مضامین کے عنوانات قائم کر کے منتخبہ اشعار کے سیٹ تیار کرنے ہیں جو بحوالہ سیاق و سباق پیش کریں گے تاکہ تفہیم کلام میں آسانی پیدا ہو جائے۔

باب ۱۱ : رموز فقر و تصوف کی نقاب کشائیاں

◀ " سیف الملوک " میں ایسے کئی مقامات ہیں جہاں حضرت میاں صاحبؒ نے باطنی رموز سے پردہ اٹھایا ہے اور صراحت فرمائی ہے تاکہ قارئین حضرات باقی رموز کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں اور اس قصہ کو خوب غور وتدبر سے پڑھیں۔ اسی لیے راقم نے " شعلہ نور" میں بعض مقامات کی پنجابی میں منظوم نقاب کشائیاں کی ہیں جن کے شروع میں حرف آغاز کے طور پر ایک شعریہ بھی ہے۔ (ماخوذ از "شعلہ نور " تصنیف راقم)"

بعض جگہاں تے آپ مصنف رمزاں دے گھنڈ کھولے
تاں جے عقل منداں دی نظروں بات رہوے نہ اوہلے

(ثاقبؔ)

۱۔ نقاب کشائی (اول) :۔

یہ نقاب کشائی اس رمز کی ہے کہ اس قصہ میں شہزادے کو مصر سے اٹھا کر " سراندیپ " یعنی سری لنکا کیوں پہنچایا گیا۔ اگر اسے سمجھنے کی کوشش کریں تو سارا قصہ سمجھ میں آجائے گا۔ یہ نقاب کشائی راقم کی جانب سے قارئین کی خدمت میں ایک تحفہ ہے اسے قبول فرماتے ہوئے بغور ملاحظہ فرمائیں۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصہ سیف ملوکے والا بہوں واریں تساں پڑھیا
بعض گلاں دا مطلب لیکن نہ ہوسی ہتھ چڑھیا

بہتا لطف لیاء میں جس دن بھید کھلا ایہہ اڑیا
مصروں چک شہزادے نوں کیوں سراندیپے کھڑیا

وضاحت:۔

خاکی عبد جتھے دا ہووے ہوندا آدمؑ زادہ
آدمؑ دا فرزند سی آخر سیف ملک شہزادہ
سراندیپ تے آدمؑ دی ہے نسبت بہت چروکی
خاصاں خبر پکی اس گل دی عام نہ جانن لوکی
جنت وچوں باہر خداوند آدمؑ جدوں نکالے
ملکاں حکم ربانے پاروں آ اس دھرتی ڈالے
آدمؑ سراندیپ ٹکایا حواؑ جدے لاہی
پر ملکوتاں خبر کیا سی ہے کی سر الہیٰ
رٹھا یار عرش دا لیکن رس کے ہٹیا ناہیں
آدمؑ نکل بہشتوں آیا رتبہ گھٹیا ناہیں
دوہاں جیاں جد زاری کیتی پیش خداوند باری
سن زاری مڑ راضی ہوئی رب دی ذات پیاری
جاں اس ذات ربانی ڈٹھا آدمؑ زاری کردا
تاں اس اپنے عرش الہیوں کیتا قصد ادھر دا
پچھلی راتیں نال ملائک خالق کل خلائق
اتری ذات ربانی ثاقبؔ بن آدمؑ دی شائق

حکم کیتا اس نہ رو سجناں سن لئی عرض تیری
منگ اساں تھیں دیساں تینوں جو کجھ مرضی تیری
عرض کیتی اس تیرے کولوں تُدھ بِن ہور نہ منگدا
رنگ چڑھا میرے پر سائیاں توہیں اپنے رنگدا
حکم ہویا چل چُک لئی ایہہ اساں ضمانت تیری
بار خلافت سر ترے تے ہوگ امانت میری
گاڑھا پتلا عمل بندے دا جسدن پنیا جاسی
وعدیاں کارن پچھ ہووے گی عذر نہ سنیا جاسی
ایہہ کجھ عہد پیمان پکیرے لے کے ذات ربانی
آدمؑ دے دل چُرکا لایا لا عشقے دی کانی
راتو رات اس باغ حضوری لے میثاق پکیرا
سرگی ویلے ستر نشیناں چا کھڑیا سی ڈیرا
ایہہ سارا جگ ملک مصر ہے سمجھو راز نہانی
آدمؑ نوں رب ایس ملک دی بخشی سی سلطانی
سراندیپ جزیرے دیوچہ چوٹی ہے اک بھائی
صاف نشان قدم آدمؑ دا ہے موجود اس جائی
سیف ملوک شہزادہ آہا دھنی مرد عزم دا
سراندیپ پہنچایا رب نے ویکھے نقش قدم دا
وچ مطاف بیت اللہ دے جو شو کیسے وچ دھریا
ہے اوہ قدم خلیل نبیؑ دا یُمنوں شرفوں بھریا

زندہ باد آثار بزرگاں ہر تھاں وجدا ڈنکا
اک نبیؑ دا قدم کعبے وچ اک دا ہے سری لنکا
جاں اس جائی پہنچ شہزادے نقش قدم دا ڈٹھا
ہوئی دعا قبول اُبدی رب یار ملایا مٹھا
شہزادے چم نقش قدم دا جسدم زاری کیتی
سن فریاد ارم تھیں آ گئے یار ملن دی نیتی
جاں کوئی طرف ربے دی ثاقبؔ رغبت کردا دل دی
نصب العین بلندے دی اُس شاہ پری آ ملدی
جے کوئی ہُن بھی بات نہ سمجھے کیا اُس دے سنگ چارا
ورنہ گنج فقر دا ثاقبؔ ہے ایہہ قصہ سارا
"ہر بیتے وچ رمز فقر دی" تاہئیں سانوں کہندا
سمجھن والیاں کارن کجھ بھی نہیں پوشیدہ رہندا

◀ اب جو نقاب کشائیاں اگلے چند صفحات پر مشتمل ہیں وہ خود حضرت میاں صاحبؒ کی بیان کردہ ہیں بغور مطالعہ فرمائیں۔

۲۔ نقاب کشائی (دوم)

اپنا آپ محمد بخشا تیرا مصر شہر ہے
مشکل پندھ سجن دی لوڑے رستہ برد بحر ہے
جاں ایہہ مصر پیارا تینوں کوڑا زہر ہووے گا
تاہنئیں ول سفر دل جاسیں پینڈا لہر ہووے گا

دھیاں پتر بھنیاں بھائی وچھڑ سنگوں ساتھوں
بیڑی روہڑ اسباباں والی عشق ندی دے ٹھاٹھوں
رستہ دور نہ اوڑک جس دا گھنے قضیئے وَسدے
پر جو نال یقینے ٹُردے ونج سجن سنگ وَسدے
اپنا آپ چھڈیں اس کارن ساجن تاں گھٹ آون
سبھ جگ اُتے شاہی تیری پریاں تخت اڈاون
عاصم دی سن صبر توکل ہمت آس شہزادے
دلبر بھال محمد بخشا سہہ سہہ دکھ زیادے

◀ یہ چھ اشعار عارف کھڑیؒ کے شہکار "قصہ سیف الملوک" کے صفحہ نمبر ۴۲ / ۴۳ یعنی منزل فقر کے اختتام میں سے منتخب کیئے گئے ہیں۔ جس نے یہ قصہ پڑھا ہوا ہے وہ جانتا ہے کہ سیف الملوک مصر کے بادشاہ عاصم شاہ کا بیٹا تھا جو چودہ سال کی عمر میں دو سلیمانیؑ شاہ مہرے (بادشاہی تصویریں) دیکھ کر شاہ پری بدیع الجمال کی مورت پر عاشق ہو گیا تھا اور پندرہویں سال اپنے ملک مصر کو چھوڑ کر اس کی تلاش میں چل نکلا۔ چودہ سال کے بعد اس نے مورت کی اصل صورت کو پا لیا اور سفر کے پندرھویں سال اس سے واصل ہو کر اور اسے اپنے ہمراہ لیکر دوبارہ واپس آگیا۔ ابتدائے سفر میں تو وہ محبوب سے مہجور تھا لیکن واپسی پر واصل بہ حضور اور سارے کا سارا نورٌ علیٰ نور تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کائنات کی خوبصورت تصویر کو دیکھو پھر اپنی خودی کو پہچانو اور مصوّرِ حقیقی کی تلاش میں نکلو اور اس کی پہچان حاصل کرو پھر اپنی خودی بھول کر بیخودی کے سمندر میں غوطہ زن ہو جاؤ یہ تمہاری معراج ہو گی۔ کامل معرفت کے بعد پھر اپنے آپ میں آ جاؤ اور دنیا کو راستی کا سبق دینے میں مصروف ہو جاؤ گویا یہ طریقہ نبی پاکؐ کی حیات مبارکہ کی سنت ہے۔ لیکن کون ہے جو اس طرف آتا

ہے؟ لوگ اس راستے پر چلنے سے ڈرتے ہیں۔ کہ شائید دنیا چھوٹ جائے گی اور ہم سائیں فقیر بن جائینگے نہیں ہرگز نہیں بلکہ عزت بڑھے گی وقار بلند ہوگا اور دلی سکون بھی میسّر ہوگا۔

◀ شہزادے کی ساری سرگزشت اور اس کے سفر عشق کو مدنظر رکھ کر سوچیں تو معلوم ہوگا کہ یہ سارا وہی سفر ہے جو مومن کو خدا کی معرفت یا عرفان حاصل کرنے کیلئے کرنا پڑتا ہے۔ شہزادہ اپنے ہمراہ بڑا مال ومتاع اور لشکر وسپاہ لیکر تلاش محبوب کے سفر پر نکلا تھا سب کچھ راستے ہی میں تباہ وبرباد ہوگیا اور سنگ ساتھ بچھڑ گیا مگر بے شمار رکاوٹوں اور دشوار گزار راستوں کے باوجود ہمت نہ ہاری حتیٰ کہ بالکل یکا و تنہا رہ گیا اور منزلِ "فرد" پر پہنچ گیا جہاں بلانے والے محبوب کی طرف سے غیبی امداد کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ مگر اس میں بھی بڑی آزمائشیں تھیں قلعہ اسفند باش میں بہرام دیو کو مارا (نفس امّارہ کے شیطانی دیو کو قتل کیا) اور ملکہ خاتون کو جگایا (دل بیدا ہوگیا غفلت دور ہوگئی اور اگلی منزل کی ندی عبور ہوگئی) اگلے جزیرے واسط میں ملکہ خاتون کے چچا کی حکومت تھی جو سراندیپ پہنچانے کا واسطہ یعنی ذریعہ بنا۔ وہاں پہنچ کر عقل وشعور جو سفر میں گم ہوچکا تھا پلٹ آیا۔ یعنی سراندیپ پہنچ کر صاعد جیسا یار باوفا دوبارہ مل گیا۔ قدم آدمؑ کے نقش مبارک کی زیارت نصیب ہوئی جس کی برکت سے شاہ پری باغ ارم سے سراندیپ کے حضوری باغ میں آ ملی۔ پھر وصل کامل کے لیے خود شاہ پری بدیع الجمال نے ایک خودسَر دیو کو شہزادے کی سواری کیلئے اس کا مطیع وفرمانبردار بنا کر شارستان سنہری کے باغ ارم میں بھیج دیا جہاں شہزادے کی ذرا سی غفلت سے نیکی اور بدی کی قوتیں آپس میں ٹکرا گئیں۔ لیکن نیکی کو بدی پر فتح ہوئی اور اس طرح بدیع الجمال مکمل طور پر "از سر تا پا" شہزادے کی ہوگئی اور شہزادہ اس کا ۔

◀ آپؒ فرماتے ہیں کہ اے انسان اگر تو غور کرے تو تیرا اپنا آپ ہی

مصر ہے جس کی پوجا پاٹ اور مادی ضروریات میں تو شب وروز لگا رہتا ہے۔ جب تک تو اسے ترک نہ کرے گا دنیاوی مال ودولت اور سازوسان کی محبت کو دل سے خیرباد نہ کہے گا اور اللہ کی راہ میں سب کچھ لٹا نہ دے گا تب تک تجھے اس کی معرفت حاصل نہ ہوسکے گی۔ خواہشات نفسانی کو ترک کر اور عشق کا سفر اختیار کر۔

عبادت وریاضت (کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ صدقہ وخیرات ہجرت اور جہاد سب کچھ) حقیقی عشق کی ہی منزلیں ہیں۔ انہیں خوب شوق سے طے کرناچاہیے۔ اگرچہ ان کی ادائیگی بظاہر آسان ہے لیکن حقیقت میں سب سے مشکل ہے۔ خواہشاتِ نفس پر غلبہ پانا اور نفس امّارہ کو مطیع وفرمانبردار بنانا آسان کام نہیں ہے لیکن جب کوئی سالک ان مشکلات پر قابو پا لیتا ہے تو بالآخر اسے معرفت حق کی شاہ پری مل ہی جاتی ہے۔

۳۔ نقاب کشائی (سوم)

بحوالہ قصہ ملاحظہ ہو کر جب شہزادہ سیف الملوک اور صاعد چودہ برس کے ہوگئے تو شہزادے کے باپ عاصم شاہ نے اپنے بیٹے کی چودھویں سالگرہ پر اسے بے شمار تحفے دیئے جن میں دو سلیمانیؑ شاہ مہرے بھی تھے جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے زبورمقدس کی مفسر اور مصور پری عجائز سے اطلس و زربفت کے دو رومالوں پر تیار کروائے تھے یہ دو بادشاہی مورتیں تھیں ایک مورت "سیف الملوک" کی تھی جبکہ دوسری تصویر شاہ پری بدیع الجمال کی تھی۔ شہزادہ پری کی تصویر دیکھ کر اس کی ذات پر عاشق ہوگیا۔ مگر اس کا ملن مشکل تھا۔ شاھزادے کو کئی وجوہات کی بنا پر عاصم شاہ نے شاہی محل کے ایک کمرے میں نظر بند کر دیا۔ شہزادہ دیوانہ ہوچکا تھا مگر اپنے عشق میں فرزانہ تھا۔ وہ پری کی

جدائی میں دن رات روتا رہتا تھا یہاں تک کہ قریب المرگ ہو گیا۔ خدا کا کرنا ایک دن اس کے سوئے ہوئے بخت جاگ اٹھے کہ رات کو خواب میں اسے شاہ پری آ ملی اور اس نے اپنا اتا پتہ بتایا۔ اس مقام کی نقاب کشائی ملاحظہ فرمائیں۔ عارف کھڑیؒ ارشاد فرماتے ہیں۔

(خواب میں شاہ پری کا آنا اور شہزادے اور پری کے مابین سوال و جواب)

بحوالہ ۔ "سیف الملوک" نظامت اوقاف آزاد کشمیر صفحہ ۸۲

سوال سیف الملوک :-

سیف ملوکے خوابے اندر پلا اس دا پھڑیا
رتوں رو نمانان عاشق پیراں اوپر جھڑیا
کہندا اے معشوقا! تدھ بن بہت نمایاں سڑیا
من سوال محمد بخشا ست نہ جائیں اڑیا
اپنا آپ دسالیں مینوں دس پکیری پاویں
کس رستے میں ٹراں تساں ول خشکی یا دریاویں

جواب شاہ پری :-

صورت نے فرمایا جے کر اس وچ مطلب تیرا
شارستان سنہری اندر باغ ارم میں ڈیرا
شاہ شاہپالے دی میں بیٹی پریاں دی شہزادی
حسن جمال میری ہے مائی مہر افروزہ دادی
جے توں میرا یار کہاویں عشق تیرے دل وسیا
میرے باجھ نہ ہور قبولیں رہیں نہ پھاہی پھسیا
حق محبت میری سدا رکھیں وانگ امانت

کریں نہ جوٹھا منہ پیاروں پہنچیں باجھ خیانت
مت جانیں معشوق میرے نوں مول نہیں پرواہاں
دل وچہ داغ تساڈا دائم میل محبت چاہاں
میں پری توں آدم خاکی پر چت ساڈا جڑیا
نت اوڈیک شتابی آویں ندیئیں پے کے اڑیا

◀ مندرجہ ذیل اشعار میں تو بالکل ہی انکشاف فرما دیتے ہیں کہ "بدیع الجمال" نے اپنے طالب کو وہی کچھ کہا جو ذوالجلال نے اپنے طالبوں سے فرمایا ہے۔ اس طرح آپؒ نے خود ہی بڑے خوبصورت پیرائے میں اس رمز سے پردہ اٹھا دیا ہے۔

فاطلبنی تجدنی میاں میں موجود تسانوں
میرے باجھ نہ چاہیں دو جا لیسیں لبھ اسانوں
میں تے آپ محبت تیری تدھ تھیں کجھ زیادہ
تاہیں آپ سداواں تینوں جھبدے آء شہزادہ
خشکی رستے پہنچ نہ سکسیں ٹھیل ندی وچہ بیڑے
لہر عشق دی مان محمدؒ چھوڑ تمامی جھیڑے
ندی مجاز سمند حقانوں کھڑسی راہ اولے
بیڑا بجھ ہووے گا ٹوٹے کد ثابت سنگ چلے

◀ ◀ ◀ ◀ ◀ ◀ ◀ ◀ ◀

روح شہزادہ ندی پرم دی بیڑا جان بدن نوں
جانی نال ملیں تد جا کے کریں شکستہ تن نوں

نوٹ :- ان اشعار کا ترجمہ و تشریح ہماری کتاب " آئینہ سلوک مطالب سیف الملوک" کے صفحہ ۳۵۴ تا ۳۵۰ ملاحظہ فرمائیں۔

۴۔ نقاب کشائی (چہارم)

◄ شہزادہ اور اس کے بچے کھچے ساتھی جب تبت میں پہنچ کر بندر نما قوم کے ہاتھوں گرفتار ہو کر قلعہ میں یاجوجہ شاہ کے سامنے لائے گئے تو اس نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی وہ خود اور اس کی ملکہ دونوں ہی آدم زاد تھے اس لیے بڑی مدت کے بعد انسانی شکلیں دیکھیں تو اپنے ہم جنسوں سے مل کر بہت خوش ہوئے اور کئی دن تک انہیں پاس ٹھہرائے رکھا جس کی وجہ سے شہزادے کے لیے ان سے رخصت مانگنا اخلاقی طور پر مشکل ہو گیا اور بھاگ کر جانا بھی اچھا نہ لگتا تھا۔ بالآخر شہزادے نے اپنے ساتھیوں کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ دوستو! ایک نہ ایک دن رخصت تو یہاں سے ہونا ہی ہے جس مقصد کے لیے ہم آئے ہیں اسے بھول کر یہاں بیٹھ رہنا ہماری بھول ہے ہمیں اپنے مقصد کو نہیں بھولنا چاہیے یہاں کے سکھ آرام اور ہر شے کو چھوڑ کر اپنے سفر پر روانہ ہونا چاہیے۔ اس موقع پر درج ذیل سخن ملاحظہ فرمائیں جو بڑے معنی خیز ہیں۔

سنگی اپنے کول بلائے کہندا سنیو یارو

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

آئے منہ پری دا ویکھن چھڈ اپنی سلطانی
چہرہ بوزنیاں دا تکدے اویں کر نادانی

ان اشعار کا اصل مطلب یہ ہے کہ ہم یہاں کسی بہت اونچے مقصد کے لیے آئے تھے لیکن نکمی دنیا اور فضول خواہشات کو لے کر بیٹھ گئے ہیں۔ ہمیں اپنے رب کی محبت اور اسکی معرفت کے سفر پر گامزن رہنا چاہیے۔ جیسا کہ اس موقع پر خواجہ میر دردؔ نے کیا ہی اچھا ارشاد فرمایا ہے۔

درد کچھ معلوم ہے یہ لوگ سب
کس طرف سے آئے تھے کیدھر چلے

۵۔ نقاب کشائی (پنجم)

◄ شہزادہ اپنے سفر کی گوناگوں مشکلات میں اس قدر پھنسا کہ آخر کار سب کچھ تباہ و برباد ہو گیا جب کوہ پیکر کے پنجے سے ندی میں گرا تو بڑی مشکل سے ایک اژدھا کی دم پکڑ کر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا اب وہ بالکل فرد یعنی (یکا وتنہا) تھا یہی منزل توحید ہے کہ آدمی خدا کا ہو کر اور سب کچھ دیکر یکا و تنہا رہ جائے۔ وہاں سے ایک سیمرغ اڑنے لگا تو اس کے پاؤں سے چمٹ گیا جس کے ذریعے دوسرے مقام پر پہنچا پھر وہاں سے تنہا سفر کرتا ہوا شہر زناں میں جا پہنچا جہاں عورتوں کی بادشاہی تھی۔ ملکہ شہر زناں بہت خوبصورت تھی۔ اتنی خوبصورت کہ جسے میاں صاحبؒ کے سوا کسی اور کا بیان کرنا نہایت دشوار ہے۔ وہ سیف الملوک کو اپنا دل دے بیٹھی۔ اسے اپنے ہمراہ سوار کر کے سارے شہر کی سیر کرائی اور کئی دلکش مقامات دکھائے حتیٰ کہ اپنے عشق کا اظہار بھی کیا لیکن سیف الملوک نے اسے شاہ پری بدیع الجمال کی تصویر دکھاتے ہوئے اس کی خواہشات کا احترام کرنے سے معذرت چاہی اور وہاں سے رخصت ہوا لیکن ملکہ شہر زناں نے اپنے ملک کی سرحد تک جو چٹی قبر تک تھی شہزادے کیلئے سواری کا انتظام کیا ایک شیشہ اور اپنی تصویر بطور راہداری دیئے اور اپنی گولی اس حد تک ساتھ روانہ کی۔ یہ ساری کہانی اس دنیا کی تمثیل ہے عارفوں اور سالکوں کے نزدیک یہ دنیا زنان خانہ ہے اس میں سب سن سکہ اور راج حکومت نسوانی ہے اور اسی لیے کہتے ہیں کہ۔

ایہہ دنیا کھیڈ زنانی ہے = جو آخر اک دن فانی ہے

اس کی سرحد واقعی چٹی قبر یعنی گورستان تک ہے۔ اور دنیا سے رخصت ہونیوالوں کو وہاں تک چھوڑ کر سب عزیز و اقارب واپس آ جاتے ہیں۔

◄ اس جگہ پر حضرت میاں صاحبؒ نے ملکہ شہر زناں کے مقابلے میں

شہزادے کی مستقل مزاجی اور ثابت قدمی کو بہت سراہا ہے۔ نیز پری کے حسن وجمال کو بھی اس کے حسن سے زیادہ قرار دیا ہے اگرچہ وہ زہد شکن گلبدن بھی ایک طرفہ پیکر حسن تھی۔ آپؒ نے یہاں بڑے بلند پایہ سخن ارشاد فرمائے ہیں۔

یار کمینہ جس دل پڑیا چنگا ویکھ نہ بُھلدا
جس دا سبھ تھیں بہتر ہووے سوکیوں در در رُلدا
حرص مجازی شہوت بازی جس اندر وچہ ہوندی
ہر اک صورت اجلی تک کے تِک طبیعت بھوندی
جس سر بر عشق دا اوتھے شہوت مول نہ وسدی
انیویں صدق نہ ہار محمدؒ ویکھ طبیعت ہسدی
کامل عشق خدایا بخشیں غیر دلوں مکھ موڑاں
ہکو جاناں ہکو تکاں ہکو آکھاں لوڑاں
آوے مستی جاوے ہستی بھلے شکل پرستی
پیر اکسیر گھتے ہو سوناں ایہہ کٹھیالی جستی

ترجمہ:۔ (۱) جس عاشق کے دل میں کوئی حقیر سا دوست بھی اپنا گھر کر لے تو وہ کسی اور خوش شکل کو دیکھ کر اپنے پہلے یار کو بھلا نہیں دیتا تو پھر جس کا دلبر پہلے ہی سب سے خوبصورت ہو وہ کیوں در در کی ٹھوکریں کھائے۔ (وہ ہر اجلا چہرہ دیکھ کر کیوں اس کے پیچھے خوار ہو)

(۲) البتہ جس میں مجازی عشق کی حرص اور شہوت کا غلبہ ہو اس کی طبیعت ہر اجلی صورت دیکھ کر پھسلتی رہتی ہے۔

(۳) جس کے دل و دماغ میں عشق حقیقی کا سودا سمایا ہوا ہو اس پر شہوت کا بس نہیں چلتا۔ جس دل میں دلبر کی محبت سما جائے وہاں کسی اور کی محبت نہیں سما سکتی۔

(۴) اے میرے پروردگار! تو مجھے اپنا کامل عشق عطا فرما تاکہ تیرے غیر کی طرف سے مکمل طور پر منہ پھیرلوں اور تجھے دل سے ایک جانوں / آنکھ سے ایک دیکھوں / زبان سے ایک کہوں اور فقط ایک تیری ہی طلب رکھوں۔

(۵) اے میرے رب! مجھے ایسی مستی عطا فرما کہ جس سے میں اپنی ہستی اور شکل پرستی بھول جاؤں۔ میرا کامل پیرومرشد اپنے فیض سے مجھے جستی کٹھالی میں ڈھال کر خالص سونا بنا دے۔ آمین ثمہ آمین۔

۶۔ نقاب کشائی (ششم)

◀ ملکہ شہر زناں سے رخصت ہو کر شہزادہ اپنی اگلی منزل کی طرف چل پڑا۔ جب ایک صحرا میں پہنچا تو پیاس کی وجہ سے جاں بہ لب ہو گیا ایک فرشتہ حورائیل نے غیبی امداد پہنچائی۔ پانی پلایا اسم اعظم سکھایا اور اپنے عاصا مبارک کی لکیر سے اگلے سفر کا راستہ بتایا۔ جب شہزادہ قلعہ میں پہنچا تو اسم اعظم سے قفل اتارے / پرندے آزاد کئے / مصنوعی شیروں کو مٹی کا ڈھیر بنایا / بنگلے میں گیا اور جادو کی تختی تلاش کر کے ملکہ خاتوں کو جگایا۔ شاہ پری کے تھاں مقام کا سراغ ملا۔ ملکہ خاتوں سے بہرام دیو کی قوت اور اس کے شر شیطانی اور خواہشات نفسانی کا پتہ چلا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کے پاس دو شاہ مہرے سلیمانی ہوں وہ ندی سے صندوق نکال کر اس میں سے اس کی زندگی کے کبوتر کو نکال کر اور اس کی گردن مروڑ کر اسے ہلاک کر سکتا ہے۔

چنانچہ شہزادے نے اسم اعظم اور دو شاہ مہروں کی برکت سے ایسا ہی کیا اور قلعہ اسفند باش کے جادوگر دیو بہرام شاہ کو قتل کر کے اس سارے علاقے کی سحر زدہ فضا کو جادو کے اثر سے پاک کر دیا۔ اور ملکہ خاتوں کو ہمراہ لے کر بحری سفر کے ذریعے جزیرہ واسط کی طرف چل پڑا۔ اس مقام پر حضرت مصنف (عارف

Scanned with CamScanner

کھڑیؒ) تصوف کے پیرائے میں بعض باتوں کی یوں نقاب کشائی فرماتے ہیں۔

روح شہزادہ دو شاہ مہرے صدق محبت بھائی
حرص ہوا دنی بنگلہ تن کوٹے دی جائی
آز حرص دو شیر کلاں دے قفل دراں بدبختی
ملکہ خاتوں ایہہ دل ستا شہوت جادو تختی
نفس اساڈا دیو مریلا غفلت ندی ڈوہنگیری
جہل صندوق ہوئے در پکے کنجی اسم چنگیری
پنکھی پنجریاں وچہ حساں پنج باطن پنج ظاہر
باغ ارم دل تاہنگاں کر دے نکلن ہووے نہ باہر
بابل مرشد جس شاہ مہرے تحفہ چیز پہنچائی
اس دے دتے دو شاہ مہرے ہمت کریں کمائی
ملکہ خاتوں ستی جاگے خبر دئے دلبر دی
چلے نال جمال دسالے سمجھو رمز فقر دی

اگرچہ ان اشعار کے معانی بحوالہ سیاق وسباق سمجھنے مشکل نہیں ہیں پھر بھی احتیاطاً ترجمہ کر دیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیں :۔

شعر(۱) انسان کا " روح " شہزادہ ہے اور دو شاہ مہرے " صدق اور محبت ہیں۔" " تن بدن " قلعے کی مانند ہے اور اس کے اندر بنگلہ " حرص و ہوا " کا ہے۔

شعر(۲) کلوں کے دو مصنوعی شیر آز اور حرص ہیں اور دروازوں پر پڑے ہوئے تالے بدبختی کے قفل ہیں۔ ملکہ خاتون انسان کا سویا ہوا دل ہے اور جادو کی تختی سے مراد شہوت ہے (جس کا غلبہ ہوش بھلا دیتا ہے)

شعر(۳) ہمارا نفس امارہ ایک ظالم دیو (ابلیس) کی مانند ہے اور جس گہری ندی

کا ذکر کیا گیا ہے وہ ہماری غفلت ہے۔ مقفل صندوق "جہالت" ہے (جس کے اندر دیو کی جان کا کبوتر ہے) اس کے قفل کی چابی بھی اسم اعظم ہی ہے ۔

شعر (۴) پنجروں میں بند پنچھی (پرندے) "حواس" ہیں جو پانچ ظاہری اور پانچ باطنی ہیں (ظاہری تو "جسمانی حواس" ہیں اور باطنی "روحانی و قلبی" حواس) جو باغ ارم میں پہنچنے / اسے دیکھنے اور اس کی سیر کرنے کے طلبگار ہیں لیکن پنجروں سے باہر نہیں نکل سکتے۔ (باغ ارم سے مراد اپنا دیس بھی ہے اور جنت بھی ....۔ پنجروں میں قید ہونے سے مراد غفلت بھی ہے اور دور غلامی بھی کیونکہ غلامی میں جسمانی و روحانی (ظاہری و باطنی) حواس مفلوج ہو کر رہ جاتے ہیں)

شعر (۵) شہزادے کے باپ عاصم شاہ کو مرشد کے قائم مقام سمجھیں اور دو شاہ مہروں (صدق و محبت) کو مرشد کا دیا ہوا تحفہ جانیں۔ اب یہ تمہاری اپنی ہمت ہے کہ مرشد کے تحفے سے جو بھی کمائی کرنی ہے کر لو۔ (یعنی سفر طریقت میں جو کچھ کمانا ہے کما لو اور جہاں پہنچنا ہے پہنچ جاؤ)

شعر (٦) اشارہ :۔ اس شعر کا ترجمہ خواہ ماضی یا مضارع میں کریں خواہ حال یا مستقبل میں ہر طرح سے صحیح ہے۔ فرماتے ہیں :۔

ترجمہ :۔ اگر تمہاری بھی سوئی ہوئی ملکہ خاتون جاگ اٹھے تو تمہیں بھی محبوب کی سچی خوش خبر سنائے ۔ اس کا ٹھیک ٹھاں مقام بتائے اور تمہارے ساتھ چل کر تمہیں اس کے حسن و جمال کا دیدار بھی کرائے۔ (جیسا کہ اس نے بیدار ہونیکے بعد سیف الملوک کو شاہ پری کی خبر دی اور اس کے ہمراہ جا کر ملاقات بھی کرا دی۔ یہ فقر کی رمز ہے اسے سمجھنے کی کوشش کرو)

◄ آپؒ فرما چکے ہیں کہ سوئی ہوئی ملکہ خاتون انسان کا اپنا ہی سویا ہوا دل ہے ۔ اگر دل خفتہ بیدار ہو جائے تو محبوب حقیقی کی پہچان اور اسکا وصل مشکل نہیں ہے۔ گویا آپؒ نے اس شعر میں عمدہ اور پاکیزہ نصب العین کے حصول کے لئے دل کی بیداری پر زبردست زور دیا ہے ۔ اس مقام پر "بال جبریل" سے

علامہ اقبال کا یہ برجستہ شعر بھی ملاحظہ فرمائیں کہ ان کے نزدیک بیدار دل کی کیا اہمیت ہے۔

دلِ بیدار فاروقی دلِ بیدار کراری
مسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری

۷۔ نقاب کشائی (ہفتم)

◄ شہزادہ ملکہ خاتون کو دیو کی قید سے آزاد کروا کر بحری سفر کے ذریعے اسے سراندیپ میں لے جاتا ہے جہاں وہ اپنے ماں باپ سے ملتی ہے اور وہ خوش ہو جاتے ہیں اور شہزادے کے بے حد شکر گزار ہوتے ہیں۔ ملکہ خاتون بدرہ خاتون اور انکی ماں ملکہ عالیہ شہزادے کو پری کے ساتھ ملانے کا وعدہ کرتی ہیں۔ پری کو سراندیپ تشریف لانے میں ابھی کچھ دن باقی ہیں۔ شہزادے کو ملکہ خاتون تسلی دیتی ہے کہ چند دن صبر کرو شاہ پری آنے والی ہے۔ آپ دیکھیں گے سارا سراندیپ اس کے نور سے جگمگا اٹھے گا۔ اس موقع پر مندرجہ ذیل اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ سراندیپ میں شاہ پری جس کا نام بدیع الجمال ہے اس کا نزول اور ہی معنے رکھتا ہے اور آخری شعر میں تو صاف انکشاف ہو جاتا ہے کہ یہ تو محشر میں لقائے خداوندی کی ایک صوفیانہ تمثیل ہے۔

نور ظہور پری دے کولوں ہوسی دور اندھیرا
سراندیپ ملک وچہ سارے چانن ہوگ ودھیرا
ہوسی باغ اساڈے اندر آ پریاں دا ڈیرا
مشاقاں دے بھاگ سوائے جدوں کرے گی پھیرا

گھر در ساڈے ہوگ بہشتوں رونق روپ سوایا
اوہ بھی نوروں نور ہوویگا جس کس درشن پایا
جس دیدار نہ ویکھن ہویا نال افسوس جلے گا
عشقے باجھ نہ ڈٹھا جاسی عاشق جمال جھلے گا

چند روز انتظار کرنے کے دوران میں صالح بن حمید مصری وزیر اعظم کا بیٹا صاعد جو سفر میں بچھڑ گیا تھا شہزادے کو سراندیپ میں مل گیا اور سیف الملوک کی خوشی میں اضافہ ہوگیا۔ دو تین دن کے بعد پری کے تشریف لانے کی خبر آ پہنچی جسے اشعار میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

ملکہ خاتوں تے ماں اس دی تاولیاں پھر آیاں
شہزادے نوں یار ملن دیاں خبراں نیک سنایاں
فوج بدیع جمال پری دی موج جیویں دریائی
ایہہ تک آئی سیف ملوکا ہویا کرم خدائی
صدق ثبوت تے مشکل آساں آیا پری پیاری
لکھ لکھ خوشی مبارک تینوں پہنچے سو سو واری

اس نقاب کشائی کے سارے شعر جہاں پری کی آمد آمد کی خوش خبری سناتے ہیں وہاں عقبیٰ میں "بدیع الجمال" ذات بے مثل و بے مثال کی فردوس اعلیٰ میں جلوہ آرائی کی عکاسی بھی کرتے ہیں۔ مگر صوفی شاعر کے بغیر ایسی نشاندہی اور عکاسی کرنا محال ہے۔ کیونکہ یہ عقل کی بجائے جوش عشق کا کمال ہے۔

Scanned with CamScanner

۸ ۔ نقاب کشائی (ہشتم)

◄ ملکہ اور اس کی ماں خوشخبری دے کر چلی گئیں ۔ شہزادہ بہت خوش ہوا کہ خدا خدا کر کے انتظار کے سال، مہینے اور دن ختم ہوئے اب چند ساعتوں کی بات ہے کہ محبوب کا لقا نصیب ہونے والا ہے کتنی خوشی کی بات ہے اور کتنی بڑی خوش قسمتی۔ واقعی ایک بہت بڑا مبارک وقت آ پہنچا ہے۔ خدا جانے وہ مجھے اپنی زیارت سے سرفراز فرماتے ہیں یا نہیں ؟ پس شہزادہ انہیں خیالات میں کھو گیا۔ اب اس جگہ پر دیکھیں کہ کیا ہی خوبصورت عکاسی اور کتنی دلکش نقاب کشائی ہے (صفحہ نمبر ۲۲۶ ۔ ۲۲۷)

مشکل وقت ایہو رب سچا کرم کرے اس ویلے
دلبر دے دل پا محبت پھیر میرے سنگ میلے
روح شہزادہ منزل پہتا کر کر بہتے حیلے
دلبر ٹور لیاندا اگوں کامل پیر وسیلے
وقت لقا سجن دا آیا چنتا پئی گھنیری
بے پرواہ پیا مت ردے گھٹ محبت میری
مومن تلخی وقت نزع دی تنگی ہور قبر دی
مشکل پندھ صراط پلے دا گرمی سخت حشر دی
ہور حساب عذاب بہیترے جھل بہشتیں آیا
مہر محبت نال شتابی دس لقا خدایا

۹ ۔ نقاب کشائی (نہم)

◄ اس نقاب کشائی میں فاضل مصنفؒ نے رموز باطنی کی اور بھی زیادہ وضاحت فرما دی ہے جو بات ہم نے ساتویں اور آٹھویں نقاب کشائی میں بیان کی ہے یہاں اسکی مزید تصریح وتشریح ہے ۔ ارشاد فرماتے ہیں (صفحہ نمبر ۲۲۷)

سر اندیپ بہشت شہزادہ روح تیرا سن بھائی
اوتھے یار دیدار دیوے گا جس دی ترے کمائی
ہر اک نوں دیدار ہووے گا کافر مومن تائیں
کافر ویکھ لقا قہر دا لیسن سخت سزائیں
مومن نوں دیدار ملے گا نال اخلاص پیاراں
باغ ارم وچ کول سجن دے کرسن بیٹھ بہاراں

◄ نوٹ :۔ نقاب کشائی ہشتم و نہم یہ دو ایسی تمثیلیں ہیں جنکا ترجمہ کرنا ضروری ہے لیکن اس کی گنجائش نہیں ہے اسلئے قارئین حضرات سے گذارش ہے کہ ان دونوں نقاب کشائیوں کا ترجمہ وتشریح راقم کی کتاب (قصہ سیف الملوک "اردو نثر") کے صفحہ نمبر ۱۲۴ تا ۱۲۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۰ ۔ نقاب کشائی (دہم)

◄ جب شاہ پری کا نزول سرانندیپ میں ہوگیا ملکہ بدرہ اور انکی ماں کے ذریعے طالب و مطلوب دونوں کی ملاقات بھی ہو چکی تو شاہ پری نے شہزادے سے شادی کرنے پر اپنی مشروط رضامندی کا اظہار کر دیا ۔ اس نے بتایا کہ اب شہزادہ حضور کو میرا خط لیکر میری دادی جان ملکہ مہر افروزہ کے پاس ہمارے ملک شارستان سنہری میں جانا ہوگا ۔ دادی جان میرے خط کی روشنی میں (میری

Scanned with CamScanner

رضامندی سے مطلع ہو کر) میرے باپ حضرت شاہ شہپال بہادر کے پاس ان کے دارالحکومت باغ ارم میں جائیں گی اور ان سے شہزادہ حضور کیلئے میرا رشتہ طلب کریں گی۔ اس طرح یہ ناتا طے ہو جانے پر ہم دونوں کی شادی ہو جائے گی۔ لیکن راستہ بڑا دشوار گذار ہے راہ میں کوہ آتشیں / دریائے جوشاں / ملک گلیم گوشاں اور مارد غول (دو قسم کے دیووں) کے جنگل حائل ہیں۔ شہزادہ حضور کو بازو بند بندھایا جائے گا اور آہو خاطف کی پشت پر سوار کر کے سفر پر روانہ کیا جائے گا جبکہ اگلے روز میں بھی سب پریوں کے ساتھ سراندیپ سے باغ ارم میں اپنے والدین کے پاس پہنچ آؤں گی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ شہزادے نے آہو خاطف عفریت کے پروں پر بیٹھ کر یہ سارا مشکل ترین سفر بحکم خدا طے کر لیا اور شارستان سنہری میں ملکہ مہر افروزہ کے پاس پہنچ گیا۔ (ملاحظہ فرمائیں بحوالہ صفحہ نمبر ۳۰۱ تا ۳۰۲)

ساھدن کام پہاڑ اگی دا غصہ دریا جوشاں
حرص ہوا ہمیشہ تگے وانگ گلیمے گوشاں
بھکھ نیندر دو غول وڈیرے آتش پیون بارے
ہوز بلائیں شر نفسانی سمجھو رمز پیارے
جے سبھناں دے سر تھیں لنگھے چڑھ دیوے دے کاہندے
دیو مطیع ہو وے جس ویلے کھل ونجن سبھ باہندے
دستاویز سجن دی لے کے پہنچے کول وسیلے
واصل کرے محمد بخشا " تاں اوہ کر کر حیلے

◄ آگے چل کر بحوالہ صفحہ نمبر ۳۲۷ / ۳۲۸ اسی رمز کی نقاب کشائی اس طرح فرماتے ہیں۔

جدوں پیارا مہریں آوے آپ آپے دل چھکے
ویری بھی تد گولے بن دے ہر اک دا دل وکے
نفس عفریت کندھاڑے چائے بن بے عذرا گھوڑا
فرماں دار چلے ہو دردی پندھ نہ کٹدا تھوڑا
آتشیں پہاڑ غصے دا شہوت دریا جوشاں
حرص ہوا گلیم گوشاں تھیں لنگھے کر کے ہوشاں
مارو غول شہر دے درتے استریاں تے مایاں
بازو بند پناہ سجن دی ہون نہ دیندے زایاں
سمجھن والے سمجھ لیسن گے سر گجھا وچہ تپلی
پھول نہ رمز محمد بخشا دس حقیقت اتلی

مطالب اشعار :۔ ۱۔ آتشیں پہاڑ سے مراد مشکل مہمات کو سر کرنا ہے اور دریائے جوشاں سے مراد غصہ ہے ۔ ۲۔ ملکہ مہر افروزہ کے شہر (واقع در شارستان سنہری) کی فصیل کے باہر دیووں کے دو غول جو بہت خون خوار اور غضبناک ہیں اور جنہوں نے راستہ روکا ہوا ہے وہ بھوک اور نیند ہیں ۔ ۳۔ اگر انسان نفس امارہ کو اپنا مطیع بنالے اور اس کے کاندھے پر سوار ہو کر اسے سر کر لے تو تمام رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں اور بند راستے کھل جاتے ہیں ۔ ۴۔ پھر محبوب کا خط جو دستاویز یعنی پختہ سند کی حیثیت رکھتا ہے لے کر کامل وسیلے کے پاس پہنچ جائے تو وہ اپنا حیلہ کر کے حق کے ساتھ واصل کر دے گا۔

شعر نمبر ۵ ۶ ۷ ، ۸ (چاروں) کے مطالب راقم کی کتاب "قصہ سیف الملوک (اردو نثر) " کے صفحہ نمبر ۱۷۷ تا ۱۷۹ میں ملاحظہ فرمائیں ۔ شعر نمبر ۹ :۔ فرماتے ہیں کہ انسانی وجود کے پتلے میں یعنی اپنے آپ میں بڑے راز و اسرار پوشیدہ ہیں جو سمجھنے والے سمجھ لیں گے ۔ اے محمد بخش" رمز کا انکشاف کرنے اور

باطنی بھید کھولنے کی بجائے ظاہری بات بتاتا چل تاکہ قصہ مکمل ہو۔

نوٹ:۔ شعر نمبر ۸ میں استریاں بمعنی عورتیں اور مایاں بمعنی مایہ (دولت) ہے۔ یعنی "زن" اور "زر" دو ایسے شر نفسانی ہیں جو معرفت کے شہر میں داخل نہیں ہونے دیتے۔

۱۱۔ نقاب کشائی (یازدھم)

◄ جب شہزادہ شارستان سنہری میں ملکہ مہر افروزہ کے پاس پہنچ گیا تو اسے شاہ پری کا خط دیا وہ خط کے مندرجات سے متفق ہو گئی۔ اور آہو خاطف اور شہزادے کے ہمراہ شاہپال سے بات چیت کرنے کے لئے باغ ارم میں آئی۔ شہزادے کو باغ میں اتار کر اور ضروری نصیحت کر کے خود اپنے بیٹے شاہپال کے پاس محل کے اندر چلی گئی جہاں بدیع الجمال بھی آ چکی تھی۔ شہزادہ خوشی سے مخمور تھا۔ باغ کی سیر کرتے کرتے سایہ دار درختوں کے نیچے سبزہ زار پر لیٹ گیا بس اک غفلت سی ہو گئی۔ قلعہ اسفند باش کے جادوگر دیو بہرام شاہ کو اس نے ملکہ خاتون کی رہائی کے لئے قتل کیا ہوا تھا۔ اس کے باپ ہاشم شاہ والیئے قلزم کی پریاں قاتل کو ڈھونڈ رہی تھیں وہ شہزادے کو اغوا کر کے قلزم لے گئیں جہاں ہاشم شاہ نے اسے ایک گہرے دروگ میں ڈال کر نظر بند کردیا۔ اس مقام پر حضرت میاں صاحب کیا ہی خوبصورت انکشاف فرماتے ہیں (دیکھئے صفحہ نمبر ۳۴۲ / ۳۴۳)

انھاں خوشیاں اندر آیاں خوشی نہ پچدی کسے
توڑے کول سجن دے پہتا توڑ چڑھے تاں دسے
ہتے سالک راہ چلیندے خوشیاں مانن لگے
ہوئے بند نہ پہتے کدھرے نہ پچھے نہ اگے

سے برساں دی زہدی کر کے جان روح منزل پہتا
اک گھڑی دی غفلت خوشیوں دور ہٹے مڑ ہتا

۱۲۔ نقاب کشائی (دوازدھم)

◄ ملکہ مہر افروزہ اپنے بیٹے شاہپال بہادر کو شاہ پری کا ناتا سیف الملوک کو دینے کے لئے منوا لیتی ہے شاہپال کے حکم پر شہزادے کی شاہی محل میں طلبی ہوتی ہے۔ لیکن وہ باغ سے اغوا ہو چکا ہے جب پتہ چلتا ہے کہ اسے ہاشم کی پریاں اٹھا لے گئی ہیں تو شاہپال بہادر اور ہاشم شاہ کی جنگ ہوتی ہے شہزادے کو آزاد کروا کر سراندیپیوں اور ان کے اہل خانہ کو بلا لیا جاتا ہے جن میں صاعد بھی آ جاتا ہے اور مصریوں کو تو کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ پس جب یہ سب لوگ اکھٹے ہو گئے تو شہزادہ سیف الملوک اور شاہ پری بدیع الجمال کی شادی شارستان سنہری کے دارالحکومت (باغ ارم) میں بڑی دھوم دھام سے منعقد ہوئی۔ چار دوسرے جوڑے بھی بیاہے گئے یعنی شاہ پری اور سیف الملوک کی شادی سمیت کل پانچ شادیاں ہوئیں۔ رسومات شادی بالکل ہمارے ماحول کے مطابق سرانجام پائی اسلئیے ہمیں اس شادی کی تقریب میں کوئی شے اوپری یا بیگانی نظر نہیں آتی باوجودیکہ آج سے ہزاروں سال پہلے ۸۴۵ ق م میں منعقد ہوئی۔ برصغیر پاک و ہند بالخصوص ریاست جموں و کشمیر اور پنجاب کا ماحول آنکھوں کے سامنے رہتا ہے مگر بڑے لطف کی بات یہ ہے کہ یہ منظر دلکش اور مسرور کن ہونے کے علاوہ پرسوز بھی ہے۔ اس میں موت و حیات دونوں کا مساوی عکس نظر آتا ہے کیونکہ مسرت و شادمانی کی ساتھ ساتھ رقت قلبی کا سامان بھی بہم موجود ہے۔ شعر پڑھئے اور خوشی و غمی کا ملا جلا منظر ملاحظہ فرمائیے بحوالہ سیف الملوک صفحہ نمبر ۴۵۱ تا ۴۵۳ چند منتخبہ اشعار:۔

شارستان سنہری کے باغ ارم میں شہزادے کی برات کا شہر میں داخل ہونے کا منظر:۔

(عاصم شاہ مصر کا بادشاہ جو شارستان میں پہنچا ہوا ہے اپنی جائے قیام سے شہزادے کی برات لیکر بڑی دھوم دھام سے شاہپال بہادر کے محل کی طرف روانہ ہوتا ہے ۔ شاہپال بہادر شہر سے باہر آکر برات کا استقبال کرتا ہے اور عاصم شاہ سے ملتا ہے اس طرح دونوں بادشاہ دولھا کے ہمراہ ہیں اور برات شہر میں داخل ہوتی ہے اس کی منظر کشی پیش کی جاتی ہے)

شہپالے نے نال لیاندی جنج اگوں جھل اگا
شاہزادہ مہراج محمدؒ وڑن شہر وچ لگا
پہلی گلی ترنجن آیا ترے سو سٹھ سہیلی
مل مل راہ گوھڑائی منگن دنے کے لنگھیں بیلی
گڑ دی جائی مصری دتی اس گھر کمی نہ آہی
مشکل کرے آساں محمدؒ دولت شاہنشاہی
اک اک روڑی دے اسانوں تاں اس گلیوں لنگھیں
نہیں پلے تاں ترنبہڑ کھاسیں ہیگا تاں کیوں سنگیں
شاھزادے فرمایا اگوں کمی نہیں اج کائی
نال میرے چڑھ آیا بابل لاگ دیئے ہرجائی
اس تھاؤں پھر گئے اگیرے خاص شہر دے درتے
آ دربانان واگاں پھڑیاں حصہ ساڈا ورتے
دربانان تھیں سچے ہوئے دے لعلاں دی جوڑی

سیف الملوک شہر وچ وڑیا جا اترن دی لوڑی
اتری جنج لگائی مجلس بیٹھے نال امن دے
رتی گن میراثن آئی نقش بنے ون ون دے
آیا شرم حیا شہزادے رتی جدوں بولائی
سبھ عمر دی کیتی کتری اکھیں اگے آئی
رتی خسرہ عملاں والا جس وچ روبل نہ رتی
دسدی تند محمد بختا موٹی نکی کتی

پریاں (شاہ پری کی سہیلیاں) دولھا کو چھٹیاں جھولتی ہیں اور گیت گاتی ہیں

کرکٹیاں دے ترنجن بن کے آیاں پریاں جایاں
سچیاں چھٹیاں اچیاں اچیاں سر پر آن جھلایاں
اٹھ مہراجا جاگ مہراجا کس ویلے دیاں کھلیاں
کھلیاں کھلیاں رات وہائیا دکھن لگیاں تلیاں
سالڑیاں لے آیاں چوری تھالڑیاں آ لاہیاں
کر بسم اللہ کھا مہراجا نالے ونڈ گراہیاں
سیف ملوکے کھادی چوری بھر مٹھاں ورتائی
سالڑیاں دی جھولی پائی یاراں ہور پوچائی
اٹھ وے بنیاں جاگ مہراجا ٹورن آیاں سیاں
ساہوررے گھر چل شہزادہ کھیڑے تیرے پیاں
چپے سچے ہووے سلامی گن گن پیر پٹاون
اللہ بیلے دے سر چھٹیاں خوشیاں نال جھلاون

سوڑی گلی گھنے وچ ٹوے ڈھے ڈھے پین نروے
سنبھل پیر ٹکائیں بنیاں کتیں تماشے ہوئے
جس بنے کوہ قاف لتاڑے ندیاں جنگل بیلے
اوس بنے دا صاحب راکھا کیوں جھڑسی اس ویلے
ہمت نال ہوون جس ساہدے سفر محبت والے
تاں اس گلتیوں سٹ نہ کھاندا لنگھے نال سنبھالے
ہولیں ہولیں ٹردا بناں ساہورڑے گھر وڑیا
سالی نے پھڑ پیر شتابی گھت انگوٹھا کڑیا
جیبوں کڈھ شتابی دتا جو کجھ منگیا سالی
خاص محل اندر جا وڑیا کردا پھر خوش حالی
سیف ملوک مہراج بنانا کم آہا مردانواں
شاہپری دا بوہٹی بننا نہ میں کھول سنانواں

ان بائیس منتخبہ اشعار میں شہزادے کی برات کا چڑھنا اس کا استقبال ہونا ۔ لاگوں کا مطالبہ اور انکی ادائیگی۔ تین سو ساٹھ پریوں اور سالیوں کا چھٹیاں جھولنا اور ٹورنا۔ پھر تنگ راستے اور سوڑی گلی سے مہراج کا احتیاط کے ساتھ گزر کر دولہن کے سنہری محل میں جا داخل ہونا وغیرہ اس سب کاروائی کو عارف مرد نے صوفیانہ انداز میں اپنے خاص فکر و فن سے اسطرح بیان کیا ہے کہ شادی اور ماتم، خوشی اور غم دونوں یکجا ہو گئے ہیں ۔ چوکی اور پٹڑے پر چڑھنے / شادی کے گاؤ تکیے پر بیٹھنے اور تابوت میں لیٹنے / دولہن کے کمرہ میں قدم رکھنے اور قبر کی آسامی میں اترنے تک بمعہ تین سو ساٹھ سہیلیوں اور تین سو ساٹھ سوال د

جواب کے سارا منظر آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ میاں صاحبؒ کو اپنے فن سے گہرا عشق تھا اور ایسا صاحب عشق کسی دھرتی میں صدیوں بعد پیدا ہوتا ہے جو اپنی تاثیر سے بیک وقت ہنسا بھی دے اور رلا بھی دے ۔

مرد کمال ادیب تے شاعر روز نہ دھرتی جم دی
صدیاں گزرن تاں کوئی ہوندی پیدا ہستی کم دی

(ثاقب)

باب 12 : قصہ سیف الملوک کے چند اہم کردار اور حضرت میاں صاحبؒ کا فن کردار نگاری

- اگر کسی اوچھے ملّا کی طرف سے مجھے فتویٰ کا خدشہ نہ ہوتا تو میں میاں صاحبؒ کے فن کردار نگاری کو ضرور بلامبالغہ "صنعتِ صنم ساری" کا نام دیتا اور اہلِ فن اس کی تائید بھی کرتے۔ مانی اور ارژنگ نے جو کام آہنی اوزاروں سے کیا، میاں صاحبؒ نے وہی کام اپنے قلم کی نازک نوک سے لے لیا اور ہر پیکر کو ایسا تراشا کہ کہیں بال برابر فرق بھی نہیں آیا۔ آپؒ کے تخلیق کردہ کردار پتھر/پلاسٹک / لکڑی اور شیشے کی مورتیوں کی طرح سخت اور بے حس وحرکت نہیں ہیں۔ بلکہ جیتے جاگتے، محرک اور گداز ہیں۔
- تو لیجئے سب سے پہلے عاصم شاہ کا کردار ملاحظہ ہو جو شاہزادے کا باپ ہے۔

عاصم شاہ کا کردار

- عاصم بن صفوان بہادروا لیئے مصر (سیف الملوک کا باپ)

عاصم بن صفوان شاہزادہ ، والی تخت مصر دا
آہا شاہ سلیمانؑ دوجا صاحب دولت زر دا
ستر شاہ تختاں دے سائیں چا کر سن اس سندے
خدمت اندر رہن کھلوتے ہتھیں بدھے بندے
فوجاں لشکر کٹک کروڑاں گنتر وچ نہ آون
جے سو منشی لکھ مصدی لکھ لکھ قلم گھساون

ذوالقرنین سکندر والا شوکت شان زیادہ
بادشاہی گھر اس دے دائم عادی دا شہزادہ
ہک اللہ دا خوف ہمیشہ دہشت ہور نہ کائی
دشمن سبھ تہ تیغ کیتے سن عالم وچ دوہائی
عیش خوشی جو دنیا والی سبھو سی ہتھ آئی
سبھ مراداں چاہیاں پائیاں کردا شکر خدائی
ہک مراد رہی دل اندر گھر اولاد نہ ہوئی
جان جہاں اوہ نہ حاصل ہووے ہور نہ بجھدا کوئی
جے فرزند ہوندا اک لائق تاں ہوندی خوشحالی
میرے پچھے ہوسی بیٹا تخت ملک دا والی
ایہہ اندیشے کر کر عاصم جا گوشے وچ وڑیا
بیٹھ محل اکلّے اندر بوہے سنگل جڑیا
چالی روز ہوئے اس اینویں مولیٰ اگے روندا
عسروں یسر محمد بخشا اوڑک اک دن ہوندا
چہل وزیر عاصم دے آہے اک تھیں اک چنگیرے
پر دو اونہاں وچوں آہے محرم خاص اگیرے
صالح بن حمید کمی دا راوی نام بتاندا
مادر پوش باماں دا بیٹا دوجا آکھ سناندا
ایہہ وزیر دوئے اٹھ وگے کھول وڑے دروازہ
شاہ پیا بے حال ڈھوئے لسا بے اندازہ

شاہ اگے پھر عرض وزیراں کیتی ہو درماندے
دس اسانوں ہے کی چارہ جیہڑا وس اساندے
شاہ کہیا بن صبروں ایتھے ہور نہیں کوئی چارا
لیکن تسیں وزیر وڈیرے کر ویکھو ایہہ کارا
جو علما حکیم سیانے رملی ہور نجومی
کر اکٹھے پچھو ہووے متے کسے معلومی
جے میرے گھر دینا ہووے بیٹا آپ الٰہی
تاں میں شکر گزار سنبھالاں تخت ولایت شاہی
کر کے سمجھ نجومی کہندے چنگی فال وزیرو
دیہو مبارک عاصم شاہ نوں تکڑے ہوؤ امیرو
شاہ بدخشاں دے دی بیٹی جے عاصم نوں لبھے
اوس وچوں رب بیٹا دیسی ہوسن صفتاں سبھے
عالم فاضل عادل ہوسی ملکاں وچہ اوجاگر
علم حیا ہدایت والا سوہناں سخی بہادر
جاں ایہہ خبر گئی سلطانے خوشی ہوئی اس گل دی
گوشے تھیں اٹھ آیا بیٹھا تختے اتے جلدی
شاہ بدخشاں دے دی بیٹی عاصم شاہ ویاہی
آس لگی مت بیٹا دیسی کرسی کرم الٰہی
بیگم نال سہیلی جیہڑی شاہ بدخشاں ٹوری
صالح ابن حمیدے اک دن ڈٹھی سی اوہ گوری

عاصم شاہ دے اوس وزیرے دتی عشق زہیری
صبر قرار آرام نہ رہیوس رات دہاں دلگیری
چاہ بخشی سلطانے اس نوں اوہ معشوق پیاری
عقد کیتا خوش وسن لگے بھلی خفگی ساری

بحوالہ ص (۴۹) ۔

شاہ وزیر دوہاں تے ہویا کرم سچاواں ذاتی
بیگم اتے سہیلی اسدی حمل ہویا اک راتی
شاہ وزیر دوہاں دے باغیں عجب شگوفے جمیں
صفتاں وچہ نہ رہو محمدؒ اگے قصے لمیں

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

◄ عاصم شاہ مصر کا عظیم بادشاہ ہونے کے علاوہ بلحاظ باپ بھی ایک اعلیٰ کردار ہے۔ اس کے دل میں اپنے اکلوتے بیٹے سیف الملوک کی محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ جب شہزادہ اور صاعد پیدا ہوئے تو عاصم شاہ اورا سکے وزیر کی سخاوت کا حال سنیئے۔

سخاوت :- ص (۴۹)

شاہ وزیر کیتے شکرانے زر دتی فقراواں
کئی معاش جاگیراں دتیاں رملی تے علماواں
سدا برت ہر رستے اتے لائیاں ہور سبیلاں
دے سروپا نوازش کیتی عادی دیاں اصیلاں

انھیں لوبلے لوڑ شہر دے دتے گھوڑے جوڑے
کھولے لنگر رستاں لائیاں آیاں کوئی نہ موڑے
زر دتی کنگالاں تائیں درویشاں نوں لنگر
کوئی کنگال نہ رہیا شہریں لے لے ہوئے تونگر

جوش محبت اور پند و نصیحت :- ص (۲، ۴، تا ۷۷)

▶ جب شہزادہ پری کے عشق میں غلطان ہو کر اس کی تلاش کے سفر پر جانے میں پکے رنگ بضد ہو گیا تو عاصم شاہ کی گریہ زاری اور بیٹے کو پند و نصیحت کرنے کا منظر ملاحظہ فرمائیں۔

کہندا اے فرزند پیارے توں جگر دا بیرا
تینوں سیک جے لگے رتی سڑے کلیجہ میرا
اللہ کولوں منگ منگ لدھوں کر کر بہت دعائیں
بڈھے وارے اوکھے ویلے لاء فراق نہ جائیں
بچہ میری جان پیاری کر کجھ ہوش سنبھالا
اس دنیا تے سدا نہ رہنا ہر کوئی چلن والا
چار دہاڑے عمر جوانی کر لے عیشاں موجاں
سدا نہیں ایہہ دولت دنیا سدا نہ لشکر فوجاں
نہ میں تیرا سہرا ڈٹھا نہ ہتھ بدھا گاناں
نہ میں تیری جنج پڑھائی نہ وجیا شدیاناں
میں ہاں اج قبر دے دندے کوئی دہاڑا رہساں
جے توں اکھیں اگے ہوسیں سکھ دا ساہ لے بہساں

ویلا اج بھلیرا تیرا نالے عمر جوانی
کرو عدالت ہور عبادت اوڑک دنیا فانی
جے اج خوف خدا دئیوں سڑسیں اس دن ہوسیں ہریا
موتے دا کجھ خوف نہ اسنوں جیوندڑا جو مریا
شالا تیری فجر مبارک وقت قضاء نہ ہووے
چڑھدی کلا ستارہ روشن سر تے آن کھلووے
میرا اج کل کوچ نقارہ سن فرزند پیارا
جے توں اس دم کول نہ ہوویں بھرم رہے گا بھارا

▶ کرداروں کی اس اگلی پیشکش میں پہلی تین جھلکیاں جو آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں گے زنگی شاہ اور اس کی بیٹی زنگن اور ہاشم شاہ کے درباری جلاد کی ہیں جن کی مکروہ شکلیں دیکھتے ہی ہول پیدا ہوتا ہے اس کے بعد ہر کردار ایک کھڑی بہار ہے۔

زنگی شاہ اور اس کی بیٹی

▶ جب "سیف الملوک" اور اس کے ساتھی زنگی شاہ کی قید میں آئے تو اس نے انہیں اپنے بحری سپاہیوں کا قاتل جان کر قتل کرنا چاہا لیکن انکی بہادری اور طاقت کی باتیں سن کر قتل سے باز آتے ہوئے انہیں غلام بنا لیا اور اپنے معتمد امیروں مشیروں میں تقسیم کر دیے۔ اس تقسیم میں شہزادہ زنگی شاہ کی بیٹی (زنگن) کے حصے میں آیا جو نہایت بدصورت ہونے کے باوجود اپنے آپ کو بہت خوبصورت سمجھتی تھی وہ سیف الملوک پر فریفتہ ہو گئی۔ شاعر موصوف نے باپ بیٹی کا سراپا اس طرح کھینچا ہے۔

زنگی شاہ :-

سیف ملوک شہزادے ڈٹھا جاں زنگی شاہ کالا
اول ڈریا تے پھر کہندا واہ وا سرجن والا
ایسی ایسی شکل بناوے ویکھدیاں ڈر لگدا
قد بے وزن وڈا رکھ جیونکر ہوندا لوہٹھا اگدا

زنگی شاہ کی بیٹی :- (زنگن شاہزادی)

زنگی دی شہزادی تائیں لگا عشق نروآ
سج اتے سی پیچ کریندی پیا دلے وچہ ہوآ
بسم اللہ بسم اللہ کر کے اپر تخت بہایا
آپوں بھی چڑھ بیٹھی کولے چن نوں گرہوں لایا
لاڈ کریندی ڈھک بہندی کہندی اے دلجانی
بن بن دے میرے جہیئ ڈٹھیا کوئی زنانی
سیف ملوک ڈٹھا اس ولوں کی کجھ نظری آیا
منہ توے دے تھلے وانگر اس تھیں رنگ سوایا
ویکھدیاں جی کچا ہوندا ڈاکر ڈاکر مریئے
جو چاہے سو چا بناوے رب ڈاہڈے تھیں ڈریئے

ہاشم شاہ کا درباری جلاد :-

بلیاں اکھیں تے منہ کالا کلکیاں مچھیاں
چٹے دند لباں تھیں باہر وال مونہیں پر لچھاں
پھکی خو ترشرو دے تلخ زبان رنجانی
کیوں کھاؤں کردا سجھے چہرہ مثل سوہانی
خونی سرخ پوشاک لگائی باہر تیغ میانوں
تیز اتے خوں ریز زیادہ باشک ناگ زبانوں
دہشت دس البرز کنباوے پیئے پہاڑ تریلی
لرزہ پوے زمیناں تائیں جاں اسنوں شاہ پیلی
رتی رحم نہ سہم دلے نوں ترس نہ وچہ سرشتے
خونی کم ہمیشہ اس دے وانگر موت فرشتے
توبرہ ریتو بھریا گل وچہ خونی نطع بغل وچہ
سینکڑیاں نوں ذبح کریندا وانگ قصائیاں پل وچہ

ملکہ شہر زناں ۔ (حسن بانو)

یہ ایک بڑا دلکش کردار ہے "قصہ سیف الملوک" میں اسے صرف "ملکہ شہر زنان" کہا گیا ہے۔ کئی وجوہات کی بنا پر چونکہ یہ ہمارا بھی پسندیدہ کردار ہے اس لیے ہم نے اپنی کتاب (قصہ سیف الملوک (اردو نثر)) میں اس حسین ترین ملکہ کا نام خود "حسن بانو" رکھا ہے اور اس سراپا ناز کی خدمت مین اپنی جانب سے یوں خراج تحسین پیش کیا ہے پہلے اسے ملاحظہ فرمائیں۔

Scanned with CamScanner

شکر الحمد چھٹی جند میری چھیتی زنگن پاسوں
سک گئی سی جیبھ قلم دی اس دے خوف ہراسوں
نالے شکل جلادے والی جسدم آن ڈرایا
قلم دوات کتاباں چھٹیاں نس قلعے وچ آیا
شہر زناں دی ملکہ کولوں امن سلامت منگاں
نالے حسن اوہدے دی پیکھیا تیک قیامت منگاں
خوش وس ملکہ شہر زناں دی روپ سہادے تیرا
عاشق دے دل چانن لاندا تیرا حسن گھنیرا
بےشک نام جگت تے سوہنے سن دے ہاں نت لاکھاں
دل چاہندا میں حسن تیرے تے " حسن بانو" تدھ آکھاں

(محمد خلیل ثاقب)

شہزادہ فصیل شہر کے دروازے پر پہنچتا ہے چالیس خوبصورت نوجوان عورتیں سپاہیانہ لباس میں پہرے پر متعین ہیں۔ وہ شہزادے کو اپنی ملکہ " حسن بانو" کے پاس پہنچا دیتی ہیں۔

خدمتگار چوطرفیں ناریں ہر اک پھل گلابی
تخت اتے شہزادی بیٹھی چہرہ وانگ متابی
جوڑا ابرو طاق بہشتی یا دو سخت کماناں
پلکیاں جیوں تیر خدنگی گھایل کرن جواناں
ظالم نین کٹاراں وانگر وچ کجلے دی دھاری
ویکھن والے نوں کر غمزہ سانگ کلیجے ماری

سوہنا قد سہیلی دیہی نازک شاخ چنبیلی
چنن بدن گلے وچ بشیتر زلفاں عطر پھلیلی
زیور زیب شہاناں لگا کون شمار سناوے
جتول منہ کرے جھلکاروں کنب کلیجہ جاوے

اس کے حسن کی ایک جھلک شہزادے کے منہ سے نکلے ہوئے اس شعر میں بھی ملاحظہ فرمائیں تاکہ صرف مجھے اور میاں صاحبؒ کو ہی مورد الزام نہ ٹھہراتے رہیں۔

سیف ملوک کہیا سن بی بی سوہنی شاہ زناں دی
غلط کہیا میں شاہ زناں دی حاکم ملک مناں دی

- - - - - - - - - - - - -

ملکہ خاتون دختر شاہ سراندیپ (بحوالہ صفحہ ۱۴۰)

◄ یہ لڑکی سراندیپ کے راجہ " عجایب الملوک" کی صاحبزادی ہے اس کی منگنی واسط کے راجہ تاج الملوک کے " شہزادہ الیاس " کے ساتھ ہو چکی ہے۔ جونہی اس نے بلوغت میں قدم رکھا اسے بہرام دیو سراندیپ سے اپنے قلعہ اسفند باش میں اٹھا لایا اور قید میں ڈال دی۔ سیف الملوک اسفند باش میں پہنچ کر اسے آزاد کراتا ہے۔ بہرام دیو اس سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن ملکہ نے ہر گز نہ مانا وہ ابھی تک کنواری ہے اور اس کی عمر تقریباً بائیس تیئس سال ہو چکی ہے یہ بدرہ خاتون کی بڑی بھین ہے۔ بدرہ اور بدیع الجمال دودھ بھینیں ہیں اس لحاظ سے ملکہ بھی شاہ پری کی دودھ بھین ہے۔ جس روز باغ ارم میں سیف الملوک اور شاہ پری کی شادی ہوتی ہے اسی روز ملکہ خاتون کی شادی بھی شہزادہ الیاس کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ کردار ہر لحاظ سے مکمل ہے انسان دوستی۔ خداترسی

اور وفا شعاری کی صفات سے مالا مال ہے۔ ملکہ جھوٹ کو پسند نہیں کرتی اس کا دل شیشے کی طرح صاف ہے اس لیے اس کی ہر مقام پر قدر ہے۔ جب اس نے شہزادے کو پری کی خبر دی تو اس نے پوچھا کہ ملکہ! کیا تو سچ کہتی ہے یا محض میرا دل رکھنے کو کہہ رہی ہے؟ تو اس وقت اس وفاء سرشت حسن وصداقت کی پتلی نے ارشاد فرمایا۔

کوڑے بندے رب نہ بھاون یمن زبان نہ رہندا
گل اوہدی کوئی منّ دا ناہیں سبھ جگ جھوٹھا کندا
بے اعتبار خوار جگت تے کوڑ الاون والا
کی لاچار کراں میں تیری جھوٹ خوشامد لالا

▶ ہمارے ایسے مقدر کہاں کہ ہم ان مہ پاروں کی ایک تجلی بھی دیکھ سکیں لیکن بھلا ہو "عارف کھڑی" کا جنہوں نے ایسے گل بدنوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے چلتا پھرتا دکھا دیا ہے۔ ذرا غور تو فرمایئے کہ آنجناب کا مشاہدہ کتنا تیز تھا کہ ملکہ خاتون کی کیسی ہوبہو تصویر اتاری ہے اور ہمیں یقین دلایا ہے کہ سراندیپ کی یہ کڑی اور مصر کا وہ منڈا دونوں ایک ہی ٹلے پر دو سال متواتر بحری سفر میں ہمسفر رہے ہیں۔ باوجودیکہ وہ بالکل نامحرم تھے لیکن دونوں ہی پکے قول و اقرار سے جب بہن بھائی بن گئے تو پھر باقی کیا رہ گیا۔

▶ معلم اخلاق (عارف کھڑی) نے ہمیں ان واقعات وحکایات کی منظر کشی سے نفس کی برائیوں سے بچنے اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے اور یہی ان کی شاعری کا مابعد الطبیعاتی اسلوب ہے جس سے انہوں نے اپنے فن کا لوہا منوا لیا ہے۔۔۔ ملکہ خاتون کی تصویر ملاحظہ فرمایئے۔

سورج وانگ نورانی متھا نظر نہ کیتی جاوے
جے پتھر دل والا تکے تاں بھی پیا ترساوے
چن دو کھن دونویں رخسارے بندی نال سنگارے
بندی بندی پھبدی آہی وانگ زحل ستارے
سینہ تختی صاف چنن دی خوب کاریگر جڑ کے
اوس اُتے دو نقش سنگارے چاندی دے پھل گھڑ کے
روپ انوپ کڑی دا آہا وانگ بہار چمن دی
نویں جوانی حسن ارزانی نازک شاخ سمن دی
پتلا لک مٹھی وچ آوے الاّ مکھن دیہی
کیسے پانی تھیں رب سرجی صورت پاک اجیہی
جادوگر دو نین کڑی دے وچ کجلے دی دھاری
صوفی ویکھ ہوون مستانے چھڈن شب بیداری

(نوٹ:۔ پہلے تیسرے اور پانچویں شعر کے مصرعہ ثانی میں تھوڑی سی ترمیم کی گئی ہے۔)

در وصف جمال بدرہ خاتون دختر شاہ سراندیپ (بحوالہ صفحہ ۲۱۵)

▶ بدرہ خاتون ملکہ کی چھوٹی بھین ہے شاہ پری بدیع الجمال اور بدرہ دونوں ہم عمر اور دودھ بھینیں ہیں۔ جب شہزادہ ملکہ خاتون کی رہنمائی میں سراندیپ پہنچ گیا تو چند دنوں کے بعد صاعد بھی مل گیا۔ شاہ پری کے تشریف لانے میں ابھی کچھ دن باقی تھے۔ اس عرصہ کے دوران میں سیف الملوک اور صاعد دونوں دوست سراندیپی شہزادوں اور شہزادیوں (ملکہ خاتون بدرہ خاتون) اور انکی ماں ملکہ عالیہ وغیرہ سب کے ساتھ گھل مل گئے۔ ایک دن دونوں دوست (شہزادہ اور صاعد) حضوری باغ کے قریب اپنے بنگلے میں بیٹھے گفتگو میں مصروف تھے کہ ملکہ عالیہ

اور اس کی بیٹیاں ملکہ خاتون اور بدرہ خاتون تینوں اکٹھی اسی جگہ آ گئیں۔ "عارف کھڑی" کا کیمرہ پہلے ہی وہاں موجود تھا کہ بدرہ خاتون کیمرے کی چوٹ میں آ گئی۔ پھر کیا تھا حضرتؒ نے بڑی مہارت اور چابکدستی سے اس کی پوری تصویر لے لی اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس کڑی کو (بادشاہ زادی ہونے کے باوجود) ابھی تک پتہ نہیں چلا کہ اس کی تصویر کس نے لی ہے اور اس کی تشہیر کس نے کی ہے۔ یہ صالح بن حمید مصری کے صاحبزادے صاعد کی امانت ہے۔ ہم نے اسے پاک نظر سے دیکھنا ہے۔

بدر منیر زمین پر روشن بی بی بدرہ خاتوں
ملک اسمانی تک نہ سکدے ڈر دے عشق آفاتوں
صورت گر کوئی چین چگل دا ایسے نقش نہ سنگے
کنڈل دار دو ناگ دو زلفاں اکھ لڑیاں دل ڈنگے
رنگ گلابی انگ حسابی چہرہ وانگ مہتابی
جیسے تھیں خوشبوئی حلے اکھیں مست شرابی
اچی لمی نازک گوری نرم چنبے دی ڈالی
ناز انداز تے آن کرشمہ صفت خداوند والی
نک بیشک فولادی کھناں ترکھی گھوڑی اتلی
عشق مجاز اکٹھا کر کے سرجی سی رب پتلی
اچا متھا بہت کشادہ جیونکر زیب زناناں
دو بھروٹے چن عیدی دے یا خمدار کماناں
پلکاں تیر آبا نک پتلا خنجر سان چڑھائی
مٹھے ہوٹھ صلح وچ راضی غمزہ کرے لڑائی

تھوڑا ہے جتے دل کھسے دسے وچ مناں دے
بدرہ گوری ہے چوری جیونکر شرم زناں دے
نازک خبہ محل کولوں سرپیراں تک سارا
چال لٹکدی شکل چمکدی جوبن بے شمارا

در وصف جمال شاہ پری بدیع الجمال دختر شاہ شاہپال

(بحوالہ صفحہ ۲۳۰ تا ۲۳۸ اختصار کیساتھ)

◄ شاہ پری کے حسن و جمال کا سراپا کھینچنا یا اسے قلمبند کرنا انسانی بس سے باہر ہے کیونکہ ملکہ خاتوں نے سیف الملوک کو بتایا تھا کہ بدیع الجمال کی نظریں تو سب کو دیکھتی ہیں لیکن اسے شاذو نادر ہی کوئی دیکھ سکتا ہے۔ لا تدرکہ الابصار و ھو یدرک الابصار۔ (آنکھیں اس ذات کا احاطہ نہیں کر سکتیں جبکہ وہ ذات سب آنکھوں کو دیکھتی ہے) یہ کردار قصہ کے دو مرکزی کرداروں میں سے ایک ہے۔ شہزادہ (HERO) اور شاہ پری (HEROIN) ہے جبکہ دونوں ہی روحانی تعلیم کے لیے تمثیلی کردار ہیں۔ اسی لیے حضرت میاں صاحبؒ نے اس نظم کے پہلے ہی شعر میں اشارۃً اس بات کا اظہار کر دیا ہے تاہم ایک متشکل شے کی تصویر پیش کر دی گئی ہے جسے آپؒ نے اصطلاحاً شاہپری بدیع الجمال کہہ رکھا ہے۔ چند منتخبہ اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

کاغذ قلم دوات میری وچ ایہہ بیان نہ مٹدا
عقل فکر ہن عاجز ہویا کھلا سروسہر پٹدا
صفت اوہدی دی گل محمدؒ کس منہ نال سناواں
منہ نکا گل بہت وڈیری کیونکر آکھ سناواں

اچا قد سفیدا پتلا سرو آزاد بہشتی
یا اوہ نخل مراد خداوند رحمت کنوں سرشتی
درس جمال ابدے دی پڑھدے سورج انبر تارے
متھا صاف روپہری تختی رکھن پکڑے کنارے
باغ ارم دے روپوں آہی اس دی شکل نمونہ
صورت اندر پیدا ہویا گل پھل گونہ گونہ
سوہنا بدن پھلاں دا دستہ پلے وچ چھپایا
کیتے جتن ہزار ہزاراں کسے نہ درشن پایا
سینہ صاف صندل دی تختی جوڑ استاد بنائے
واہ استاد کاریگر جس نے ایہہ پیوند لگائے
پتلا جسم سفید شکم دا جیوں کاغذ کشمیروں
ریشم قسم اچی دا یاسی لچھا سوت حریروں
لچ لچ کردا منکا وچ دا لک مہین بیانوں
حسن بدیع جمال پری دا وانگ بہار چمن دی
سنبل وال مہین زنجیری ہر مینڈھی ون ون دی
نرگس مست بیمار پری دے نین گوہڑے متوارے
چہرہ پھل گلاب بہاری گل لالے رخسارے
چوہدیں دا چن داغی ہویا متھا ویکھ نورانی
اکھ بھرا نہ تکن ہوندی سورج بار پیشانی
پتلا اچا نک پری دا دھار جیویں تلواروں
لونگ بلاق سچے دی آبش جھلک لگے چمکاروں

لالی ویکھ لباں دے والی ویلی مصر شہر دا
مورت اگے نال ضرورت ہو گیا سی بردا
دند سفید ہیرے دیاں کنیاں گھنیاں گھنیاں لاراں
استا کار برابر کر کے رکھیاں خوب قطاراں
مٹھا ہاسہ ماسہ ماسہ دند نہ کردی تگے
صاف لمیں تے پتلی گوری گردن مثل کلنگے
چھاتی تختی صاف چنن دی خوب کاریگر گھڑ کے
چاندی دے دو پھل لگائے میخ لوہے دی جڑ کے
نازک پیر گلاب پری دے مندی نال سنگارے
تلے دار بناتی کنیاں چمکن وچ ستارے

در وصف جمال شہزادہ سیف الملوک بحوالہ صفحہ ۵۳، ۵۵ / ۲۶۵

سیف ملوک اندر رب پایا بہتا اثر دانائی
تیز طبیعت ہوش ودیعت فہم عقل چترائی
نونہال حسن دے باغوں بےنظیر شہزادہ
گلبدن تے بدر منیروں چہرے روپ زیادہ
چہرے اتے تاب حسن دا ودھ آہا مہتابوں
جسے تھیں خوشبوئی حلے وافر عطر گلابوں
یوسفؑ ثانی چن اسمانی لعل مثل رخسارے
روپ اوہدے تھیں باغے اندر نور بھرے رکھ سارے

صورت سیف ملوکے والی اجلی باغ بہاروں
ویکھن سات کھڑے دل کھس کے شاہ جمال ہزاروں
روپ انوپ بھرے رخسارے جیوں گل وقت بہاراں
نوری ناری خاکی بادی تک تک ڈھہن ہزاراں
جاں منہ طرف زمیں دی کردا ہوندی دھرتے نورانی
جاں مڑ اچا کر کے دیکھے لاٹاں چڑھن اسمانی

۹۔ سیف الملوک اور بدیع الجمال کے ملاپ کا ایک منظر

(سراندیپ کے حضوری باغ میں)

◄ سراندیپ کا شاہی باغ ہے چاند کی چودھویں رات ہے۔ شاہ پری ملکہ خاتون کے ساتھ گزشتہ رات باغ کی سیر کرتے ہوئے شہزادے کا حسن و جمال دیکھ کر اس کے عشق کا تیر کھا چکی ہے۔ اب وہ اسے دوبارہ دیکھنا چاہتی ہے اسے کسی کروٹ آرام نہیں آتا۔ جب اس نے دیکھا کہ سب لوگ سو گئے ہیں تو وہ دبے پاؤں باغ میں پہنچ جاتی ہے۔

چوری اٹھ ٹری دل باغے کیڑ نہ کیتی کسے
عشقے صبر چلایا کہندی کیویں دلبر دسے
پیر پیادی چپ چپاتی باغے اندر آئی
چھپ نظارہ کرے حسن دا چوری دی اشنائی

◄ کیا دیکھتی ہے کہ شہزادہ نورانی شمعوں کے سامنے ہجر و فراق کے نغمے الاپ رہا ہے۔ چاند کی چاندنی / چمن کی خوشبو / بہار کی تازہ ہوا ماحول کی دلکش

فضا اور شہزادے کا حسن اور ادائے دلربا ہر شے جوبن پر ہے۔ اس پرکیف سماں کا نظارہ شاہ پری کو بے تاب کر دیتا ہے۔ خاص کر جب اس نے صورت حال کے عین مطابق غزلیں گائیں اور گیت الاپے تو پری کا دل قابو سے باہر ہو گیا۔ جب واپس پلٹنے لگی تو گر پڑی۔

جاں ایہہ بول غماں دے بولے سیف ملوکے بہتیرے
شاہ پری نوں رہی نہ طاقت پرت ٹری دل ڈیرے
پھرناں کریا تے سر پھریا جوش طبیعت چایا
پرت ٹری گھر پہنچاں کیویں رکھیں شرم خدایا

لیکن بھاگنے میں کامیاب نہ ہو سکی بلکہ چکر کھا کر گر پڑی اور نرم و نازک ہوا کے جھونکوں نے اسکی عطر بیز زلفوں اور کافوری پوشاک کی خوشبو سے سارے چمن کو دگنا مہکا دیا۔ شہزادہ گاتے گاتے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور باغ میں ٹہلتے ٹہلتے اسی طرف آ نکلتا ہے۔

گاوندیاں چت ہویا اداسی لگی چھک سجن دی
کابلا پے کے اٹھ کھلوتا لین ہوا چمن دی
ہرہر چوک اراک تکیندا پھر دا سی شہزادہ
مغز چڑھی خوشبو پری دی لگی چھک زیادہ
زلف پری دی مشک ختن دی دھم گئی ہر پاسے
گل پھل باغ باغیچے سارے مل لئے اس باسے
وقت بہار چمن وچہ رونق ہر بوٹے ہر گل دی
نرم نسیم محبت والی خوب معطر جھلدی
سبزہ تیز زبان تریلوں کردا در افشانی
نعمت کولوں ہریا بھریا کہندا حمد ربانی

رکھ تونگر نال ثمر دے چھتر جڑے فیروزے
حمد ثناء الٰہیٰ آکھن آہلنیاں وچہ بوزے
چنوں چوہدیں رات نورانی چن سرے پر آیا
روشن عید دہاڑے نالوں جمل جہان سہایا
علم یقینوں حاصل ہویا رتبہ عین یقینوں
غفلت ہوئی دور محمدؐ عالم زمن زمینوں
آتش چمک لگی از غیبوں ہویا اتول راہی
کدہ تکدا اک نار پئی ہے صورت صفت الٰہیٰ
لہہ لہہ کرے شعاع حسن دا ہر پاسے ہرجائی
ہر پتر ہر ڈالی اتے اسے دی روشنائی

عاشق نوں محبوب پیارا آیا نظر اکلا
ہر ذرے نوں سورج کردا اس دا نور تجلا
شاھزادے نے بیٹھ سرہاندی سر جھولی وچہ دھریا
لئے پیار پری دے مونہوں پونجے حبسہ بھریا
بوسے لیندا بل بل پیندا سر پیراں تک تکدا
شاہ پری دے چہرے ولوں اکھ جھمک نہ سکدا
روندے روندے دا اک قطرہ اتھرواں دا پانی
شاہ پری دے مکھ پر ڈھٹھا گرم لگا اس رانی
روح نکھٹے طاقت پائی آئی ہوش ٹکانے
اکھ اگھاڑ ڈٹھا کی تکدی بیٹھا یار سرہانے

شھزادے دل وکھیدیاں نی شاہ پری شرمائی
منہ پر پلا لے شتابی صورت پاک چھپائی
سر پیراں تک چادر تانی انگل رہی نہ باندی
شرم کنوں پس پردے ہو کے عاشق نوں فرماندی
کی اشنائی تیری میری بیٹھوں آن سرہاندی
نامحرم نوں ہتھ لگاویں انت کہی تدھ آندی
جھڑک پری دی سن شھزادہ عرض کریندا روکے
بہت نماناں زرد رنجاناں ہنیاں جیہا ہو کے
اے محبوب میرے دل جانی اکھیں دی روشنائی
دل جانی دا جان دلے دی تدھ بن ہور نہ کائی

گھنڈ اتاریں درشن دسیں مکھ توں پلا لائیں
تاں میں نال تیرے دو باتاں کرساں جے اوہ چاہیں
شاہ پری نے کہیا اگوں نہ کر ایڈ دلیری
میں پری توں آدم زادہ کی گل میری تیری
نامحرم نوں منہ نہ دساں ہوش سنبھالے ہوندے
نال میرے کی مطلب تیرا نین دسالیں روندے
سیف ملوک کہیا نہیں کیتی میں کوئی مفت دلیری
جس دم جان لباں پر آئی نال محبت تیری
شرم حیا پرہیز نہ رہیم نہ کوئی خوف کہیندا
سردرتی تاں جانے بی بی کیونکر دکھ سہیندا

حسن عشق دا قول پکیرا ہویا روز ازل دے
آدم پریاں کی تفاوت اکو جیسے شکل دے
گھنڈ اتار دیدار دکھائیں عشق نہ پچھدا ذاتاں
روبرو سجن دے ہوکے کر لیئے دو باتاں
اوہ فرماندی کیوں منہ دساں توں راہی راہ جاندا
میں شہزادی ستراں والی تقدیرے پھڑ آندا
سیف ملوک کہیا میں راہی اس وچہ کوڑ نہ ذرہ
پر وچہ راہ عشق دے ٹریا عاشق ملے مقرہ
ستر ہووے نامحرم کولوں محرم تھیں کی پڑدا
میں محرم اس دن دا جس دن ناہا لہندا چڑھدا
پری کہے چھڈ کھہیڑا میرا اٹھ جا جدھروں آئیوں
پردہ ستر اٹھایا لوڑیں کسی شامت نے چائیوں
شامت عشق تیرے دی چایا تاں اس جائی آیا
کت دل جاواں تیرے پچھے پچھلا جرم گوایا
شہزادے پھر حال حقیقت مڈھوں پکڑ کہانی
آخر توڑیں سبھ سنائی جو اس نال وہانی
شاہپری نے معلم کیتا ہے ایہہ یار موافق
روئے زمیں تے اسدے جیہا نہ کوئی دوجا عاشق
شاہپری پھر رہ نہ سکی عشقے صبر تروڑے
سیف ملوکے دے گل لگی منہ میلے انگ جوڑے

شہزادے دے مونہیں اتوں لئے پیار نہ رجدی
مل مل یارے شکر گزارے گھڑی غنیمت اجدی

▶ شاہزادے اور شاہپری کی ملاقات کا یہ منظر سیف الملوک کی کتاب میں سینکڑوں اشعار پر مشتمل ہے جن میں ذات پات / اونچ نیچ / حسن و عشق اور وحدت الشہود کے فلسفہ پر مدلل بحث کی گئی ہے۔ راقم نے موضوع کے مطابق اہل ذوق حضرات کے لیے صرف (۳۱) اشعار کا انتخاب کیا ہے۔

۱۰۔ صاعد اور بدرہ خاتون کی ملاقات کی جھلکیاں

▶ صاعد مصر کے وزیراعظم صالح بن حمید کا اکلوتا صاحبزادہ ہے اور سیف الملوک کا پیدائشی دوست۔ جس طرح عاصم شاہ اور صالح بن حمید بادشاہ اور وزیر ہونے کے علاوہ آپس میں گہرے دوست بھی تھے اسی طرح شاہزادہ اور صاعد بھی شاہی مراتب کے علاوہ ایک دوسرے کے بھائی اور مخلص دوست ہیں۔ دوران سفر جب بیڑے ٹوٹ پھوٹ کر تباہ ہوگئے تو دونوں دوست بچھڑ گئے۔ شہزادے کے سراندیپ پہنچنے پر چند روز بعد صاعد بھی مل گیا۔ اب دونوں دوست ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھے ایک ہی بنگلے میں رہتے ہیں جو بادشاہی محلات سے ذرا ہٹ کر سراندیپ کے حضوری باغ کے قریب کھلی فضا میں واقع ہے۔ یہ سچوایشن (SITUATION) اتنی دیدنی ہے کہ اس کی فضا حوران بہشتی کے جلووں سے نورافشاں اور عنبریں گیسوؤں کی مہک سے لبریز ہے۔ شاہی محلات کے بالا خانے اور برآمدے سامنے دکھائی دیتے ہیں جہاں گردش لیل ونہار کے ساتھ ساتھ زندگی کی تمام رونقیں رواں دواں ہیں۔ مخمور جوانیاں / حسن کی تابانیاں / نگاہوں کی پرکاریاں اور نازک اندامون کی کبک رفتاریاں / قہقہوں سے لرزتی ہوئی ہوا اور خوشبوؤں سے بسی ہوئی فضا کیا کچھ نہیں ہے۔

یہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہے بہشت ہے اور بہشت میں ہر شے موجود ہے۔

دونوں دوست آپس میں تبادلہ خیالات کے علاوہ اپنے سفری حالات بھی ایک دوسرے کو سناتے رہتے ہیں۔ مانا کہ شاہزادہ بہت خوبصورت ہے اور اسکی محبوبہ کائنات کی حسین ترین شے شاہ پری بدیع الجمال ہے لیکن میاں صاحبؒ نے صاعد اور بدرہ کے ساتھ (ان کی تصویر کشی میں) بھی کوئی ناانصافی نہیں برتی۔ ہیرو (HERO) اور ہیروئن (HEROINE) کے بعد صاعد اور بدرہ کا جوڑا نہایت دلکش جوڑا دکھایا ہے۔ چشم بددور ۔ ملاحظہ فرمائیں اور میاں صاحبؒ کے قلم کی کھل کر داد دیں۔

پہلی ملاقات (سیٹ نمبر ۱)

صاعد دا کجھ انت نہ آہا حسن علم چترائی
طبع لطافت رسناں آوازی قبضہ ہنر دانائی
شیشے وانگ چمکدی دیہی چوہ چوہ رت کریندی
مثل انار بھکھے تن سارا لاٹاں جوت مریندی
صاعد تے شاہزادہ اندر بیٹھے روپ سہائے
سورج چن محمد بخشا اک برجے وچہ آئے
ملکہ بدرہ اندر آئیاں نال انہاں دی مائی
صاعد اٹھ سلامی ہویا کر کے سیس نوائی
صورت بدرہ خاتوں والی لاٹ شمع دی آہی
صاعد دیکھ ہویا دل بریاں وانگ پتنگ سپاہی

کنڈا سخت محبت والا آن جگر وچہ پڑیا
بدرہ نوں بھی صاعد مٹھا جوڑ دوہاں دا جڑیا
صاعد دا نک اچا آہا وانگ انگشت شہادت
بدرہ دا دل بدرے وانگن چریا نال اشارت
کوس کسے دل ویکھ نہ رجدے صورت دے متوالے
سخت زنجیر محبت والے رب دوہاں وچہ ڈالے
صاعد شیر جوان سپاہی بدرہ خاتوں رانی
ہک دوجے دے عاشق ہوئے اگوں دس کہانی

دوسری ملاقات (سیٹ نمبر ۲)

باراں روز ہوئے اس گل نوں تاں پھر بکس دیہاڑے
بدرہ دا دل کابلا ہویا لگی اگ پہاڑے
ہویا چت اداس کڑی دا عشقے پکڑ اٹھائی
آئی صاعد کول چوپیتی نال نہ آندوس کائی
اس دن سیف ملوک شہزادہ باغے وچہ گیاسی
صاعد ہک ہکلا ڈیرے بدرہ نظر پیاسی
بدرہ تے سی نویں جوانی سندر چن وساکھی
نین سمندکجل دیاں لہراں گل نہ جاوے آکھی
صاعد نوں جد نظری آئی درتے کڑی کھلوتی
لاہ لاہ کر دی صورت ساری نیر حسن دے دھوتی

دیکھدیاں کجھ صبر نہ رہیا جیو ہویا بے وسا
بدرہ نوں فرماندا میں ہاں حسن تیرے دا تسا
روپ انوپ تیرا جد ڈٹھا صورت اپن اپاری
اکھ تیری نے رکھ کلیجے ماری بری کٹاری
بدرہ خاتوں آکھ سناندی صاعد اگے رو کے
دماں باجھ تیری میں گولی صدقے صدقے ہو کے
جس دم دا توں نظری آیا صورت دا شہزادہ
بھڑکی بھاہ پریم تیرے دی تدھ تھیں کجھ زیادہ
ڈیرا تیرا تکدی رہندی محل اچے تے چڑھ کے
جاں غم بہتا کاہلی پاوے رووں اندر وڑ کے
کرے تاکیداں رکھ سنبھالا ایہہ گل کریں نہ واندی
بھیت نہ دس شہزادے تائیں میں اس تھیں شرماندی

ایہہ گلاں کر بدرہ پچھدی میں ہن گھرنوں جاواں
مت باہروں شہزادہ آوے بہت اس تھیں شرماواں
صاعد کہندا بیٹھ ذرا بک جا نہ آکھاں تینوں
جو دم نال سجن دے گزرے سوئی حیاتی مینوں
نت نت ہے ہتھ لگدا کس نوں. ایہہ کرماں دا ویلا
رب جانے پھر نال سبب دے کدوں ہووے گا میلا
سجناں کولوں رخصت ہویاں نال نصیباں جڑیئے
پردے وچہ گئی لنگھ چنگی گھر دل؛ چل ہن کڑیئے

فلسفۂ وصل و فراق

وصل وفراق نہ صرف روز مرہ کے مشاہدات میں سے ہیں بلکہ یہ دونوں چیزیں زندگی کے معمولات میں شامل ہیں۔ بچھڑنا اور ملنا اور مل کر پھر بچھڑنا گردش لیل ونہار کی طرح ازل سے جاری ہے اور اس میں ارتقائے حیات کا زبردست فلسفہ ہے۔ دونوں میں عیش وطرب بھی ہے سوز وساز بھی / غم والم بھی ہے اور امید و رجاء بھی/ تمنا و آرزو بھی ہے اور طلب و جستجو بھی۔

وصل اگرچہ جاں فزا ہے عاشق غمخوار کو
ہجر بھی تو بخشتا ہے تازگی افکار کو
(خلیل ثاقب)

لیکن جو فلسفہ حضرت میاں صاحبؒ نے بیان فرمایا ہے وہ خاص انہی کا حصہ ہے اگرچہ آپؒ اس میں حافظ شیرازیؒ کے ہمنوا ہیں لیکن انداز بیان اتنا مؤثر ہے کہ آپؒ کو منفرد بنا دیتا ہے آپؒ ارشاد فرماتے ہیں۔

جیونکر خواجہ حافظ صاحبؒ لکھیا وچہ دیوانے
اک بلبل میں روندی ڈٹھی پھڑیا پھل دبانے
میں پچھیا کیوں رودیں بی بی یار تیرا رل ملیا
درد فراق رہیا پھر کیکر جس سجن گل ملیا
بلبل بولی حافظ صاحبؒ کی گل پچھیں مینوں
اس رودن دی حال حقیقت ہے کجھ معلم تینوں
محبوباں دے جلوے اگے اساں غلامی چائی
رودن پٹن کار ہمیشہ اس سانوں فرمائی

جنہاں دے دل عشق سماناں رودن کم اناہاں
وچھڑے روندے ملدے روندے روندے ٹُردے راہاں
وصل فراق نہیں چت آنن کامل عشق سنگارے
محبوباں دا راضی نامہ لوڑن سدا بیچارے

جدائی کے چند مناظر :۔

وصل کے دو تین منظر تو آپ دیکھ ہی چکے ہیں اب دل چاہتا ہے کہ جدائی کے چند مناظر بھی دکھا دوں تاکہ "سیر سیف الملوک" کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔
جب شہزادہ شاہ پری کی تلاش میں گھر سے روانہ ہوتا ہے تو والدین سے وداع ہونے کا دردناک منظر ملاحظہ فرمائیں۔ (بحوالہ صفحہ ۸۰ تا ۸۹)

جاں سبھ کم رہیا ہو پکا کیتی شاہ تیاری
سیف ملوک ماؤ تھیں رخصت لیندا چھیکڑ واری
جا گھراں وچہ کول ماؤ دے بدھے ہتھ کھلوندا
نالے آکھے رخصت دیہو نالے ہنجوں روندا
مائی دائی دیکھ جدائی آکھن قہر خدائی
ایہہ کی بھاہ اساڈے آیا توں چلیوں کت جائی
ہنجوں باراں دین نہ باراں وانگن مہینہ بہاراں
اوسے کوسے جل نہایا بیٹا نال پیاراں
روندی تے کرلاندی مائی بیٹا وداع کیتا
رب دا دتا سر پر سہیا صبر پیالہ پیتا

عاصم شاہ کہے پتر نوں توں جگر دا بیرا
توہیں جگر میرا سیں توہیں کھاہدا جگرا میرا
شاہزادے نوں رخصت ہوئی ٹریا چھوڑ گھراں نوں
محلاں اندر پیا ککارا باہر حد بیانوں
صاعد تے شہزادہ دونویں رخصت ہوئے روندے
بیڑے ٹھیل روانے ہوئے پچھلے پچھے بھوندے

◀ آپ پڑھ چکے ہیں کہ سراندیپ کے شاہی باغ میں سیف الملوک اور بدیع الجمال کی ملاقات کے بعد یہ بات طے پائی تھی کہ شہزادے کو شارستان سنہری کے شہر لعبت باز میں شاہ پری کی دادی ملکہ مہر افروزہ کے پاس جانا ہو گا تاکہ وہ پری کے خط کی روشنی میں پری کے باپ شاہپال سے سیف الملوک کے لیے شاہپری کے رشتے کی بابت گفتگو کر کے اسے منائے تاکہ دونوں کی آپس میں شادی ہو سکے۔ اس مہم پر شہزادے کی روانگی کے منظر کو ذہن میں لاتے ہوئے صاعد کی گریہ زاری پر مبنی مندرجہ ذیل اشعار کا مطالعہ فرمائیں۔ (بحوالہ صفحہ ۳۲۱ / ۳۲۲)۔

صاعد ڈھائیں دے دے رناں لاہ شرم دا پلّا
ہائے ہائے ایہہ کی کیتوئی شاہا ٹریوں چھوڑا اِکلّا
کون میری دلداری کرسی کون لئے گا خبراں
کس نوں دکھڑے پھول سناساں پڑھ پڑھ زیراں زبراں
کس دی انگل پھڑ کے ٹرساں کون سناسی باتاں
روز قیامت نالوں مینوں آیاں لمیاں راتاں
اکھیں وچہ بنبول ہجر دے سوئیاں وانگر پڑسن
چت اداس تیرے دل رہسی پلکاں پلک نہ جڑسن

کی احوال بندے دا ہوسی باجھ تیرے دلدارا
رکھیں یاد محمد بخشا چلیوں چھوڑ بیچارا

شارستان سنہری کا باغ ارم شاہ شاہپال بہادر کی حکومت کا دارالخلافہ ہے اور یہ شاہپری بدیع الجمال کا آبائی شہر ہے جہاں اس کی سکونت ہے بدیع الجمال کی سیف الملوک سے اور بدرہ کی صاعد سے شادی ہو جاتی ہے۔ دونوں کو پالکیوں میں سوار کر کے رخصت کرنے لگے ہیں۔ پالکیاں سراندیپ کے راستے مصر جائیں گی کیونکہ بدرہ کی سہلیاں جو اس کی شادی میں شامل نہیں ہو سکیں سراندیپ میں ہیں ان سے الوداعی ملاقات ضروری ہے۔ دلہنوں کی رخصت اور جدائی کا منظر ملاحظہ فرمائیں۔

ڈولی پا بدیع جمالے آہ گل لگی مائی
رتو روندی ڈھے ڈھے پوندی دھیئے پئی جدائی
مائی نوں غش آئی غم تھیں پھڑنے پیا مروڑا
محلاں وچہ ہنیرا دسدا باغاں اندر روڑا
جاں فرزند پیارے وچھڑن کون زووے مڑ تھوڑا
سب روگاں دا روگ محمدؐ جس دا نام وچھوڑا
بابل ہتھ سرے پر پھیرے کریں تحمل بیٹی
قسمت قلم حضوروں لکھی کس تھیں جائے میٹی
سراندیپ شہر دے والی بدرہ ڈولی پائی
ہتھ گھمادے صدقے جاوے اودھر اسدی مائی
الوداع ہوئی ہر طرفوں پرتے ٹور پیارے
چلے لدؔ محمد بخشا جوبن دے بنجارے

اڈے دیو تخت نوں چاہیں کر کے زور ضروری
سراندیپ شہر وچہ پہتے لتھے باغ حضوری
بدرہ نوں گل لا لا رونی ہر اک سنگ سہیلی
چلیئں سٹ اسانوں بھینے سکھ دئی رب بیلی
ملکہ ہنجوں بھر بھر روندی رہیوس میں اکیلی
رونق نہیں تساں بن کھاوے باغ بہار حویلی
ہائے افسوس نہ دوس کسے تے لکھی قلم ربانی
سجناں باجھ محمد بخشا زہر ہوئی زندگانی
شاہپری تے بدرہ خاتون پالکیاں وچہ پائیاں
ماسی پھوپھی مائی دائی سنگ سیاں مڑ آیاں
دیواں تخت زمینوں چایا کر دے قطع سفر نوں
سر اندیپی رہے کھلوتے مصری ٹرے سفر نوں

باب 13 چند اہم موضوعات

▶ اگرچہ سیف الملوک میں بین السطور موضوعات اور عنوانات کی کمی نہیں ہے لیکن ہر موضوع کو زیر بحث لانا اور اس پر طویل تبصرہ کرنا پھر اس کے متعلق اشعار کے سیٹ پیش کرنا ایک لمبا چوڑا کام ہے اس لیے ذیل میں کچھ موضوعات تو بلا تبصرہ کے اور کچھ تبصرہ کے ساتھ پیش کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ آدمؑ اور شرف آدمیت
(عظمت انسان)

▶ آپؒ نے اپنے کلام میں متعدد مقامات پر اس مضمون کو زیر بحث لا کر اپنے نادر خیالات کا اظہار فرمایا ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ انسان کو اپنے اندر اچھی صفات پیدا کرنی چاہئیں۔ آپ خود بھی انسان کے اشرف المخلوقات اور خلیفتہ اللہ ہونے کے قائل ہیں اور اسی درس کے مدرس بھی۔ چنانچہ ایک آدم زاد مصری شہزادے کے عشق کی کہانی بیان کرتے ہوئے اسکی جرات اور بہادری اسکی صداقت اور وفاشعاری اور اسکی امانت و دیانداری کے اوصاف بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں۔ وہ سمندر کا سینہ چیرتا ہوا مغرب سے مشرق کی طرف نکل گیا اور پھر برصغیر سے جنوب کی طرف اور پھر وہاں سے پربت کا رخ کیا تو کئی پست وادیوں اور بلند پہاڑوں کو سر کرتا ہوا کوہ قاف جا پہنچا۔ وہ اس وقت تک نہ تھما جب تک کہ اپنے نصب العین کو حاصل نہ کر لیا۔ اس نے کئی اجڈ اور وحشی قوموں کا مقابلہ کر کے انہیں نیچا دکھایا۔ وہ مہذب قوموں سے بھی ملا اور انکی تہذیب و شائستگی کو سراہا وہ ملکہ حسن بانو (یعنی شہر زناں کی خوبصورت ترین ملکہ) سے بھی ملا اور چند دن کیلئے اسکا مہمان بھی بنا مگر

سچا تھا اسلیئے سُچا رہا۔ اس نے اسفندباش کے قلعے میں دیووں کے شہزادے بہرام شاہ جادوگر کو بڑی جرات سے قتل کیا اور ملکہ خاتون کو آزاد کرایا اور اسے اپنی حقیقی بہن کا مقام دے کر دو سال تک ہمسفر رکھا یہاں تک کہ اس کی رہنمائی سے سر اندیپ پہنچ گیا اور وہاں سے شاہ پری کے حکم پر آہو خاطف جیسے زور آور دیو کے کندھے پر بیٹھ کر اگلے سفر کی مشکل ترین مہم کو سر کیا۔ گویا آپؒ نے اس قصہ میں ایک آدم زاد کی جراتمندی، پاکبازی اور عظمت کے گیت الاپے ہیں۔ اس موضوع پر آپ مندرجہ ذیل منتخبہ اشعار کا مطالعہ فرمائیں۔

ایس عجائب باغے اندر آدمؑ دا رُکھ لایا
معرفت دا میوہ دے کے واہ پھلدار بنایا
آدمؑ باجھوں دھرت نہ سوہبھے زیب زمیندا ایہا
جس باغے وچہ جنس نہ دِسے اوتھے بھناں کھیا
اسماناں دی رونق کردا روشن تارے لا کے
دھرتی آدمؑ نال سوہاوے آدمؑ نوں حب پا کے
ملکاں کول پہنچایا کھڑ کے خاکی آدم زادہ
عاشق اجے نہ سرچے لوڑے رتبہ ہور زیادہ
شان انسان جوان بھلے دا ملکاں نالوں اگے
کھول نہیں ایہہ گل محمدؒ مت کوئی جھگڑا لگے

اس موضوع پر مولانا الطاف حسین حالی کا یہ شعر بھی ملاحظہ فرمائیں جو بالکل اسی مضمون پر مشتمل ہے۔

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

▶ قصہ تخلیق آدمؑ سے تو ہر پڑھا لکھا انسان واقف ہے اسے دہرانے کی چنداں ضرورت نہیں لیکن حکم سجدہ پر فرشتوں کی طرف سے تعمیل اور شیطان کے انکار کو ملکہ خاتون کے افکار کے حوالے سے یوں بیان فرماتے ہیں کہ انسان کی عظمت آشکارا اور شیطان رجیم کی انسان سے ازلی دشمنی واضح ہو جاتی ہے۔ ملکہ خاتون کو خطرہ ہے کہ بہرام دیو جس نے قلعہ اسفندباش میں مجھے جادو کے ذریعے قید کیا ہوا ہے چند دنوں کے بعد آنے والا ہے یہ بھی تو شیطان ہی کی نسل سے ہے جو انسان کا کھلا دشمن ہے جب شہزادے کو اس قلعہ میں دیکھے گا تو اسے جان سے مار ڈالے گا۔ وہ اس سوچ میں پڑھ گئی اور قصہ آدمؑ کو دل ہی دل میں دہرانے لگی۔

جس دن مہتر آدمؑ اگے رب سجود کرایا
سبھاں ملکاں سجدہ کیتا دیو نہ سیس نوایا
خاوند دا فرمان نہ منیوس آدمؑ دلوں نہ بھایا
لعنت دا شیطان کہلا کے طوق گلے وچ پایا
آدمؑ ونج بہشتیں بیٹھا خوب مقام سکھایا
دیوے دا کوئی واہ نہ لگدا لوڑے ویر کمایا
جس ویلے وَس لگا اسدا اوڑک ویر کمایا
جنت تھیں کڈھوایا آدمؑ رو رو حال دبایا

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

" خفا نہ ہوناں ایس جگہ جے سخن کھواں ترمیمی "
" نال انسان شیطانے سندا ہے گا ویر قدیمی "

پر ہک لکھے آدمؑ ڈاہڈا پتہ تساں نوں دیواں
ظاہر باطن پاکی ہووے پیش نہیں پھر دیواں
باطن پاک ہووے جس نیت اندر وچ صفائی
ویری دیو ابلیس لعینے پیش نہ جاندی کائی

▶ اگرچہ "سیف الملوک" میں بھی عظمتِ انسان کی مثالیں کم نہیں تاہم "شیریں فرہاد" کے صفحہ نمبر ۳۶ کے اندر مندرجہ ذیل چار اشعار مضمون کی مناسبت سے بڑا مزا پیدا کرتے ہیں۔

پاک خدا وند سرجیا آدم ڈاہڈی شئے
ہمت دا لک بنھ کے جدھر لگ پئے
پٹ پہاڑاں سٹدا دریا ساہد لئے
کرے حساب اسمان دا غیبی خبر لئے
کردا چھیک زمین نوں جاں پڑ مل لئے
سخت مصیبت عشقدی اوہ بھی سر سہئے
کیہڑا کم جہان دا اس تھیں جو رہئے
پر اک موت محمدا اس تھیں ڈاہڈی ہئے

۲۔ وجہ تخلیق آدمؑ

▶ آپؒ کے نزدیک تخلیق آدمؑ کا مقصد عشق و محبت کے ذریعے اس بار خلافت کو سرانجام دینا ہے جسے بار امانت بھی کہتے ہیں اور قول الست بھی۔ کیونکہ میثاق کے روز اس کا نبھانا طے پایا تھا۔ اپنی اور خدا کی پہچان کا ذریعہ

آپ کے نزدیک فقط عشق ہے جسے آپ دردِ دل، انس، محبت، شوق پیار اور وفا بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہی شے وجہ تخلیقِ آدمؑ اور مقصدِ حیات ہے۔ انسان کی وہ اصل عبادت جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے عشق الٰہیٰ اور دردِ دل ہی ہے۔

عشقے کارن آدمؑ کیتا محرم یار یگاناں
آپے ملک عبادت کارن کی حاجت انساناں
خدمت گار حکم دے بندے بہت آہے سلطانے
جو کم فرض ایازے اتے ہور کوئی کد جانے
ملک عبادت خاصی اندر دائم رہن کھلوتے
پر عشقے دی لہرے اندر مار نہ سکدے غوطے
مُنڈے حکم عبادت کر دے شر نہیں نفسانی
یار سوئی جس عشق کمایا ایہہ دولت انسانی
بھار بیڑے دا کسے نہ چایا کر کر عذر بہانے
آکھ بلیٰ بلا سہیڑی انسانے نادانے

۳۔ عشق :-

کی کجھ بات عشق دی دساں قدر نہ میرا بھائی
ایہہ دریا اگی دا وگدا جسدا لاہنگ نہ کائی
جنھاں عشق خرید نہ کیتا انویں آ گھتے
عشقے باجھ محمد بخشا کیا آدم کیا کتے
جس دل اندر عشق نہ رچیا کتے اس تھیں چنگے

خاوند دے در راکھی کردے صابر بھکھے تگے
عشقوں باجھ ایمان کویہا کہن ایمان سلامت
مر کے جیون صفت عشقدی دم دم روز قیامت
جے لکھ زُہد عبادت کرئیے بن عشقوں کس کاری
جاں جاں عشق نہ ساڑے تینوں تاں تاں نبھے نہ یاری
جنھاں درد عشق دا ناہیں کد پھل پان دیداروں
جے رب روگ عشق دا لاوے لوڑ نہیں کوئی داروں
پاک شہادت قتل ہووے گا جیکر اس تلواروں
سدا حیاتی جان محمدؒ مرناں ایس آزاروں
خاص انسان انہاں نوں کہیئے جنھاں عشق کمایا
دھڑ سر نال نہ آدم بن دا جاں جاں سر نہ پایا
عشقے دا رخ ویکھ محمدؒ ہوون فیل پیادے
متیں لگے نہ اٹھ وگے کی مقدور شہزادے
عشقے دی ایہہ رسم قدیمی جلیاں نوں نت جالے
اگلا زخم نہ مولن دیندا ہور۔ اتوں نت ڈالے
عشق زورآور تے منہ تاناں گھوڑا باجھ لگاموں
راہ کو راہ نہ ڈیکھ محمدؒ بجھدا جاہ مقاموں
عشقے آن کیتا گھر خالیؒ نفیوں پھیر بہاری
نقش سجن دا ثابت ہویا بیٹھی دھوڑ غباری
جھولی پا انگار محمدؒ کوئی پچا نہ سکے
عشقاں مشکاں تے دریاواں کون چھپاوے ڈکے

عشقے اندر صبر نہ رہندا سورج میل نہ لگدی
سکا روں نہیں کر سکدا پردہ پوشی اگ دی
حیدر عشق زور آور سبھ تھیں قتل کریندا اڑیاں
جے کوئی صلح کرے تاں چھٹے کوئی نہ بچدا لڑیاں
عشقے دا پیوند نہ ٹٹدا جے" جگ پھکے بھڑکے
ڈاہڈے نال محمد بخشا کیں پھل پایا لڑکے
دکھ ملامت عشقے اندر جیوں جیوں لکھ اندر اگے
جیوں جیوں لکھ اگی وچہ پائیے بھڑک زیادہ لگے

◀ یہ کوئی چند شعروں کی بات نہیں ہے بلکہ "سیف الملوک" میں سینکڑوں اشعار ایسے ہیں جن میں آپؒ نے عشق اور اس کی صفات کا ذکر کیا ہے۔

۴۔ فلسفۂ حسن و عشق:۔

اس عنوان کے تحت درج ذیل منتخبہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:۔

سوہنی صورت تے جس پایا حسنے دا چمکارا
عاشق دے دل اگ لگائی سڑ دا نت بے چارا
محبوباں نوں آن سکھائیوس ناز مخول مروڑاں
خودی تکبر بے پرواہی تلخ جواب تروڑاں
بے وفائی تے بے رحمی قہر ستم بے ترسی
جند عاشق دا کرن نہ صرفہ کی ہویا جے مرسی

عاشق دے دل اندر پائیوس عجز نیاز ہزاروں
خوف امید سمند غماں دی موجاں بے کناراں
ترک سکھاندی جال دکھاندی سختی جند بدن دی
دوہاں جہاناں وچ محمدؒ حرص ہوا سجن دی
محبوباں دی صورت اتے اسے دا چمکارا
عاشق دے دل عشق محمدؒ اوہو سر نیارا
جو باطن اس نام محبت ظاہر حسن کہاوے
حسن محبت محرم توڑوں کیوں محرم شرماوے
کون کہے ناجنس انہاں نوں اکسے ماپیو جائے
اکو ذات انہاندی توڑوں اگوں رنگ وٹائے
حسن محبت سبھ ذاتاں تھیں اچی ذات نیازی
نہ ایہہ آبی نہ ایہہ بادی نہ خاکی نہ ناری
جنس کو جنس محبت میلے نہیں سیانپ کردی
سورج نال لگائی یاری کت گن نیلو فر دی
چن چکوراں دی کی یاری تک تک ہوندے دلخوش
شمع پتنگاں دی کی نسبت اوہ کیڑے اوہ آتش
بلبل نال گلے اشنائی خاروں مول نہ ڈردی
جنس کو جنس محمد کتھے عاشق تے دلبر دی
آدم پریاں کس بنائے اکو سر جنہارا
حسن عشق دو نام لکھائیوس نور اکو منڈھ سارا

حسن عشق دا قول پکیرا ہویا روز ازل دے
آدم پریاں کی تفاوت اکو جیہئے شکل دے
نور ظہور گلاں دا کر کے رونق دےَ بہاراں
مست محبت نال کریندا طوطے بھور ہزاراں
دیوے تاہیں دیھے راتیں اگی دی روشنائی
سوز پتنگاں دے دل پاندا ملدے کر کر دھائی
چوہان طبعاں دی توں گھنائی دکھ کیتے پھر پیڑے
مڈھوں اکو جنس محمدؐ اگوں فرق نکھیڑے
خوب حسن محبوباں تائیں دتوس اپنے نوروں
عاشق دے دل چھک لگائیوس بجھ بجھ آدن دوروں
سوہنی صورت سر الہٰی عام نہ سمجھن سارے
خاصاں باجھ محمد بخشا کون کرے نستارے

اوصاف عاشق :-

◄ آپ پڑھ چکے ہیں کہ تخلیق آدمؑ کا مقصد کیا تھا۔ پھر صفات عشق اور فلسفہ حسن عشق کا مطالعہ بھی کر لیا۔ اب اسی موضوع " مقصد تخلیق آدمؑ " کے ذیلی عنوان " اوصاف عاشق " کے ضمن میں چند ایسے منتخبہ اشعار کے دو سیٹ ملاحظہ فرمائیں جو سچے عاشقوں کے اوصاف پر مشتمل ہیں۔

عاشق بنن سوکھالا ناہیں ویکھاں نیوں پتنگ دے
خوشیاں نال جلن وچہ آتش موتوں ذرا نہ سنگدے

جے توں عاشق بنیا لوڑیں پلا پکڑ سجن دا
جان منگے تاں دیہہ شتابی صرفہ کریں نہ تن دا
عاشق نا امید نہ ہووَن دن دن لمیاں آساں
جے سو وار بھدیڑن درتوں کوکن کدے نہ جاساں
عاشق دا جو دارو دے باجھ ملاپ سجن دے
اوہ سیانان جان ایاناں روگ نہ جانے من دے
عاشق کل کوہ قاف زمیں دے ریتو وانگن گاہندے
دھولے وانگر ہول نہ کردے بھاراں رکھن کاہندے
راہ عشق دے چلن والے سچے مرد سپاہی
جانن نہ کوہ قاف سمندر جتھوں ہووَن راہی
عاشق موتوں ڈر دے ناہیں پتہ انہاں نوں لگا
موت نہیں اکوار مویاں نوں جھل آفت اگا

۶۔ مردانِ خدا اہلِ صدق وصفا
یعنی
(عزم وہمت کے دھنی لوگ)

سدا سوکھالے اوہو بھائی عشق جنہاں گھٹ آیا
مرہم پھٹ انہاندے بھانے بکو جیہا سکھایا

تاج تخت سلطانی تج کے ٹھوٹھا پھڑن گدائی
رکھ امید سجن دے در دی کٹن جو بن آئی
باہروں دسن میلے کالے اندر آب حیاتی
ہوٹھ سکے ترہایاں وانگر جان ندی وچ نہاتی
ہردم ذکر سجن دے اندر کل جہان بھلاون
دل جانی دے عشقے کولوں اپنی جان رلاون
وچوں آتش باہر خاکی دسدے حالوں مستوں
جے یک نعرہ کرن محمدؒ ڈھین پہاڑ شکستوں
جے یک آہ درد دی مارن ہوندا ملک ویرانی
کوہ قافاں دے سبزے سڑ دے ندئیں رہے نہ پانی
واؤ وانگ پھرن سبھ ملکیں ہر گز نظر نہ آون
چپ رہن کستوری وانگوں فر خوشبو دھماون
راتیں زاری کر کر رونوں نیند اکھیں تھیں دھوندے
فجرے اوگنہار کہاون ہر تھیں نیویں ہوندے
سکے پیر ندی تھیں لنگھن وچ سمندر چلدے
ہر گز مثل سمندر کیڑے آتش وچ نہ جلدے

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

آہو ہمت مرداں والی ایہو کم کریندی
مرداں دے در ٹھنڈے ناہیں شامت تد مریندی
مرد ملے تاں درد نہ چھوڑے اوگن دے گن کردا
کامل لوک محمد بخشاؒ لعل بنان پتھر دا

مردی کولوں رہندا جگ وچ مرداں سندا ناواں
مردی کردے مرد محمدؒ دھن کہاون ماواں
سچے مرد صفائی والے جو کجھ کہن زبانوں
مولیٰ پاک منیندا اوہو پکی خبر اسانوں
کم نہیں ایہہ انبر کردا سر اس دے بد نائیں
سبھ کم کر دے مرد اللہ دے حکم کریندا سائیں
نیل ندی فرعون نہ کھاہدا نہ قارون زمیناں
موسیٰؑ دی بددعائے کیتا غرق دوہاں بے دیناں
ہمت مرداں دی ہر جائی کردی کم ہزاراں
پھلاں بھوراں شمع پتنگاں یار ملائے یاراں
ہر مشکل دی کنجی یارو مرداں دے ہتھ آئی
مرد دعاء کرن جس ویلے مشکل رہے نہ کائی
قلم ربانی ہتھ ولیؒ دے لکھے جو من بھاوے
مردے نوں رب قوت بخشی لکھے لیکھ مٹاوے
ولیؒ اللہ دے بھانڈا تک کے پاندے خیر حضوروں
جیہڑا پاک غروروں خالی ہو پر کر دے نوروں

- - - - - - - - - - - - - - - - - -

◄ " آدم اور شرفِ آدمیت " یعنی " عظمتِ انسان " کے اس مرکزی موضع میں بشمول چند ضمنی عنوانات (۸۳) اشعار پیش کیئے گئے ہیں جبکہ اس موضوع پر " سیف الملوک" میں اور بھی بہت سے اشعار موجود ہیں۔ ان اشعار میں ثابت کیا گیا ہے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد عشق ہے اور عشق سے مراد

حسن کی وہ کشش ہے جو دلوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے حسن بھی خدا کی جانب سے ہے جو اس کی صفات کا مظہر ہے اور عاشق کے دل میں حسن کی مقناطیسی کشش جس کا نام عشق ہے وہ بھی اسی کی طرف سے ہے۔ جب آدمی عشق و محبت میں ترقی کرتا جاتا ہے اور سوز والم یعنی دردِ دل سے اندر کی کثافتیں دور ہو کر باطن روشن ہو جاتا ہے تو مومن کامل بن جاتا ہے جو اللہ کا ولیؒ کہلاتا ہے۔ نبوت بنی آدم کا سب سے بڑا مقام ہے جو نبی پاک صاحب لولاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آکر ختم ہو چکا ہے آپؐ آخری نبیؐ اور افضل الانبیا ہیں۔ نبوت ورسالت کے بعد ولایت کا مقام سب سے بلند ہے اور اسکے بعد ہر مومن کامل کا اور ازاں بعد دیگر اہل ایمان کا۔ اگرچہ حصول مقاصد اور معرفت تک رسائی بلکہ کسی بھی نیکی و بھلیائی کا حصول خداوند تعالیٰ کی عطا کے بغیر ناممکن ہے لیکن انسان کے لیے کوشش شرط ہے۔ پس آپ کی تعلیم یہ ہے کہ سالک اپنے پیرومرشد کے ذریعے اپنے معشوق حقیقی کا عشق اختیار کرے اور اس کی قربت ومعرفت کی کوشش میں لگ پڑے تو اللہ تعالیٰ ایک نہ ایک دن ضرور اسے اپنے وصل سے نوازے گا۔ اور اسے اپنے خاص بندوں میں شامل کر لیگا جن کی صفت میں آپؒ یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ ع

جے ہک نعرہ کرن محمدؒ ڈھین پہاڑ شکستوں

۷۔ عشق حقیقی کے سالکوں کا راستہ :۔

حضرت میاں صاحبؒ "عارف کھڑی" اور حکیم الامت علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ کا فلسفہ عشق صرف قریب المعنی ہی نہیں بلکہ ایک جیسا ہے۔ آئیے ان دونوں حضرات کے ہاں دیکھیں کہ ان کے نزدیک عشق کا صراط مستقیم کیا ہے؟ چلیئے پہلے میاں صاحبؒ سے پوچھتے ہیں چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں :۔

رستہ چھوڑ نبیؐ دا ٹریاں کوئی نہ منزل پگدا
جے لکھ محنت اینویں کریئے کلر کول نہ اگدا
رستہ صاف نبیؐ دے پچھے ہور نہ جانو کوئی
اوہو کرے شفاعت ساڈی تاتیں ملسی ڈھوئی

یہی سوال حضرت علامہؒ سے پوچھا گیا تو فرمانے لگے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اطاعت واتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدلے میں جو مژدہ سنایا ہے وہ یہ کہ :۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

گویا دونوں عظیم صوفی شعراء کے نزدیک طریقت شریعت سے الگ نہیں ہے اس لیے سالک کو شریعت کا ہر حال میں پابند رہنا چاہیے۔

۸۔ فضیلت علم :۔ (بحوالہ سیف الملوک ص (۵۳)) ۔

پڑھنا علم ضرور بندے نوں کیتا فرض الٰہی
کردا علم دلے نوں روشن ہوندی دور سیاہی
جیوں سورج وچ نور تیوں ہے علم روحے وچ جانے
نورے باجھوں سورج پتھر آدم جنس حیوانے
علمے کارن دنیا اتے آدن ہے انساناں
سمجھے علم وجود اپنے نوں نہیں تاں وانگ حیواناں

۹ ۔ والدین :۔ (بحوالہ ص ۸۶ / ۹۰ / ۱۷۰،۱۷۱) ؎ ہ

اپنے دکھ محمد بخشا جے توں پھولن لگوں

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

جو کجھ لاڈ پیار ماواں دے کی کجھ آکھ سناواں
جے اج ماں ہوندی رو مردی کی پرواہ بھراواں
جے اج مائی بابل میرے دنیا اتے ہوندے
خستہ حالی ویکھ پتر دی سکھ نہ ہوندے روندے
جے میں اج تراں پردیسیں سے کوہاں تے جاواں
کیہڑا پچھوں کرے دعائیں رو رو وانگن ماواں
اپنے دکھ محمد بخشا جے توں پھولن لگوں
قصہ اک بنے گا ایہو بیٹھ صبر کر اگوں

◀ **والدین کی دعا اور صدقہ رَدِّ بلا :۔**

حضرت پاک نبیؐ فرمایا جو نبیاںؑ دا سردرؐ
صلی اللہ علیہ وسلم نالے آل اوہدی پر
جس قضائے ہونا ہووے لکھی روز ازل دی
جے سو ہون دعائیں والے کسے طرح نہیں ٹل دی
پر جے ماپے راضی ہو کے کرن دعائیں دل تھیں
فرزنداں توں ٹلن بلائیں بچ نکلن مشکل تھیں

حضرتؐ ختم نبیاںؑ کہیا سچی خبر کتابوں
صلی اللہ علیہ وسلم ہوون پاک جنابوں
خاص حدیث شریفے اندر آون جدوں قضائیں
کوئی دعا نہ چلدی اوتھے نہ وہ ٹلن بلائیں
ماپے کرن دعائیں جس دے ہوندا اثر دعاواں
یا پھر رد بلائیں کردا صدقہ پاک ریاواں

۱۰ ۔ وطنیت :۔ (بحوالہ ص ۵۷ / ۷۶ / ۸۶)

◀ وطن پرستی اور چیز ہے، اور حبِ وطن اور شے۔ وطن سے محبت کرنا اور اس کی سرحدوں کی حفاظت کرنا مسلمان کے ایمان کا ایک لازمی جزو ہے لیکن وطن کو دین وایمان پر مقدم جان لینا وطن پرستی ہے۔ پس ہمارے لیے لازم ہے کہ "وطنیت" کے مفہوم میں وطن پرستی کو شامل نہ کریں۔ اس موضوع پر کہے گئے اشعار والدین کی جانب سے بیٹے کے نام نصیحت کے طور پر ہیں اس لیے ان میں "چوہے چڑے اور کتے بلے" کی مثالیں دی گئی ہیں مگر یہ کتاب چونکہ آپ حضرات کے لیے ہے اسلیئے روحِ شاعر سے معذرت کرتے ہوئے دو اشعار میں جز وقتی طور پر ترمیم کی گئی ہے۔

گھر سٹن کوئی کم نہ چنگا آہلناں ہے ہر دم دا
نہ غم کھا غم جاسی اوڑک / اوڑک ہے ہر کم دا
مور، ملخ تے پنکھ، پکھیرو ہر کوئی وطن دھراندا
توں آدم شاہزادہ ہو کے چھڈیں وطن گھراندا
موج جوانی مان گھراں وچہ رہو وطن دا راجا
یا پھر موت سرے تے وسدی کر اس دا کجھ ساجا

توڑے منگت بن کے رہیئے وچہ وطن دیاں گلیاں
در در جھڑکاں سہیئے تاں بھی فر پردیسوں بھلیاں

۱۱۔ مختلف چہرے اور رنگا رنگی

(بحوالہ سیف الملوک صفحہ ۱۷۷ ۔۔۔۔۔ اور صفحہ ۲۲۹ ملاحظہ فرمائیں۔ ◄)

باہر دسے ویس اجالا اندر کالا کلفی

مردانہ :۔ ص (۱۷۷)

ہک عالم ہک فاضل ملاں ہک حافظ ہک قاری
ہک قاضی ہک مفتی بن دے سر دھر پگڑی بھاری
ہک زاہد ہک صوفی مفتی بندے ہک نمازی
ہکناں روزے دار کہایا شیخی بے اندازی
شیخ شیوخ مربی مرشد پیر بنے ہک بھارے
ہکناں طلب بہشت ونجن دی ہک دوزخ ڈر مارے
ہکناں مدھ محبت والا پیتا پور پیالہ
مست بےہوش وتن وچ گلیاں نہ کجھ ہوش سنبھالہ
ہکناں اوگن ہار کہایا پر تقصیر گناہی
گل پلا تے گھاہ مونہیں وچ متھے داغ سیاہی
چور اچکے ٹھگ اسمتر جوئے باز زناہی

سبھناں آس تیرے در سایاں کرسی کرم الٰہی
چوری یاری ٹھگی موٹا بدن حرام کبابوں
کر کر توبہ مڑ مڑ بھنن مستی چڑھی شرابوں
سبز لباسیں فقیراں والا سر ٹوپی گل الفی
باہر دسے ویس اجالا اندر کالا کلفی

زنانہ :۔ ص (۲۲۹)

ہکناں دے گل سوہے کرتے سرتے پھوچھن بگے
داہڑی سندھور لگے وچہ شیشے چمک پری نوں لگے
ہکناں دے سر سبز دوپٹے سوسن رنگی انگی
گھیرے دار ستھن چن لائی سرہائی کر رنگی
ہکناں سرخ پوشاک تمامی پیراں تھیں لگ چوٹی
باغ ارم جیہوں گھاہ ہرے وچہ ساون چیچی بوہٹی
ہکناں چھاپے دار پوشاکاں جوڑے نال بناتی
پب اٹھاون چال دکھاون کڈھ کڈھ چلن چھاتی
ہکناں دے سر ساوی چادر گل وچہ کرتے کالے
ستھن جنگی سر پر مکھی ٹرن کبوتر چالے

◄ یہ اشعار "نظیر اکبر آبادی" کی نظم "آدمی نامہ" کی طرح کے ہیں جس میں اس نے آدمی کے کئی روپ دکھائے ہیں بالکل اسی طرح میاں صاحبؒ نے بھی ان اشعار میں انسان کو مختلف چہروں / عادتوں اور لباسوں میں دکھایا ہے بلاشبہ یہ دنیا کی رنگا رنگی اور گہما گہمی کی صحیح شاعرانہ تصویر ہے۔

۱۲۔ (بحوالہ سیف الملوک صفحہ (۳۰۷) اور صفحہ (۳۵۰)

سو کیوں ناریں گنیئے بھائی ہر مرد ایمان جنہاندے

خوب کہیا دانا کسے نے سچا خان پراناں
دو جے بحر وچوں پلٹا کے آیا بیت سناناں
رناں چنچل ہار ہمیشہ چنچل کم کریندیں
دیئیں ڈرن پچھاویں کولوں راتیں ندی تریندیں
مت کوئی نار سنے کھا غصہ کرے چلتر کائی
گھمن گھیر کے وچہ پاوے ڈوب دلیّے داناتی
جٹ فقیر مقدم ہویا موضع وچہ پلا کے
کھندے بھینوں قتل کرایا دیری چلک چکا کے
دیری کولوں دیر کوہاون برے رناں دے کارے
ہتھیں زہر پلا کھپاون خاوند یار پیارے
کد کے دی سکی ہوئی جس نے نار کہایا
سے برساں اگ پوجے کوئی پھر ساڑے ہتھ لایا
نور حیا ہدایت والا برقعہ گرد جنہاندے
سو کیوں ناریں گنئے بھائی مرد ایمان تنہاندے
کی ہویا جے چہرہ ساڈا ہو گیا مرداواں
جس دی نیت مرداں والی سوئیو مرد سچاواں

۱۳۔ فلسفۂ قضا و قدر (مسئلہ تقدیر)

عاشق قید محمد بخشا پیر نہ بدھے تیرے
کر کجھ آہر چھڑاون والا کریں اتھے کی جھیڑے

(بحوالہ صفحہ ۳۶۰ یہ شعر آپ کے "فلسفہ قضاء وقدر" کا آئینہ دار ہے۔)

◄ آپؒ محض تن بہ تقدیر ہوکر بیٹھ رہنے کے قائل نہیں ہیں۔ آپکی شاعری امید ورجاء کا درس دیتی ہے جس کا ذکر ہم اسی موضوع کے ایک ذیلی عنوان میں کریں گے۔ آپ کے نزدیک مسئلہ تقدیر اٹل ہے بندۂ مومن قضا وقدر پر پختہ ایمان رکھے بغیر مسلمان نہیں رہ سکتا۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی دشواری کے حائل ہونے سے ہم اپنے کام کاج چھوڑ کر بیٹھ جائیں اور اسی پر مطمئن ہو جائیں کہ جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا ہے اب آگے بڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے مقدر نے رکاوٹ ڈال دی ہے اب ہمارا کرنا یا نہ کرنا برابر ہے۔ آپؒ کے نزدیک تقدیر پر ایسا عقیدہ رکھنا بالکل غلط ہے۔ تقدیر پوشیدہ ہے کسی کو کیا خبر کہ مقدر میں کیا ہے اس لیے رکاوٹوں سے ہار کر مایوس اور شکستہ پا ہو جانا کفر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے خلاف ہے اور یہ کہ یہ تو مغلوب ومعتوب قوموں کا عقیدہ ہے۔

◄ البتہ کوشش اور ہمت کے باوجود اگر نتائج خاطر خواہ میسر نہ ہوں تو الگ بات ہے۔ تقدیر ہر صورت اٹل ہے اس پر ہر مسلمان کا پختہ عقیدہ ہے۔ لیس للانسان الا ما سعیٰ (انسان کے لیے کوشش فرض ہے) اس پر پختگی سے عمل کرتے جاؤ اور انجام کار تک مسلسل جدوجہد میں لگے رہو۔ نتیجہ خدا پر چھوڑ دو اگر کوشش کے باوجود کامیابی حاصل نہیں ہو سکی اور نتائج توقع کے خلاف برآمد ہوئے ہیں تو پھر صاف صاف اقرار کر لو کہ تقدیر کے آگے تدبیر کا چارا نہیں چل سکا جیسا کہ مثل مشہور ہے کہ:

Scanned with CamScanner

تدبیر کند بندہ === تقدیر کند خندہ

پس اسی لحاظ سے آپ ارشاد فرماتے ہیں:

لکھے لیکھ اول دے یارو ہوندے نہیں کنارے
بادشاہاں نوں پون قضیئے کون اسیں بے چارے
بہتے کم جگت وچ جیہڑے برے کٹھن تقدیروں
جے سو اپنے دلوں کریئے چنگے کر تدبیروں
ہر دل گھوٹ وسار بنایئے لاون کان مسالا
موت آوے تاں وچوں پوندا گھنڈا مہرے والا
آئی باجھ نہ مردا کوئی جے ڈگے آسمانوں
توڑے وچ سمندر ڈبے خوف نہیں کجھ جانوں
آئی دے دن بچدا ناہیں جے سو پایئے بھورے
لکھ دوا ہک لکھ نہ لگدی ہتھوں بن دے مہرے
متھے میرے جو اس لکھے عیب گناہ خطائی
کد تدبیروں دھوون ہوندے پکے لیکھ خدائی
توڑے لکھ افسوس بندے نوں لگے کم وہایاں
ترٹا لعل نہ جڑیا مڑ کے ہرگز پچھوں تایاں
ڈاہڈی ہے تقدیر الٰہی منہ مارے تدبیراں
کس سر دوس محمدؐ پھڑیوس آپنیاں تقدیراں
جدوں قضا الٰہی آوسی مول نہ رہسی ڈکی
حکمے باجھ نہ مراں کسے تھیں معلم ایہہ گل پکی

بحوالہ "سیف الملوک" صفحہ ۲۱۲ (حکایت بطریق تمثیل) کے تحت

باز کے حملے اور شکاری کے تیر سے بچ نکلنے والی فاختہ کی جو بات بیان کی گئی ہے وہ بھی قضا وقدر کے زمرے میں آتی ہے۔ اور یہ تمثیل برصغیر میں آباد مسلم اقلیت پر صادق آتی ہے جو ایک طرف تو ہندو بنیئے کے داؤ پیچ میں پھنسی ہوئی تھی اور دوسری طرف انگریز کے غضب کا نشانہ بنی ہوئی تھی کہ قدرت نے اسے اپنے اچانک معجزہ سے بچا لیا۔ لیکن یہاں حکایت کو مدنظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار کے ذریعے قضا و قدر کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

ایک گھنا درخت ہے جس میں فاختہ بیٹھی ہوئی ہے اچانک ایک شکاری آ جاتا ہے اس کے ہمراہ اپنا باز بھی ہے جو درخت کی اونچی شاخوں پر بیٹھ کر اپنے شکار کو تاڑتا ہے۔

بیٹھ شکاری باز اتے سی وچ بیٹھی اک گگھی
دشمن ویکھ کے اج میں بھی چوگ اجل دی چگی
بیٹھ رہاں تاں شست برابر مارے تیر شکاری
جے اڈاں تاں باز پکڑ سی ہر پاسوں میں ماری
جاں رب رکھن اُتے آیا کی سبب بنایا
گگھی ول شکاری تکدا شست نشان ٹھہرایا
پچھوں ناگ چلائے اسنوں دند آلود زہر دے
تیر چھٹا او بازے لگا دونوں دشمن مردے
گگھی بیٹھی رہی اتھائیں چنگی بھلی نروئی
مارن والے موئے محمدؐ قدرت رب دی ہوئی

◄ قضا وقدر پر اتنا پختہ ایمان رکھنے اور اس کا درس دینے کے ساتھ ساتھ آپؒ اپنے قارئین کو مایوسی اور ناامیدی کے پاس بھٹکنے بھی نہیں دیتے۔ یوں تو

آپکی ہر کتاب میں امید کا سبق ملتا ہے۔ لیکن "سیف الملوک" کی پوری داستان جو کہ متلاطم سمندروں/سمناک وادیوں/تپتے صحراؤں اور وحشتناک کوہ قافوں سے ہو کر گزرتی ہے امید کے سہارے پر چلتی ہے۔ اس میں نہ تو صرف خوف ہی خوف ہے نہ صرف امید ہی امید"

رستم دستی حال شکستی دہشت بھاج دلیری
خوف امید محمد بخشا اس وچ گھنی گھنیری

۱۴۔ آس امید / صبر وہمت اور جہد مسلسل :-

اس عنوان کے ضمن میں مندرجہ ذیل چند اشعار کا بغور مطالعہ کرنے سے روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ آپ "حسرت ویاس" کی بجائے "امید ورجا" کے شاعر ہیں اور یہ چیز فن شاعری میں آپ کا رتبہ بلند اور لازوال بنا دیتی ہے۔ لاتقنطوا من رحمۃ اللہ (اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں)

عاشق ناامید نہ ہوون دن دن لمیاں آساں
جے سو وار کھدیڑن در توں آکھن کدے نہ جاساں
جے توں طالب راہ عشق دا چھڈ وہماں وسواساں
ہمت دا لک بنھ محمدؐ رکھ آساں پیا پاساں
جے اوہ نال نہ چلن دیوے پچھا کدے نہ چھوڑیں
لاتقنطوا من رحمت والی آس امید نہ توڑیں
ناامیدی وچ امیداں رکھیں آس کرم دی
بہہ مجلس داناواں والی لوڑ کریں اس کم دی

صبر کریں تاں اجر ملے گا آئی خبر کتابوں
صبر اوتارے قفل محمدؐ ہر ہر مشکل بابوں
آہیو راہ عشق دے اندر ناہیں ناامیدی
کالی راتے وچوں نکلے اوڑک روز سفیدی
تیری اوٹ پناہ خدایا ہور نہیں کجھ سجھدا
جس دیوے نوں آپوں بالیں کد کہے تھیں بجھدا
بے یاراں نوں یاری کرنا آس تیری بے آساں
ہر ڈھٹھے نوں آپ اٹھالیں کر مشکل کم آساں
بخشش کر کے فیض پچاویں اوگنہار انساناں
رحمت تیری تھیں نومیدی ہوندا کم شیطاناں
توڑے ہاں بدکار گناہی اسیں بندے منہ کالے
پھر بھی دائم فضل تیرے دی آسا رکھن والے
رب سچے نوں سب توفیقاں جس رکھے سو رہندا
توڑے سے گزاں دا پانی رہے سرے توں وہندا

◀ امید ورجا کا شاعر ہونا قومی شاعر ہونے کی سب سے بڑی علامت ہے۔ مندرجہ بالا اشعار میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر امید لگائے رکھنے اور کوشش پیہم کرتے رہنے پر زور دیا گیا ہے جو اسلامی تعلیم کا لب لباب ہے۔ اسی میں فرد اور معاشرہ کی بہتری ہے اور اسی میں عالم اسلام کی ترقی کا راز ہے۔

۱۵۔ تقدیر کا ستارہ

◀ جب قومیں مغلوب ہو جاتی ہیں تو ان کے افراد کے اوصاف زنگ

۱۶۔ غیرت :-

غیرت ایک اچھی صفت ہے۔ یہ اپنی خودی کی پہچان سے پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ یوں سمجھیں کہ خودی کو برقرار رکھنے کا نام ہی غیرت ہے اور یہ انسان کی عمدہ سیرت کی ضامن ہے جس فرد یا قوم سے غیرت ختم ہو جاتی ہے اس کا تشخص برقرار نہیں رہتا اور اس کا نام جلد ہی دنیا سے مٹ جاتا ہے۔ حضرت میاں صاحبؒ نے اس قصہ میں چند مقامات پر مسلمانوں کو اپنی غیرت برقرار رکھنے کے درس بھی دیئے ہیں لیکن ہم نے کبھی سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ شاہپال اور ہاشم شاہ دونوں کے خطوط اور پھر ان کی آپس میں جنگ انکی غیرت اور خودی کا مظہر ہیں۔

سیف الملوک نے بے گناہ ملکہ خاتون کو قلعہ اسفند باش سے آزاد کرانے کے لیے قلعے کے مالک ظالم دیو بہرام شاہ کو قتل کیا تھا۔ اس کے باپ ہاشم شاہ والیئے قلزم کی پریاں قاتل کو تلاش کر رہی تھیں انہوں نے شہزادے کو شاہپال بہادر کے محل کے قریب باغ ارم میں آ پایا اور اغوا کر کے قلزم لے گئیں ہاشم شاہ نے شہزادے کو جزیرہ سنگدیپ کے ایک گہرے ویران کنویں میں قید کر دیا۔ شاہپال بہادر کو پتہ چلا تو اس کی غیرت نے اسے جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ اسے خیال آیا کہ "میرے ہی گھر سے میرا مہمان ہاشم کی پریاں اٹھالے جائیں اف! میں تو جیتا ہی مر گیا" مگر اسے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ سیف الملوک ہاشم کے ظالم بیٹے بہرام شاہ کا قاتل ہے مگر اس نے یہ قتل سراندیپ کے راجہ کی بے گناہ بیٹی (ملکہ خاتون) کو اس کی قید سے آزاد کرانے کے لیے کیا تھا اس لیے سیف الملوک بے قصور ہے۔ ادھر ہاشم شاہ کو اپنے بیٹے کے قتل کا قلق تھا اسے اصل حقیقت کی خبر نہ تھی اور بیٹے کے قتل کا صدمہ غالب تھا۔ بہرحال ہر دو جانب غیرت اور خودی کا تقاضا تھا۔ صورت حال کا اگر غور سے مطالعہ کریں تو ہاشم کی نسبت شاہپال حق پر تھا۔ دونوں کے خطوط کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

نامہ شاہ شاہپال بطرف ہاشم شاہ والیئے قلزم :-

(بحوالہ صفحہ ۲۷۹ تا ۲۸۲ اختصار کے ساتھ)

اول نام ربے دا لکھاں نامے دا سرنامہ
ننگا روح بندے دا کجیوس بخش جیبے داجامہ
سن ہاشم توں قلزم اندر بیٹھوں راج بنا کے
گھر میرے تھیں پکڑیں ڈھکاں دئیں سزائیں جا کے
زور میرا آزماون جوگا کتھے ہے کوئی ساجا
لشکر تابع تیری کیہڑا کیہڑا ہے راہ راجا
دنب اچا کر کنڈل پاویں سروچہ پوسی جتی
تے شیرے بھونک جگایا شامت آئی کتی
جے میں قلزم اندر آئیوس دھرتی پٹ دیاں گا
کنے پٹ تساڈے سارے ندئیں سٹ دیاں گا
کیا قلزم کیا قلزم والے جے میں لشکر چاہڑاں
لشکر فوج سمیت ولایت گاہ مروڑ لتاڑاں
سیف ملوکے نوں پھڑ باہوں لے آہ پاس اساڈے
توں نہیں پیو دادا تیرا ڈھوں داس اساڈے
آہڑک وھڑے وانگر بھڑکیں کیوں چائیا سنگ مٹی
جے شیراں دا دھپا لگا اچویں جاسی مٹی

قدر اپنی دے کاغذ اتے حرف غلط تدھ پایا
کارد تیغ میری دی کٹی زور نہیوں آزمایا
سنبھل زور جوانی والا نہ کر ایڈ دلیری
حد میری وچہ آ ہتھ پاویں شامت آئی تیری
پت تیرا ہن مڑدا ناہیں کیوں سر ظلم دھرائیں
جے آری دھر چریں اسنوں یا بھوہ کھل بھرائیں
کسے طرح بہرام نہ مڑدا کیوں قتلام مچائیں
بخش گناہ اس بندے تاہیں اجر جنابوں پائیں
کر احسان اساں پر ہاشم چھڈ دیہہ ایہہ پردیسی
نہیں تاں میں بھی فرق نہ کرساں رب جسنوں پڑ دیسی

جواب ہاشم شاہ بطرف شاہ شہپال بہادر والیئے شارستان سنہری

(بحوالہ صفحہ ۳۸۲ تا ۳۸۴ اختصار کے ساتھ)

سر اکھیں منہ خط پر بنیاں سرخط دا جو ناواں
شالا اوسے نام سچے توں میں بھی صدقے جاواں
شکر گزار رہیں شاہپالا راج پچا ملک دا
چھوڑ تکبر منہ پر پیندا جے کوئی اچا تھکدا
کی ہویا جے لشکر تیرا ودھ حساب شماروں
میرے دیو بہادر ایسے اک اک سخت ہزاروں

آدم ذات کمینی اتوں تدھ خصومت چائی
جس دن موت سپے دی آدے بہندا آن کجائی
خونی مارن روا شرع وچہ عیب نہیں کجھ کیتا
تدھ کی لہناں نال اساڈے ہٹ کے بہو چوپیتا
توں ہیں مرد پکھری اندر رن وچہ مردی میری
جس دن ہتھ اساڈے تکسیں مٹی اچویں تیری
نیویں ہویاں ہو نہ اچا اگوں مار نہ لافاں
شارستان پچا اکلا پٹ نہیں کوہ قافاں
پتھر نال ٹھکور نہ شیشہ کی کر لیسیں کھٹی
لے لے اگ نہ آ دھگانے داروگر دی ہٹی
موجاں مان تخت تے بیٹھا چھڈ دیہہ کھہڑا میرا
لوڑ لسا کوئی جے کر آیا جنگ اتے دل تیرا
ہتھوں عور اساڈی کرتوں وڈا ہیں کی جائیں
نیک نہیں آزردہ کر دے خلقت رب دی تاہیں
القصہ ڈھک دیساں ناہیں نہ اول اٹھ چڑھساں
صلح کریں تاں راضی شاہا جنگ کریں تاں لڑساں
دوہاں گلاں تھیں جو تدھ بھاوے کر اللہ بسم اللہ
ڈھل کہی منہ طرف اساڈی دھر اللہ بسم اللہ

دونوں بادشاہوں کے خطوط میاں صاحبؒ کے فکر وفن کی لازوال بلندی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ شاہپال کے خط میں آخری تین اشعار صلح صفائی سے معاملہ نپٹا لینے کی گنجائش پیدا کرنے کے لیے نہایت موزوں ہیں۔ اس طرح ہاشم کے جواب

میں بھی ملزم واپس کئے بغیر جنگ سے پرہیز کرنے کا اشارہ موجود ہے لیکن اصول اور غیرت پر سودا بازی نہیں ہو سکتی۔ ملزم کے قصور پر معافی تو مانگی جا سکتی ہے اور اس کی رہائی کا احسان بھی مانا جا سکتا ہے یا قتل کے عوض خون بہا بھی دیا جا سکتا ہے لیکن شہزادے کو واپس کیئے بغیر شہپال کا خاموش ہو جانا اسے ہرگز منظور نہ تھا۔ چنانچہ ہاشم کا جواب وصول ہونے پر جو کچھ ہونا چاہیے تھا وہی ہوا۔ شہپال بہادر کے غضب کا اور دونوں طرف سے فوجیں میدان جنگ میں اترنے اور فیصلہ ہونے کا منظر ملاحظہ فرمائیں۔

۱۷۔ شاہپال بہادر کا غضبناک ہونا اور ہاشم پر چڑھائی کرنا

(جنگ کا منظر)

جاں ایہہ صاف جواب سنائے منشی نے خط پڑھ کے
اڈیوں لنب گئی لگ چوٹی غضبوں بھانبٹر بھڑکے
وال لکر دے کنڈے ہوئے لوں لوں چڑھے سرنڈے
لاہ دھڑکے بڈ کڑکے آ کر شاہ پراں پر چھنڈے
گج اٹھیا شاہپال بہادر نعرہ مار قہر دا
کنب گیا سب باغ ارم دا کوٹ بازار شہر دا
فوجاں باٹھاں کانگاں وانگر گج کڑک کے چڑھیاں
قلزم دے دریاوے تاہیں گاہن شتابی وڑیاں
لکھ چوداں نر دیو بہادر ترے لکھ فوج عفریتوں
سٹھ ہزار ہویا جن حاضر نمک ہلالی نیتوں

ہاشم قلزم دے سلطانے پتہ لگا اس گل دا
اس بھی فوج اکٹھی کیتی حکم جتھے تک چل دا
لکھ پری وچہ گنتر آئی چہل ہزار عفریتاں
کیتوس سبھ اسباب اکٹھا کر جھگڑے دیاں نیتاں
وچہ میدان لڑائی والے آن کیتو نے ڈیرے
راکش دیو لتھے پا گھیرا جیوں کوہ قاف وڈیرے
دو لشکر پڑ مل کھلوتے پربت وانگ اچیرے
کینہ غضب مچے تے کیتے کوچ تحمل ڈیرے
اوڑک آن چڑھائی ہوئی ماری گج نقارے
دھولے تیک پچائے ڈھولے ڈنڈ کہار ککارے
پیلاں اوپر پھاکھر وجے گھس گھس لگے لاگے
ڈھاہیں مار اٹھے خر مہرے جیونکر ویر دراگے
منہ آسمان بتے کر بولن کوک اٹھای طریاں
تیغاں بجلی وانگن ہویاں تیغاں وانگر چھریاں
دھونسے دھونس آوازوں چاھڑی شتری شور مچایا
طرم طنبوراں تے کرنائیں غل جگت وچہ پایا
شیر جواناں دی مچھ پھڑکے سن سن شور دماماں
رن وچہ تازی جنبش پائی چبن سار لگاماں
وجن تیز شپاشپ تیغاں تیر نہ دیون واری
دوئے باٹھان گھل بل آیاں لتھا مینہ ہتھیاری

ایسی گرم لڑائی گوھڑی دوہاں پہاڑاں چائی
نعلاں وچوں ڈھین اواڑے اگ وسے ہر جائی
تازی سم وجاون دھرتی پٹ کھڑی اک ساری
چھ زمیاں اٹھ انبر ہوئے جڑ کے گرد غباری
باٹھاں چڑھیاں فوجاں لڑیاں لہو بدل وٹھے
ے کوہاں وچہ نیر رتو دے لکھ بہادر کٹھے
شاہپالے دی فوجے اوڑک ایسا زور لگایا
قلزم والے بادشاہے دا لشکر مار گنوایا
شاہپالے نوں کہندا ہاشم بخش بے ادبی مینوں
زندہ ہے لوہ آدم زادہ ہووے مبارک تینوں
ہاشم نال لیا شاہپالے ہور امراء چنگیرے
رستم ثانی دیو سپاہی بہتے بھلے بھلیرے
سنگلدیپ اندر شاہ آیا ہاشم نال لیایا
اوس دروگ اتے جا پہتے جا سرپوش لہایا
شاہ شاہپال کھوہے وچہ اڑ کے آپ مریندا آلے
کہندا اے فرزند پیارے عشق کماون والے
بیٹا سیف ملوکا میں ہاں باپ بدیع جمالے
زندہ ہیں تاں بول شتابی بتھیں آپ نکالے

◀ بالآخر شاہپال بہادر ایک خونریز جنگ کے بعد شہزادے کو سنگلدیپ کی قید سے آزاد کرانے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور اسے باعزت طور پر اپنے

محلات میں لاکر عظیم مہمانوں کی طرح خدمت کرتا ہے ادر اپنی بیٹی بدیع الجمال کو اس کے ساتھ بیاہ دیتا ہے۔ اس طرح شہزادہ اپنی چودہ سال کی انتھک ریاضت کا ثمرہ پا کر نہایت کامیابی سے اپنے وطن واپس لوٹ آتا ہے اور محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس قصہ کا انجام طربیہ ہے لیکن قلم کا دھنی " عارف کھڑی" جانتا ہے کہ جو لطف سوز والم میں ہے وہ عیش وطرب میں نہیں اس لیے آنجنابؒ نے اس کا خاتمہ عاصم شاہ/ سیف الملوک اور شاہپری بدیع الجمال کی وفات حسرتناک پر کر کے اسے المیہ بنا دیا ہے۔

اپنی موت حیاتی اندر جب لگ تیرا ڈیرا
اس منزل وچہ کد محمدؒ پیر پوے گا تیرا
(عارف کھڑیؒ)

حیات و موت نہیں التفات کے لائق
فقط خودی ہے خودی کی نگاہ کا مقصود

عشق کچھ محبوب کے مرنے سے مر جاتا نہیں
روح میں غم بن کے رہتا ہے مگر جاتا نہیں

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں
(علامہ اقبالؒ)

باب 14 : سیف الملوک کا ہماری زندگی سے تعلق

یہ قصہ ایسا فرضی اور بے تکا قصہ نہیں ہے جس کا ہماری زندگی سے کوئی واسطہ نہ ہو اور نہ ہمارے تجربات ومشاہدات کی بات ہو/ نہ بھوک نہ پیاس۔ نہ دن نہ رات ہو فقط شب و روز جنوں اور پریوں کا اکھاڑ جما رہے اور پڑھنے والا طلسماتی فضا میں کھویا رہے۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ مصر کے ایک شہزادے کی کہانی ہے جو آدم زاد ہے اور ہمت کا دھنی ہے۔ بہادر اور اولعزم ہے مخالفین سے جنگ کرتا ہے سفر میں حائل رکاوٹوں کی پروہ نہیں کرتا انہیں دور ہٹاتے ہوئے آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اور کوئی رکاوٹ اس کا راستہ نہیں روک سکتی۔ وہ مہذب سوسائٹی کا فرد اور ایک اعلیٰ شہری ہے اسلیے مہذب لوگ اس کی عزت کرتے ہیں۔ غیر مہذب اور بداخلاق قوموں نے اس کا راستہ روکا تو اس نے ان کا صفایا کیا لیکن جب تہذیب یافتہ لوگوں سے واسطہ پڑا تو وہ اس کے گرویدہ ہو گے۔ وہ ذات پات اور اونچ نیچ کے بالکل خلاف ہے اس کے نزدیک کالے گورے /عربی عجمی اور مشرق ومغرب میں بسنے والے سب لوگ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

وہ امت ابراہیمیؑ کا مرد مومن ہے اس کا اخلاق اتنا بلند ہے کہ ملکہ خاتون کو جو ذات اور صفات میں بلند ہونے کے علاوہ حورشمائل ہے حقیقی بھین تصور کرتا ہے اور بدرہ خاتون کو بھی اسی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اگر وہ بددیانت یا خیانت کار ہوتا تو اپنے مقصد میں ہرگز کامیاب نہ ہوتا۔ بلکہ شہر زناں کی ملکہ "حسن بانو" کی چاکری اختیار کر لیتا اور وہیں شکستہ پا ہو کر رہ جاتا۔ اس کے علاوہ وہ خدا کا عبادت گزار بندہ ہے وہ اسی پر توکل رکھتا ہے اور اسی کا شکر گزار ہے۔

اس کی انسانی ہمدردی / جرات اور مردانگی / خداخوفی اور عبادت گزاری کی جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

ملکہ خاتوں نوں چھڈ نسن ہے نامردی خاصی
یا میں بھی مرجاساں ایتھے یا اس ہوگ خلاصی
ایہہ بھی آدم میں بھی آدم نالے دیر بلائیوس
رب سبب بنایا کائی تاں اس جائی آئیوس
دیوے نال لڑائی کریئے جس دیوے تس اللہ
ہمت اندر فرق نہ رکھیئے آپ کرے مت بھلا
مرداں دے کوئی پچھے پوندا اوکھے سوکھے دیلے
مرد ونگارے کدی نہ ہارے وانگر شیر مریلے
بک شاہزادی دوجا لڑکی تریجا ذات زنانی
چوتھا رو کے حال سنائیوس چھڈ نسن شیطانی
مشکل والے دے سر اتے مرد جدوں آ چکا
زاری سن کے یاری کرسی چھوڑ نہ جاسی سکا
دیوے کولوں مرساں ناہیں جے زندگانی میری
ملکہ خاتوں نوں چھڈ نساں کی جوانی میری

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

کوٹ وڈیرا چوٹ دیوے دی خوف کلیجہ کھائے
راہ نہ لبھے واہ نہ لگے بک پناہ خدائے
سیف ملوک بے چارا ہو کے کردا وضو طہارت
ابراہیم نبیؑ دے دینوں کردا اٹھ عبادت
امت خاص خلیل اللہ دی آہا اوہ شہزادہ
دو رکعاتاں نفل گزارے دل دا رکھ ارادہ

پھر سجدے سر دھر کے رناں رو رو کرے دعائیں
ربا توں ہیں حافظ ناصر اوکھی سوکھی جائیں

اسی طرح ہر اوکھت سوکھت میں وہ خدا کے حضور سجدہ ریز ہو کر دعائیں مانگتا ہے اور اپنی پوری ہمت سے کام سرانجام دیتا ہے۔ بحوالہ صفحہ ۱۶۵ ندی سے جادو کا صندوق نکالتے وقت بھی وہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے۔

کیتا وضو دوگانہ پڑھیا کردا پھیر دعائیں
مشکل حل کریں رب سائیاں ہوون رد بلائیں

بحوالہ صفحہ (۱۶۷) ملکہ خاتون کے ساتھ ٹلے پر بھی وہ عبادت گزار ہے۔ بحوالہ صفحہ (۳۰۴) سراندیپ کے شاہی باغ میں شاہ پری سے ملاقات کے بعد بھی اللہ تعالیٰ ہی کا شکر گزار ہے۔

کیتا وضو شہزادے اٹھ کے لگا پڑھن دوگانہ
آکھے بانگ نماز گزارے پھیر پڑھے شکرانہ
طاعت رب دی زور سرے دے خوب بجا لیاندی
جتھے ورد وظیفے کردا دھرتی پئی سہاندی

ایک اور جگہ بحوالہ ص (۳۶۰) شاہزادہ کنوئیں میں ہے جہاں کسی ظاہری وسیلہ کے ذریعے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی لیکن وہ یقین کامل کے ساتھ خدا کی عبادت میں مصروف ہے۔

اٹھے پہر عبادت اندر رہندا نت کھلوتا
عشق حقیقی ہویا مجازوں ہر میلوں دل دھوتا

بحوالہ صفحہ (۴۱۹) شاہپال بہادر اسے ہاشم شاہ کی قید سے نکلوا کر اپنے شاہی محل واقع در باغ ارم میں لے آتا ہے اور اگلے روز وہ اپنے امراء و وزراء اور خویش قبیلے سے رسمی طور پر شاہپری کے رشتے کے بارے میں مشورہ طلب کرتا ہے

جبکہ وہ بدیع الجمال کا ناتا شہزادے کو دینے کے لیے پہلے ہی آمادہ ہو چکا ہے اور صبح اس نے اپنے شاہی دربار میں اعلان کرنا ہے۔ اس موقع پر بھی شہزادہ خدا کی یاد سے غافل نہیں ہے۔ یعنی وہ اس خوشی میں بھی اسے بھولا نہیں ہے۔ سبحان اللہ! وہ کتنا بلند کردار اور عبادت گزار ہے۔

کیتا وضو شہزادے اٹھ کے آکھی بانگ فجر دی
پڑھی نماز عبادت کیتی اپنے زور قدر دی
ذکر وظیفے ورد کریندا بیٹھا مل مصلیٰ
شکر گزارے رب چتارے تیری ذات معلیٰ

اسی طرح کئی اور مقامات پر شاہزادے کو ہماری اسی دنیا کا خدا خوف، وفا سرشت اور عبادت گزار مرد دکھایا گیا ہے جس سے ہمارے دلوں میں اس کی والہانہ محبت پیدا ہو جاتی ہے اور اسکی تصویر ہمارے دل میں گھر کر لیتی ہے۔

شہزادہ اپنے لنگوٹے کا بہت سچا ہے۔ ملکہ شہر زناں "بی بی حسن بانو" کی زلفیں اسے اسیر نہیں کر سکتیں۔ اگرچہ وہ چندے آفتاب اور چندے مہتاب ہی سی لیکن شہزادہ پری کا ہے اور وہ جانتا ہے کہ۔ ع

وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے

چنوں روپ زیادہ دیہہ تے ویکھ چکور نہ پھردا
بھانبڑ بلدے ویکھ پتنگا دیوا چھوڑ نہ کردا
لیلاں نالوں گوریاں کڑیاں مجنوں نوں دس چکے
اس تے جان کرے قربانی ایہناں دل نہ تھکے
غیروں بند ہویاں ایہہ اکھیں تدھ بن ہور نہ تکن
دیوا چھوڑ پتنگ نہ جاندے جے سوچن چمکن

ادنیٰ روپ پتنگاں ڈٹھا اعلیٰ دل نہ جاندے
اعلیٰ لدھا جنہاں محمدؐ کذ ادنیٰ دل لاندے

اس مرد خدا کی وفا شعاری اپنے ایمان کی نگہداری اور اس کی صفت حیاداری کو ملکہ خاتون کے بیانات کے آئینے میں ملاحظہ فرمائیں۔

ملکہ کھول سنایا قصہ دفتر پھول غماں دا
رب سبب بنایا مینوں سیف ملوکے آندا
سکیاں بھائیاں والی نظرے رہیا میرے ول تکدا
ساہویں اکھ نہ کرے حیاؤں اچا بول نہ سکدا
جو کجھ خوبی اس نے کیتی ہور نہیں کوئی کردا
جے کوئی سکا میرا ہوسی رہسی اس دا بردا
ملکہ نال مروت اسدی پاکی غیر دلیلوں
نالے دے گواہی ملکہ مرد شریف اصیلوں
علم حیا پرہیز صفائی قوت صدق دلیری
سے مرداں تھیں وڈا داعیہ سے شیراں تھیں شیری
میں دو برس ہوئے سنگ اسدے وچہ اجاڑاں نیراں
رتی میل نہ ڈٹھی اس وچہ وانگر سکیاں ویراں
ایسا صدق محبت والا صاحب درد الم دا
عالی ہمت مرد وفائی گھٹ زمیں پر جمدا

◀ شاہ پری کے حضور میں شہزادے کی صفائی اس کی اپنی زبان میں ملاحظہ فرمائیں وفاداری اور سچے عشق کی قسم اٹھائی جا رہی ہے۔ دل گواہی دیتا ہے کہ وہ واقعی صادق القول ہے۔ بحوالہ ص ۲۹۶۔

تیرے ملنے باجھوں دوئی غرض مراد نہ آہی
چایا غم دا بھار سرے تے سٹ دنیاوی شاہی
اس گلے وچہ جے کر ہووے شک شبہ اک ذرہ
حیف مینوں ایہہ پگ مرداویں سر پر دھرن مقرہ
پاکاں مرداں دا جو قبضہ ہتھ میرے وچہ پھڑیا
نامردی وچہ گنتیں بی بی جس دن کوئی لڑیا
گا تر گل دا کمر لکے دی جو بدھے دل جانوں
مرداں اندر لکھن ہووے ہاسے تے نادانوں
جب جان جسے وچہ میرے ایہہ امیداں آساں
قدم تیرے پر صدقے کرساں پکا عشق کماساں

◀ شاہزادہ ان گنت خوبیوں کا مالک ہے اور ایک ایسا مہذب اور جاندار کردار ہے جس کی ساری سیرت بیان کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس کی آواز نہایت سریلی اور پرسوز ہے وہ غزلیں اور دوہڑے بھی الاپتا ہے۔ اگرچہ کلام میاں محمد بخش عارف کھڑیؒ کا ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود شاعر ہے اور نہ صرف اپنا بلکہ ہمارے دلوں کا بھی ترجمان ہے۔ وہ جب کوئی سخن الاپتا ہے تو سارے باغ پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

جس ویلے کوئی غزل رباعی دوہڑہ بیت الاوے
اڈ دے پنکھی ڈھین آسمانوں ہوش وجودوں جاوے

آج تو پنجابی غزل اردو کی طرح خوب ترقی کر چکی ہے اور اس کا معیار بہت بلند

Scanned with CamScanner

ہو چکا ہے لیکن آج سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے جبکہ غزل کا ابتدائی زمانہ تھا پھر بھی " سیف الملوک " میں میاں صاحب کی جو دس غزلیات ہیں معیار کے لحاظ سے بہت بلند ہیں۔

◄ آیئے میاں صاحب کا تھوڑا سا کلام شہزادہ حضور کی زبان سے سنتے ہیں۔ سراندیپ کا شاہی باغ ہے چاندنی رات ہے تاہم فانوس بھی جگمگا رہے ہیں۔ شاہ پری بھی ملکہ خاتون کے ساتھ سیر گلشن کو تشریف لے آئی ہے لیکن شہزادہ حضور کو ان کی آمد کی خبر نہیں ہے پھر بھی برمحل سخن الاپتے ہیں۔ عارف کھڑیؒ کی اس منظر کشی کا مرقع ملاحظہ فرمائیں۔ (۲۵۶ / ۲۵۷)

شاہ پری تے ملکہ خاتون باغ اندر سیلانی
حوراں نالوں سرس جوانی چلن چال گمانی
سیف ملوک شہزادے والا جس پاسے سی ڈیرا
اوہلے اوہلے اوس بغیچے آن کیتو نے پھیرا
نظر پیا شاہزادہ دوروں عجب جمال پری نوں
سودا کرسی جاں تک لیسی اول وست کھری نوں
نشہ کمال شاہزادے چڑھیا لال دسے رنگ رتا
لے قانون و جادن لگا جاں ہویا مدھ متا
من سوال میرا ہک بھارا اے خوش واؤ فجر دی
جے اوہ آپ نہیں منہ دسدا بو پچا دلبر دی

غزلیات :۔ (ص ۲۵۸ / ۲۵۹ / ۲۸۱)

غزل ا :۔

تختی دل دی اُتے لکھے صورت نقش سجن دے
دھوتے دور نہ ہوندے ہرگز ڈونگھے اکھر من دے
حسن جمال اوہدے دا دل تھیں مول خیال نہ جاندا
توڑے ظلم عذاب میرے تے آدن زمیں زمن دے
حرص سجن دی جان میری وچ ایسا ڈیرا لایا
جند جاسی پر حرص نہ جاسی پکے قول سخن دے
جے کوئی چاہے وانگ محمدؒ سرگردان نہ ہووے
سوہنیاں دی اشنائیوں چھپ کے بیٹھے نال امن دے

غزل ۲ :۔

جے محبوب پیارا اک دن وسے نال اساڈے
جاناں اج ہما پکھیروں بھاتا جال اساڈے
ناامید سجن دے در تھیں ناں ہوساں نہ مڑساں
کدے تے رحم لوے گا اسنوں ویکھ وبال اساڈے
کرن گدا سجن دے کوچے بادشاہی تھیں چنگا
جے اوہ پاوے آپ محمدؒ خیر روال اساڈے

غزل ۳ :۔

عشق محبت تیری اندر میں مشہور جہانی
راتیں جاگاں تے سر ساڑاں وانگ چراغ نورانی
بن روشن دیدار تیرے توں جگ ہنیرا مینوں
نال کمال محبت تیری ہو چکیوس نقصانی

Scanned with CamScanner

کالی رات ہجر دی اندر نہ کوئی سکھ سنیہا
ناں قاصد نہ کاغذ رقعہ نہ کوئی گل زبانی
صادق صبح مانند میرا بھی رہ گیا دم باقی
دیہہ دیدار محمدؒ تاں پھر دیئے جان آسانی

دوھڑہ جات :۔

اے سلطان حسن دی نگری راج سلامت تیرا
میں پردیسی ہاں فریادی عدل کریں کجھ میرا
تُدھ بن جان لباں پر آئی جھلیا درد بتیرا
دیہہ دیدار اج وقت محمدؒ جگ پر ہکو پھیرا

مان نہ کیجئے روپ گھنے دا وارث کون حسن دا
سدا نہ رہسن شاخاں ہریاں سدا نہ پھل چمن دا
سدا نہ بھور ہزاراں پھرسن سدا نہ وقت امن دا
مالی حکم نہ دے محمدؒ کیوں اج سیر کرن دا

سدا نہ رست بازاریں وکسی سدا نہ رونق شہراں
سدا نہ موج جوانی والی سدا نہ ندیئیں لہراں
سدا نہ تابش سورج والی جیونکر وقت دوپہراں
بے وفائی رسم محمدؒ سدا ایہو وچہ دہراں

سدا نہ لاٹ چراغاں والی سدا نہ سوز پتنگاں
سدا اڈاراں نال قطاراں رہسن کد کلنگاں
سدا نہیں ہتھ مہندی رتے سدا نہ چھنکن ونگاں
سدا نہ چھوپے پاء محمدؒ رل مل بہناں سنگاں

حسن مہمان نہیں گھربازی کی اسدا فرماناں
راتیں لتھا آن سٹھوئی فجری کوچ ٹکاناں
سنگ دے ساتھی لدی جاندے اساں بھی ساتھ لداناں
ہتھ نہ آوے فیر محمدؒ جاں ایہہ وقت وہاناں

مگر شکاری کرے تیاری بار چرینداں ہرناں
جو چڑھیا اس ڈھنیاں اوڑک جو جمیاں اس مرناں
کجھ وساہ نہ ساہ آئے دا مان کیہا پھر کرناں
جس جُثے نوں چھنڈ چھنڈ رکھیں خاک اندر ونج دھرناں

لوئی لوئی بھرلے کڑیئے جے تُدھ بھانڈا بھرناں
شام پئی بن شام محمدؒ گھر جاندی نے ڈرناں
سیف ملوکے شاہزادہ ایویں راگ وراگوں گاندا
اڈدے پنکھی ڈھین آسمانوں سن کے کوئی نہ جاندا

(سیف الملوک)

(شاہ پری اور ملکہ خاتوں)

سیر ہوئیاں سن گیت عشق دے شاہزادے دے مونہوں
شاہ پری گئی وِک سجن تے جسموں جانوں روحوں
(خلیل ثاقبؔ)

- شاہزادے کی طرح اس قصے کے باقی کردار بھی متحرک ، خوش اخلاق اور خداخوف ہیں۔ نیکی اور بدی کو پہچانتے ہیں اور ایک دوسرے کو پند و نصیحت بھی کرتے ہیں۔ مثلاً شاہ پری اپنے دیو آہو خاطف کو تاکید کرتی ہے کہ شاہزادہ حضور کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اگر تو نے انہیں بآرام ملکہ مہرافروزہ کے پاس پہنچا دیا تو اس کے بدلہ میں ہم تمہیں بہت بڑے انعام سے نوازیں گے یعنی تجھے تیری محبوبہ کے ساتھ بیاہ دیں گے تو وہ خوش ہو جاتا ہے اور شہزادے کو شارستان سنہری پہنچا دیتا ہے۔
- ملکہ مہر افروز بڑی انسان دوست اور دین دار ہے وہ بہادر لوگوں کی قدر دان ہے ظلم و تعدی اور ناانصافی کو پسند نہیں کرتی وہ غلط کار اور ظالم لوگوں کو ہر گز معاف نہیں کرتی۔ وہ اپنے بیٹے شہپال بہادر کو شاہی آداب سکھاتی ہے اور عدل و انصاف سے حکومت کرنے کا سبق دیتی ہے۔ تاکہ ملکی سرحدوں کی حفاظت ہو سکے اور اس کے ملک کے باشندوں اور پناہ لینے والوں کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکے۔ وہ ہاشم کو ظالم اور سیف الملوک کو مظلوم سمجھتی ہے جب تک کہ اس کا حکمران بیٹا شاہپال اسے آزاد نہ کروا لے۔ اس مقام پر وہ اپنے بیٹے کو جو نصیحت کرتی ہے خدا اس کا بھلا کرے وہ ہر دور کے حکمرانوں کے لیے ضروری ہے۔

بادشاہوں کو پند و نصیحت :-

بادشاہاں نوں پچھ ہووے گی مظلوماں دے حالوں
کسی رب وڈیایا تینوں دے عزت اقبالوں

توں ڈاہڈا ایہہ لِئےّ کیتے تیرا شان ودھایا
کیوں تدھ عدل انصاف نہ کیتا باطل حق رلایا
ظالم دا تدھ زور نہ بھنیا دس سزا قہر دی
لِئےّ دا اپرالا چھڈیوئی کر کے عجب نمردی
نفس کتے دیاں عیشاں اندر غافل رہیوں نیائیوں
مظلوماں دی خبر نہ لیّا ہلیوں نہ اس جائیوں
ایسے کارن سونپی تینوں چوکیداری جگ دی
چور خونامی مارن دھاڑے ہوڑیں نہ واہ لگدی
اجڑوں گرگ نہ موڑے راکھی بھلی ایالی سگدی
اوس مہموں ڈریوں بندیا کٹ مہم نرگ دی
راج تیرے وچہ دھاڑا ہویا ایڈا نرتھ نہ پچسی
جے تدھ ایہہ عدالت ڈوبی راج تیرا کد بچسی

قصہ میں یہ اشعار ملکہ مہر افروزہ نے اپنے بیٹے شاہپال کو کہے ہیں لیکن حضرت میاں صاحبؒ نے بالواسطہ اپنے دور کے ظالم حکمرانوں کو سنائے ہیں۔

- یہ قصہ نہ صرف کرداروں کے لحاظ سے ہماری زندگی کے قریب ہے بلکہ اس میں بری بحری اور فضائی / زمینی اور آسمانی مخلوق اور اس کی عبادت و خصائل کا ذکر بھی عمدگی سے موجود ہے مذہبی اور اخلاقی لحاظ سے بھی ہماری دینی کتابوں کے مطابق ہے۔ اس کا آسمان ہمارا اپنا آسمان اور اسکی زمین ہماری اپنی زمین ہے۔ معلومات عامہ کا تو یہ اپنی نوعیت کا بہترین انسائیکلوپیڈیا ہے۔ مثلاً :-

ہندوستاں ملک دی حد وچہ ہے اوہ ٹاپو لالا
کہن جزیرہ مالوہ اس نوں نکیاں مرچاں والا

آج کل " سیف الملوک " اتنا مشہور ہو چکا ہے کہ ہماری گھریلو گفتگو سے لے کر سٹیج تک اس کا بڑا عمل دخل ہے اگرچہ یہ خود میرپوری پہاڑی اور پوٹھوہاری (پنجابی) زبان میں ہے لیکن سمجھنے والے خواہ اردو دان ہوں یا انگریزی خوان سب اس کا لوہا مانتے ہیں۔ حکمت ، فلسفے اور دانائی کی باتوں کے علاوہ اسلامی عقائد مثلاً توحید و رسالت ، نبوت و ولایت اور فقر و تصوف میں یہ قصہ زبردست (Approach) کا حامل ہے۔ اگر ایک کسان کہتا ہے کہ :۔ ع

دو بدل گاں ازماون ہوندی پھگن ماہ بہاریں

تو منبر پر جلوہ افروز خطیب کہہ رہا ہے کہ :۔ ع

رستہ چھوڑ نبیؐ دا ٹریاں کوئی نہ منزل پکدا

گویا کسان اور خطیب دونوں ہی ہمارے یار سیف الملوک کے باجگزار ہیں۔ برصغیر پاک وہند کے اکثر علاقوں کے لوگوں کی انفرادی و اجتماعی ، مجلسی اور معاشرتی زندگی میں سیف الملوک کو اہم دخل ہے شادی بیاہ اور خوشی غمی میں اس کا کلام لوک گیتوں کے طور پر پڑھا جاتا ہے۔ گویا سیف الملوک ہماری زندگی کے خوشی غمی کے اوقات کا ایک حصہ بن گیا ہے۔ اب تو ملک کے طول و عرض میں باقاعدگی سے سیف الملوک کی مجلسیں اور سالانہ کانفرنسیں بھی منعقد ہوتی ہیں۔

سیف الملوک کا دامن ذخیرہ معلومات سے پر ہے۔

اس عنوان کے تحت ہم سیف الملوک کے حوالے سے سبزہ زاروں ، قدرتی نظاروں ، پھولوں پھلوں ، پرندوں جانوروں ، کھانوں دانوں ، ساجوں باجوں اور بادوباراں کے جھکڑوں طوفانوں کا ذکر کریں گے۔

دربار عالیہ پیرا شاہ غازیؒ (کھڑی شریف) کا منظر بحوالہ صفحہ ۷۱

ساوی جھنگی جوبن رنگی جلوہ حسن کمالوں
شاخاں مستان سر لٹکائے دم دم جھولن جالوں

طوطے ، میناں ، خمرے بولن کوئل مور ٹٹورے
دھن پیرا دھن پیراجس نے رزق اساڈے ٹورے
بلبل بھور گلاں دی باسوں پھر دے مست دیوانے
ہد ہد کرن سجود عبادتؒ سر پر تاج شہانے
ککڑ اٹھ صباحیں دیندے ٹھپ تیتم بانگاں
بوزے تے کلچپٹیاں سوزوں کر دے کوکاں چانگاں
اٹھویں روز ہووے نت میلا لوک زیارت آون
شاہ مرداں تے مست قلندرؒ بھیراں گج سناون

نوٹ:۔ (محکمہ اوقاف آزاد کشمیر سے گزارش ہے کہ میاں صاحبؒ کے ان اشعار پر توجہ فرمائی جائے اور بنظر غور جائزہ لیا جائے کہ کیا واقعی دربار شریف کی موجود حالت ایسی ہی ہے جیسی ان اشعار میں بیان ہوئی ہے۔ اگر نہیں تو نئی (Plantation) سے اس نقصان کی تلافی کی جائے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ سرکاری ملازمین کی فوج ظفر موج موجود ہوتے ہوئے بھی کئی سالوں سے دربار عالیہ پر خزاں کا دور چھایا ہوا ہے۔)

چین کے ایک سمندری ٹاپو کا منظر بحوالہ صفحہ (۹۱)

کھاناں کھا آرام کیتو نے ورتی پھیر صراحی
کرن لگے پھر سیر زمین دا ڈٹھی خوب نواحی
سبزیوں سبز پوشاک زمیں نوں وانگن نیکو بختاں
ہر ہر پاسے پانی نہراں لایا رنگ درختاں

میوہ دار پکی ہر ڈالی لٹک زمیں پر آئی
گل پھل رنگ برنگی پھلے رونق جوہ سہائی
کوئل مور چکور ہزاراں خوش آواز لٹورے
طوطے قمری کالے تیتر بولن وانگ کٹورے
لگھاں ٹور گمانی کڈھی چلن وانگن ہساں
ہیتے مرگ شکاری دوجے کتنے گن گن دساں

قلعہ اسفند باش میں قید پرندوں کے نام (ص ۱۳۵)

پنجریاں وچہ پنکھی ٹنگے بنگلے وچہ چوفیرے
پنجرے جڑت جڑا جواہروں آہے گھنے گھنیرے
بلبل، کھرسو، طوطے، میناں، قمری، لگھی بھائی
کونجاں، مور، لٹورے، کوئل انت نہ آہا کائی

بحوالہ صاعد کی کہانی اس کی زبانی (ص ۲۰۸) چند دریائی جانوروں کے نام

پھیر اوہ ٹلا پانی اتے ٹریا چار مہینے
اس سختی دیاں گلاں دساں سٹر بل اٹھن سینے
مچھ کچھوے تے بلہناں تندوے سپ سنسار جماعتاں
لدھر کمیں اتے جلہوڑے ہور ہزار آفاتاں
ہک دن کرنا رب داہویا ٹلا ٹاپو چڑھیا
مولیٰ صحیح سلامت مینوں خشکی اندر کھڑیا
ٹاپو ویکھ ہویا دل راضی وانگ جنت دے کوچے
سرو چنار انار کھجوراں ہور سفید آلوچے
فندق اتے عناب انجیراں داکھ انگوراں گچھے
جو من بھاوے سویو کھاییے نہ کوئی ٹھاکے پچھے

بحوالہ ۲۵۴ / ۲۵۵ سراندیپ کے باغ حضوری کا منظر ملاحظہ فرمائیں۔ ملکہ اور شاہپری بھی سیر کر رہی ہیں بڑے فراخ دل اوذ مہذب لوگ ہیں چھیڑ چھاڑ نہ کریں تو سیر سے منع نہیں کرتے۔ (لیکن سر کی آنکھوں سے یہ منظر نظر نہیں آئے گا یہاں دل کی آنکھیں درکار ہیں) شجر حجر پھل پھول اور چرند پرند ہر چیز شکر گزار ہے کہ شاہ پری باغ میں تشریف لائی ہے۔

ملکہ تے شاہ پری چمن وچہ پھر پھر لین ہوائیں
چوک عراق پھوہارے ویکھن چشمے حوض سرائیں
سبزہ وانگ پوشاک خضرؑ دی پاک ہویا جل نہا کے
پھل گلاب سکندر وانگر بیٹھے تخت سہاکے

نرگس مست محبت کیتا شاہ پری دیاں نیناں
عرض کرے سر کڈھ شگوفہ میں بھی درشن لیناں
ہتھ کھلار چنار کھلوتے زاہد یار کنارے
کرن دعائیں مولیٰ سائیں پری دکھا کر مارے
اچا ہو سفیدا نازک تکدا راہ پری دا
ہار سنگار نہ کنتر چوگا ڈالی ہری بھری دا
سیئو سوا دار کھلوتے ناکھاں مصری جیہاں
تارن نذراں رکھ چمن دے سجریاں تے بہیاں
تربوزے خربوزے مٹھے سردے ہرے بھرے سن
گلگل چوٹے کھٹے مٹھے نبو سنگترے سن
نرم انجیر سی کھیر بہشتی لذت دار الوچے
نغزک کھوڑ بدام چھوہارے لٹک رہے ہر کوچے
توت شہتوت بھرویہاں سوہیاں گوشے بگو بیلے
سیئو بیر چوفیر چمن دے میوے رنگ رنگیلے

ارہ ذکر کبوتر کر دے نیویں اچے ہو کے
کوئل نفل قرائیت پڑھدی قاضی یار کھلو کے
بن بن کے بن ککڑ دیون بانگے وانگر بانگاں
بجھ بجھ رلدے صفیں مموّلے سن سن کوکاں چانگاں
عید پڑھن جیوں ملاں آدن نیلا باناں طوطے
پڑھ تکبیراں ہو متوجہ کرن قیام کھلوتے

مناں حمد ثناء پکارے شکر گزارن گھگیاں
شاہ پری وچ باغے آئی اج مراداں پگیاں
ٹنڈاں بھر بھر پانی ڈوہلن وانگن دکھیاں نیناں
مٹر جاون جیوں ٹور بھراواں گھرول جاون بھیناں
باغ اندر جو پانی آہے نہراں کھوہ پھوہارے
ہر ہر بوند محمد بخشا ندیاں دا دم مارے

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

◄ علیٰ ھذا القیاس اس کتاب میں بے شمار ذخیرۂ معلومات ہے جو اس کے پانچ سو (۵۰۰) صفحات میں اشعار کی صورت میں منظوم ہے۔ اور اشعار کی تعداد (۹۲۴۸) ہے۔ جہاں خوشی اور گہما گہمی کی مجلس ہے وہاں موسیقی کی اقسام اور موسیقاروں کے نام گن لیں۔ شراب اور شراب کی اقسام بھی پڑھ لیں۔ جہاں لڑائی فساد کا ذکر ہے وہاں جنگی ہتھیاروں کی فہرست ہے شاہپال اور ہاشم کی جنگ میں بھی آپ نے کئی ہتھیاروں کے نام پڑھے ہیں۔ اصل کتاب سیف الملوک بحوالہ صفحہ ۳۹۸ کا مطالعہ کریں تو اس سلسلہ کی معلومات میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا۔ سنگساروں اور زنگیوں کے ساتھ جنگ کے منظر میں ڈانگوں سانگوں تیروں تلواروں اور نیزوں برچھیوں کا ذکر ہے۔ شاہزادہ اور صاعد جب قواعد جنگ کی تربیت سے فارغ ہوتے ہیں تو وہاں بھی چند ہتھیاروں کا ذکر ہوا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں بحوالہ ص (۵۵)

نیزہ مار اتار لیاون چوکیدار انبر دے
سیفاں نال کریندے ٹوٹے سیمرغاں دے پردے
برچھی تپک تے سیف تماچے خنجر چھرا کٹاری
نیزہ بازی تیر اندازی ختم کیتی اس ساری

قلعہ اسفند باش کی سیر میں جہاں کئی نادر چیزوں کا بیان ہے وہاں دسترخوان پر چنے ہوئے بے شمار کھانوں کا ذکر بھی ہے۔ بحوالہ صفحہ (۱۴۵) ملاحظہ فرمائیں۔

کھانے دانے چنگ چنگیرے چیز نعامت سچی
برفی خستہ اتے جلیبی پیڑے حلوا لچی
برفی دانے خوب مکھانے بادشہانے کھانے
ترینہ پیاسے جاندی پاسے ویکھ بتاسے دانے
ہمرے تمرسی والے ریوڑیاں نجورے
بڑے کرارے بھلے پکوڑے پاپڑ تے پنجورے
لڈو چاکے قرص گگی سی مٹھیائیاں ہر جنسی
تھوڑا کھاناں بہت سناناں کون نکماں گنسی
گوشت حلوے فلکے چاول ہور اچار مربے
دالیں ساگ بھنے تے تڑکے جو چاہے سو لبھے
گری بادام چھوہارے کھوپے ساوگیاں سن نغزاں
بھرے بازار انار منقے خستہ پستہ مغزاں
شیشی نال پروتی شیشی بھریاں عطر گلابوں
کئی طرح دے شربت مٹھے ناہیں کمی شرابوں
نرم لطیف گوارے تازے کوئی نہ دسدا بہیا
لگا پیا بازار شہزادہ دیکھ تعجب رہیا
کھانا بک نہ دسدا بہیا سبھو تازے تازے
بھرے رکاب کباب نروئے بہتے بے اندازے

موسیقی ہے۔ بحوالہ صفحہ ۲۵۴ / ۲۵۵ اس مقام پر سازوں کے نام اور ان کے اثرات بڑی مہارت سے بیان کئے گئے ہیں۔ صرف کوئی ایک دو کی بات نہیں ہے بلکہ تقریباً تیس راگوں اور سازوں کی فہرست بنتی ہے۔ آج کل تو کئی سازندے بھی ان کے نام اور انکی خصوصیات نہیں جانتے ۔شعر ملاحظہ فرمائیں۔

آپ شہزادہ گاون لگا نال زبانے مصری
مسکر ساز وجائیوس جسدم جانوراں سدھ وسری
جس ویلے مضحک وجاوے بول آواز دادی
دکھیاں دے دکھ جاون سارے ہسن کر خوشنودی
جستہ ساز جدوں پھر چھیڑے پاوے جان مویاں نوں
دے دے ہوش گھراں دل ٹورے سخت بیہوش ہویاں نوں

درباری بھوپالی گاوے نٹ کلیان لاہوری
للتہ دیگر وقت الاپے لوہڑے پیشی گوری
جنگلاتے ہڈ ہنس الاپے بروا ہور ملہاراں
کالے گھاٹ نیناں تھیں وسن ہنجوں مینہ بہاراں
گل رخ شاہپری دے شوقوں لیندا تان ہزاراں
غم دے نغمے بچ محمدؐ دین گواہی تاراں

◄ سکندر اعظم مقدونیہ کے حاکم فیلقوس کا بیٹا تھا اسکے گھوڑے کی تعریف یقیناً آپ حضرات نے تاریخ میں پڑھی ہو گی لیکن سیف الملوک کو متعدد بار پڑھنے کے باوجود آپ نے کبھی (۱) یاجوجہ فیروز شاہ (۲) ملکہ شہر زناں بی بی حسن بانو اور (۳) شاہپال بہادر کے گھوڑوں کی شان پر توجہ نہ فرمائی ہوگی۔

ان تینوں کے گھوڑوں کا ذکر بحوالہ ص ۱۰۷ / ص ۱۲۴ اور / ص ۴۱۴ ملاحظہ فرمائیں۔

فیروز شاہ کا گھوڑا :- (ص ۱۰۷)

گھوڑا بیٹھ اوہدے دا آہا کاٹھی نال سنہری
موتی لعل لگام جڑاؤ کلے نعل روپہری
اوہ بھی سیف ملوکے کارن کر تیار منگایا
اس تے ہو اسوار شہزادے ! فیروزے فرمایا
پر اس تے ہو بھویں چوپیتا نہ ہتھ پیر بلائیں
نہ کجھ تندی کر کے بولیں نہ چابک دکھلائیں
مت چھیڑیں تاں اوکھا ہوسیں رکھیں خوب سنبھالا
اڈ کھڑے مت جوہے کدھرے / ایہہ تھاں خطرے والا

حسن بانو کے گھوڑے :- (ص ۱۲۴)

بی بی ترُت منگائے گھوڑے خاص سواری والے
چوکڑیاں تھیں رجن ناہیں وانگوں ہرن غزالے
پوئیے وچہ نہ پہنچن دیندے واؤ پرے دی تائیں
پیراں نال نہ لگن دیندے دھوڑ کھرے دی تاہیں

شاہپال بہادر کا گھوڑا :- (ص ۴۱۴)

گھوڑا خاص منگایا شاہے سونے موتی جڑیا
سیف ملوکے اگے رکھیا شہزادہ پھر چڑھیا

کاٹھی تے خلگیر سنہری لعلاں نال جڑائے
زر تاراں لمکاراں سچیاں زریں لگام چڑھائے

◀ موسیقی اور ڈھول ڈھمکے کا ذکر کئی مقامات پر آیا ہے مثلاً ص ۳۹۰ / ص / ۴۱۲ اور / ص ۴۴۹ ،۴۵۰ وغیرہ۔ لیکن ذیل میں قلزم سے آتے ہوئے اور شادی کے موقع پر گانے بجانے کی رونق ملاحظہ فرمائیں۔

دھونسے دھونس آوازوں چاٹری ڈھول نقارہ کھڑیا
عاصم شاہ محمد بخشا پت دیاہون ٹریا
شتراں اپر شتری دجی ہاتھی اوپر بھیراں
ناداں نادعلیا پڑھیا گجے وانگن شیراں
طرماں طریاں کوک اٹھائی کٹ طنبوراں پائی
بینسریاں الغوزے بولے تان لئی شرنائی
نیزہ بازی تیر اندازی پائی کھیڈ سواراں
چمکن توڑے چھیڑن گھوڑے سر پر دھر تلواراں
سُماں دے کڑکارے گڈھن ترکی کاوڑ چائے
گھوڑے دوڑ سوار کراندے ضرب زمیں نوں جائے
نیزہ بازی کرن بہادر پٹ پٹ سٹن کلے
تیر انداز نشانے مارن چاٹر کماناں چلے
آتشبازی بے اندازی لائی لوء جہانے
زور جنجے دا ہور کی آکھاں شور تیکر آسمانے

نوٹ :- چوپٹ / شطرنج اور گنجفے کی مہروں اور چالوں کا ذکر صفحہ ۱۹۵ پر ملاحظہ ہور اور کنجر کلونت) میراثیوں / اس زمانے کے رسل ورسائل / رتھوں گڈوں

پالکیوں گھوڑا گاڑیوں اور کشتی کھول پھیڑ اور بھنگڑے وغیرہ کے شغل ملاحظہ فرمانے کے لیے صفحہ ۱۹۲ / ۱۹۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

گھوڑوں کی اقسام:۔ بحوالہ جہیز شاہپری ص (۴۶۳)[۴]

جو جو داج پری نوں دتا باپ اوہدے شاہپالے
سیف الملوکے دے وچہ لکھیا گن گن کون دسالے

(ثاقب)

جوڑے جامے گھوڑے ہاتھی استر اونٹھ قطاراں
تازی ترکی نر عراقی کوتل پھڑے ہزاراں
نقرے گگے کلے چینے مشکی بوزے نیلے
پنج کلیان اتے شاہ کھنڈے ابلق رنگ رنگیلے

شہزادے کا شیر سے مقابلہ:۔ بحوالہ ص = (۴۱۴)

قلزم سے شارستان سنہری لوٹتے ہوئے جنگل کے بادشاہ ببر شیر نے شاہپال کی فوج کا راستہ روک لیا۔ وہ تو ناری تھے اڑ کر اونچے ہو گئے شہزادہ خاکی آدم زادہ تھا نیچے رہ گیا۔ اب صرف ببر شیر اور شاہزدے کے درمیان مقابلہ ہے جو صرف میاں صاحبؒ نے دیکھا اور بیان فرمایا[۴]

دیو عفریت ہوئے اڈ اچے اوہ آہے سبھ ناری
سیف ملوک آہا وچہ خاکی آئی اس دی واری
شیر ببر خم مار زور آور شاہزادے پر آیا
بدل وانگر گج کڑک کے دنب سرے تے چایا

وڈے وڈے عفریت بہادر کھلے تماشہ تکدے
پر شیراں دی ہیبت ڈاہڈی نیڑے آنہ سکدے
ورج رہیا شاہپال بہادر سیف ملوکے تائیں
نال ببر دے نہ لڑ بیٹا ایہہ نی سخت بلائیں
سیف ملوک دلیر کھلوتا شاہپالے نوں کہندا
ثانی باراں تھیں کھ موڑاں شرم میرا کد رہندا
توڑے ہاں میں لسا ماڑا تسیں نہیں کجھ جھکو
شیر میرے تک آون دیہو پھیر تماشہ تکو
گاجر وانگ کراں گا ٹکڑے جے چاہیا رب میرے
تسی تیغ پیوے گی لہو الاں کھاسن بیرے
ایہہ جنگل دا شیر مریلا آدم کھاون ہارا
میں بھی شیر جوان مصر دا شیراں اپر بھارا
نال چلاکی مار پلاکی کر کے حملہ ہلا
آن پیا شہزادے اپر ڈھیوئس کھلا اکلا
شیراں باجھ نہ جھلیا جاندا شیراں سندا اگا
ثانی ہار برابر ہوئے گھول پڑے وچہ لگا
جوش خروش کریندا آیا پنجے چاچا مارے
سیف ملوکے ترت میانوں دکھ کیتیا تلوارے
نعرہ مار لگایا کاری پھٹ ایسا تلواروں
متھے تھیں لے دنبے توڑیں دل سٹا وچکاروں

شیر مریلا آدم کھایا لشکر جس ڈرایا
یکے ہتھوں سیف ملوکے خاکو نال رلایا

طوفانی مناظر :۔

اس میں تو کچھ شک نہیں ہے کہ حضرت میاں صاحبؒ برصغیر ہندوپاک کے بہت سے اولیائے کرامؒ کے مقدس مزارات پر وقتاً فوقتاً حاضر ہوتے رہتے تھے اور کشمیر جنت نظیر کی سیر بھی جی بھر کر کی ہوئی تھی لیکن یہ بات یقینی طور پر نہیں کہی جا سکتی کہ آپ نے سمندری مناظر دیکھے ہوئے تھے سوائے دریائے جہلم کی طغیانی کے لیکن آپؒ نے سمندرُ طوفانوں کا جو نقشہ پیش کیا ہے وہ عینی مشاہدہ معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے یہ منظر نگاری بھی آپکے فن کی کرامت ہے۔

ملاحظہ فرمائیں بحوالہ ص (۹۶ تا ۹۸)

پیڑے واوَ گھوڑے چاڑے جاندے وچہ سراڑے
چھ مہینے گئے چلائی کھلے نہ اک دہاڑے

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

یک دن کرنا رب دا ہویا اٹھی سخت ہنیری
دھند غبار سنسار چھپایا لگی جھڑی گھنیری
کڑکے بدلی دھڑ کے پھرناں بجلی دے چمکارے
دور جہازاں کھڑ کھڑ مارے جھکھڑ دیئے ہو لارے
بدل قہر نزول مچایا لہر سمندر آئی
ماگرمچھ سنسار بلائیں دھڑ دے دیہن دوہائی

صاف کیتے کوہ قاف ہنیری برفاں وانگر جھڑدے
چڑہدے دے کھڑ لہندے مارے لہندے دے کھڑ چڑھدے
فوجاں وانگن نویاں ہاٹھاں آدن کر کر ہلے
زوروں زور سوایا بدل جھکھڑ گھڑی نہ ٹھلے
اچن چیت اک ٹھاٹھ ہڑے دی آئی بہت وڈیری
پانی نال اسماناں دے بھجی ویکھ دلیری
اک اک موج اجیہی آوے کی لہناں طوفاناں
بیٹھوں مار الارے بیڑے کھے دی نال اسماناں
اوتھوں پھیر ہٹھاں سٹے جان زمیں دے تھلے
شونک وجی کرنا آخر دی خلق آئی تھرتھلے
یک دوجے سنگ وج وج بیڑے بھج ہوئے کئی ٹوٹے
کجھ ڈوبے کجھ تختے ہوئے کجھ وڈے کجھ چھوٹے
پھیراں گھمن گھیراں اندر غرق ہوئے کئی بیڑے
مچھ سنساراں آدم نگلے جیوں آٹے دے۔ پیڑے
غرق ہوئی دو ویہاں کشتی لشکر نے خزانے
دس سے مرد سپاہی رہڑیا زور آور مردانے
رب بیڑا شہزادے والا رکھیا صیح سلامت
روز اٹھاراں رہڑدا رہیا اندر کانگ قیامت

یہ منظر بحوالہ ص (۱۶۷ / ۱۶۸) ملاحظہ فرمائیں ۔ قلعہ اسفند باش کے دیو بہرام شاہ کی ہلاکت اور ملکہ خاتون کی رہائی کے بعد شہزادہ اور ملکہ دونوں منہ بولے بہن بھائی (سفید کبوتروں کے حسین اور اصیل جوڑے کی طرح) لکڑیوں کے ایک ہی

ٹلے پر سوار ہو کر شب و روز ہمسفر ہیں اور ٹلا طوفان کی زد میں ہے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس خوبصورت ترین جوڑے کو امن وسلامتی سے ساحل مراد تک پہنچا دے۔

اٹھے پہر ندی وچ جاندا ٹلا نال شتابی
سیف ملوک عبادت اندر ذکر ثناء وہابی
لہراں اندر آیا ٹلا ول ولُ دھکے کھاندا
کدے پتال اندر لہہ جائے کدے گگن چڑھ جاندا
رات ہنیری ندی چوفیری نظر نہ پون کنارے
جانی توں ہتھ دھوتے بیٹھے ایہہ مارے کہ مارے
سرگردان ندی وچ رہڑدے نہ کجھ پتہ نشانی
کدھروں آئے کدھر جاناں کدھر خلق تمامی
عشقے دی ایہہ رسم قدیمی جلیاں نوں نت جالے
اگلے زخم نہ مولن دیندا ہور اتوں نت ڈالے
ٹلے اتے رہڑدے آہے ملکہ تے شہزادہ
ہک دن کرنا رب دا ہویا مشکل بنی زیادہ
ظالم واؤ مخالف جھلی جھکھڑ چلے دیندا
بدل پاء غباری آیا مارو مار کریندا
نہ کوئی کنڈھی نظری آوے نہ کوئی ٹاپو بیلا
کانگ طوفان غضب دا چڑھیا قہر قیامت ویلا

تارے چھوئے ٹھاٹھ ندی دی انبر تیک اچھلے
نیناں ہنجوں مینہ وسائے مارے موت اولے
(سیف الملوک)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

کانگ غضبدی تھمی اوڑک جالگے تاں دندے
جے اوہ آپ نہ راکھا ہوندا پھس گئے سن مندے
بہت لمبیرا ذکر بھراؤ! مکدا نہیں بیانوں
ایہہ چند سخن ولیؒ دے سمجھو ونگی اوس زبانوں
(خلیل ثاقب)

باب 15 : عارف کھڑیؒ کے کلام میں ادبی خوبیاں

(صنعت الفاظ / ذو معنی لفظوں کی تکرار اور صوتی جھنکار / تشبیہات واستعارات ضرب الامثال اور محاورات وغیرہ)

◀ آپ کا کلام ادبی خوبیوں سے مالا مال ہے اگر ہم اوصاف کا احاطہ کرنا چاہیں تو نہ صرف مشکل ہے بلکہ محال ہے۔ گو یہاں اتنی گنجائش تو نہیں ہے کہ تفصیلاً جائزہ لیا جائے تاہم مختصراً تحریر ہے کہ :-

آپ کا کلام جہاں سلاست، روانی اور تاثیر کا حامل ہے وہاں فصاحت وبلاغت کے اعلیٰ معیار پر بھی پورا اترتا ہے۔ آپ کے نزدیک شاعری محض تک بندی اور قافیہ وردیف کا نام نہیں بلکہ ایک فن ہے اور فن بھی ایسا کہ نہ تو سارے کا سارا اکتسابی ہے اور نہ سارے کا سارا وہبی۔ شاعری عطائے الٰہیٰ بھی ہے اور محنت شاقہ کی محتاج بھی۔ آپ نے اسے اتنا سنوارا اور نکھارا ہے کہ کمال تک پہنچا دیا ہے۔ اگرچہ آپ کی اور بھی تصانیف ہیں لیکن سردست سیف الملوک ہی کو لیجیئے جس میں آپ نے فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیئے ہیں۔

کلام کا فصیح وبلیغ ہونا کوئی معمولی شئے نہیں ہے یہ خوبی اس وقت تک پیدا نہیں ہوتی جب تک کہ شاعر یا مصنف زبان و ادب کا ماہر اور قادر الکلام نہ ہو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ میاں صاحبؒ کے کلام میں مشاہدہ مہارت اور قادر الکلامی معراج پر ہے۔ ذخیرہ الفاظ گنج گراں مایہ کی صورت میں موجود ہے۔ صنائع بدائع / اقسام صنعت و تجنیس / رمز وکنایہ / تلمیحات و ترکیبات اور محاورات وضرب الامثال پر آپ کو پورا کنٹرول حاصل ہے جسے چاہیں تصرف میں لائیں۔ ایک ہی لفظ کو کئی کئی معنوں میں پروتے چلے جاتے ہیں صوری اور معنوی ہر دو لحاظ سے الفاظ کو مصرعوں میں پرونا آپ کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ ردیف قافیہ اور

صنعت کی تھوڑی سی تشریح " آئینہ سلوک مطالب سیف الملوک " کے صفحہ ۱۵۴ / ۱۵۵ پر بھی ملاحظہ فرمائیں۔ ذیل میں کچھ نمونہ جات پیش کیے گئے ہیں انہیں غور سے پڑھیں اور شاعر کو لفظی صنعت گری اور قادر الکلامی کی داد دیں۔

صنعت الفاظ :-

جاندا جاندا روح بدن وچہ رہیا پھیر اٹک کے
ہوش عقل دانائی ڈوبی پکے پھیر اٹک کے
نال خیال جمال سجن دے عشق کمال ہویا سی
لال گلال نہال حسن دا حال بے حال ہویا سی
تاجوں راجوں کموں کاجوں آن ہوئی دلگیری
پٹ دو شالے بھاون ناہیں بھاوے ویس فقیری
جیوں باراں دین نہ باراں وانگن مینہ بہاراں
اوے کوے جل نہایا بیٹا نال پیاراں

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

پر بک لیکھے آدم ڈاہڈا پتہ تساں نوں دیواں
ظاہر باطن پاکی ہووے پیش نہیں پھر دیواں

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

دلول دل پیے دل والاں دل دل دلی ولاون
آب حیات مونہوں گھت ظلمت ذولقرنینؑ بھلاون

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

لچ لچ کردا منکا وچدا لک مہین بیانوں
پیر اٹھاوے تاں دل کھاوے اٹھدی ڈرے زیانوں

چاندی پیر تکے جد چاندی جاندی جان بچاندی
قدمیں ڈھیندی عرضاں کہندی سجدیوں سییں نہ چاندی
حسن جوانی مدھ مستانی چہرے عشق نورانی
عمر اوائل ہوندا گھایل جو دیکھے اس جانی
اس دیواں نوں مار گرایا دیواں میں گواہی
سے دیواں ہر بھارا راکش کٹھا ایس سپاہی
کیتا جنگ نسنگ دوہاں نے مارے چنگ پکھیروں
سپ کل مار انگیار موہیں تھیں مارے ہو چوفیروں
پنکھی چھڑیاں مارے چھڑیاں اس بھی جوہیں چھڑیاں
چنج چلائے منج چوائے پنج پنج جائے پڑیاں
لگی لڑائی ناگ اڑائی ہووے چڑھائی دم دم
جھلن پھٹاں کر دے چھٹاں مارن سٹاں جم جم

تفہیم اشعار :-

۱۔ روح بدن سے نکل چلی تھی لیکن جاتے جاتے پھر اٹک کے رہ گئی مگر ہوش، عقل اور دانائی تو دریائے اٹک کے پھیر میں ڈوب گئی۔

۲۔ محبوب کے جمال کے خیال کے ساتھ بھی اتنا کمال درجے کا عشق ہو گیا ہے کہ وہ باغ حسن کا نونہال سرخ لعل یعنی چمک دمک اور تروتازگی کا مالک شہزادہ اپنے حال سے بے حال ہو گیا۔

۳۔ تاج راج اور کام کاج سے اس کا دل بیزار ہو گیا پٹ دوشالے (ریشمی اور قیمتی پارچات وملبوسات) سے اسے نفرت ہو گئی اور فقط فقیری

لباس پسند آنے لگا۔

۴۔ شاہزادے کا اپنی ماں سے بچھڑنے کا منظر ہے۔ ماں نے شاہزادے کو گلے لگایا اور زار وقطار رونے لگی۔ " موسم بہار کی برسات کی مانند آنسوؤں کی بارش نے اسے بات کرنے بھی باری نہ دی یا ماں اتنی روئی کہ اس نے بیٹے کو پیار دے دے کر آنسوؤں کے اسی گرم پانی سے نہلا دیا۔

۵۔ بہرام دیو نے ملکہ خاتوں سے کہا کہ " سنو! یہ بات تمہیں بتا دوں کہ ایک لحاظ سے بنی آدم (ہم پر) غالب ہے۔ اگر اس کا ظاہر وباطن پاک ہو تو دیوؤں کی اس سے کوئی پیش نہیں جاتی۔

۶۔ شاہپری کے بل دار بالوں کی تعریف ہو رہی ہے کہ اس جوبن کی متوالی اور شکل وصورت کی نرالی شاہپری کے بل دار بالوں میں زنجیر کی طرح پیچ در پیچ اتنے حسین اور دلکش پیچ تھے کہ ولیوںؒ کو بھی گھیر گھار کر ورغلا لیتے تھے یعنی اس کا حسن زہد شکن تھا۔ اس گوری کے منہ مبارک کا غار گویا چشمہ آب حیات تھا جس پر کالی کالی زلفوں کی گھٹا ظلمات کا سماں پیدا کر دیتی تاکہ وہ چشمہ ذوالقرنینؑ کی آنکھوں سے او جھل رہے اور ظلمات کا دھوکہ کھا کر پلٹ جائے تاکہ خضرؑ کی امانت برقرار رہے یعنی پری صرف سیف الملوک کی امانت تھی۔ مفہوم فقط یہ ہے کہ پری کے خوبصورت بال چھلے دار اور گوہڑے سیاہ رنگ کے تھے جو گورے رنگ پر نور علی نور تھے۔ اقبالؒ نے انہی بالوں کے لیے شاہپری سے استدعا کی تھی کہ "

گیسوئے تابدار کو اور بھی تابدار کر
ہوش و خرد شکار کر قلب و نظر شکار کر

۷۔ شاہپری کی ریڑھ کی ہڈی کا وچلا منکا (درمیانی مہرہ) لچ لچ کرتا تھا۔ (نہایت نازل اور لچکدار تھا) اور کمر مبارک (مٹھی میں آنا تو درکنار) حد بیان سے بھی باریک تھی۔ وہ نازک اندام خراماں ناز جب قدم اٹھاتی تو نزاکت سے

بل کھاتی ۔ اگر کسی نشست سے اٹھتی تو اپنی نزاکت اور مخمور جوانی کی وجہ سے اس نقصان سے ڈرتی کہ اہل عشاق ہلاک نہ ہو جائیں۔

شاعر کے تخیل نے جھانجر کو جو اصلاً چاندی کی ہے آنکھیں دے دی ہیں۔ شاہ پری جب باری باری قدمین شریفین اٹھاتی تو ایڑیوں سے نیچے جھکی ہوئی چاندی کی پازیب کی نظر تلووں پر پڑتی اور وہ شاہپری کے خوبصورت گورے گورے تلووں کی چاندنی سے نہ صرف شرمندہ ہو جاتی ہے بلکہ عجز و نیاز سے قدموں میں ڈھ ڈھ کر سجدے پہ سجدہ کرتی کہ مجھے اپنی غلامی ہی میں رہنے دو۔

۹۔ شاہزادے کے شباب کی صفت بیان ہو رہی ہے اس کے خوبصورت حسن اور جوانی اس کے شباب کی مستی اور اس کی اوائل عمر میں چہرے پر عشق کے نور کے کیا کہنے! اس دلبر کو جو بھی دیکھتا فوراً گھایل ہو جاتا۔

۱۰۔ ملکہ خاتون شہزادے کی شجاعت کی تعریف کرتی ہے " میں گواہی دیتی ہوں شاہزادہ اتنا بہادر ہے کہ اس نے بڑے بڑے دیوؤں کو مار گرایا ہے۔ کیونکہ اس مرد میدان سپاہی نے میری آنکھوں کے سامنے بہرام شاہ جیسے طاقتور راکش کو ہلاک کیا ہے جو سینکڑوں دیووں پر غالب تھا۔

۱۱۔ اژدھا اور کوہ پیکر کے مابین جنگ کا نقشہ پیش کرتے ہیں اصل شعر میں الفاظ کی تکرار اور جھنکار ملاحظہ ہو۔ " دونوں نے خوب جنگ نسنگ کیا پکھیرو چونچیں مارتا تھا جبکہ سانپ جو کل مار نسل کا تھا منہ سے آگ کے شعلے برساتا اور چاروں طرف سے گھیر گھیر کر حملے کرتا "

۱۲۔ پنکھی نے بھی آخر جنگل جو ہیں گاہی ہوئی تھیں وہ اپنے پنجوں کی چھریاں چھریوں کی طرح مارتا اور بڑے غضب سے چونچیں مار مار مغز نکال دیتا۔ ہٹ ہٹ کر حملہ کرتا اور ہر حملے میں پینچے کی طرح ناگ کے جسم کو پینچ کر رکھ دیتا۔

۱۳۔ یہ عجب لڑائی ہے ناگ پھنکارتا ہے اور بار بار چڑھائی کرتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے پر جھپٹ مارتے اور پھٹ جھیلتے ہیں اور جم جم کر سٹیں

مارتے ہیں۔

◄ بعض اوقات کسی ایک سادہ سے لفظ کے ساتھ وہ لذت پیدا کر دیتے ہیں کہ شعر کا چٹخارا مدت تک تازہ رہتا ہے۔ شاہزادہ در شاہپری سرانديپ کے حضوری باغ میں رات بھر اکٹھے رہے ہیں۔

صبح ہونے والی ہے اکیلے پری اپنے خیمے میں جانے لگی ہے اور دونوں میں ہجر و فراق حائل ہونے لگا ہے۔ قریب تھا کہ وہ دونوں فرقت کے عذاب کی تلخی کو یاد کر کے پھوٹ مریں لیکن بہت جلد پھر ملنے کی توقع نے انہیں برقرار رکھا اور اس طرح صبر کا لفافہ چاک نہ ہوا۔ اس موقع پر بچھڑنے کی تصویر کشی ملاحظہ فرمائیں۔

جھبدے جھبدے پھیر ملن دی آس دوہاں دل آہی
تاں کجھ رہیا لفافہ اُتھے صبر نہ ہویا راہی

اس مقام پر " لفافہ " کا لفظ بمعنی " پردہ " کمال خوبی سے استعمال کیا گیا ہے اگر " لفافہ " کی جگہ " پردہ " کا لفظ لگایا جاتا تو یہ لطف و سرور پیدا نہ ہوتا اور اصل تصویر دھندلی رہ جاتی ۔

پری بادل نخواستہ شاہزادے سے بچھڑ کر باغ سے اپنے خیمے میں آ جاتی ہے اور چادر تان کر بستر پر لیٹ جاتی ہے پھر اندر ہی اندر رو رو کر خستہ حال ہوتی ہے اس موقع پر دو شعر ملاحظہ فرمائیں۔

منہ پر پلا محرم اللہ اندر درد اولا
ایہہ تن نال سجن دے آہا ہن کیوں پیا اکلا
قہر قلوب نزول اندر وچہ سول ڈنڈول وچھوڑا
نویں جوانی ہڑدا پانی زور نہ کردا تھوڑا

غور فرمائیے کہ لفظوں کی پروقار صوتی جھنکار میں کتنی بہار ہے روح شاعر کو

خراج عقیدت پیش کیجئے اور کھل کر داد دیجئے۔

اگر تشبیہات استعارات اور تلمیحات کو بھی الگ الگ عنوانات کے تحت پیش کیا جائے تو کم از کم ایک مستقل کتاب بنتی ہے اور میری اس کتاب میں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا صرف چیدہ چیدہ اشعار پیش کرنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

شہزادوں کی پرورش کے باغ کی منظر کشی میں باغ اور تشبیہات کی رونق ملاحظہ فرمائیں:۔

چیکن کھوہ سراں کر بولن وانگن چھتری راگے
پر اک دیپک گان نہ ڈردے شالا اگ نہ لاگے
شوقوں طوق پیاء گل قمری کوکو کر کے بولے
کوئل تان لائی ہو اچی کر دے ناچ ممولے
بلبل طوطے سولے گادن حال پئے حیواناں
کھوہ دا کتا چٹکی مارے بیل پھرے دیواناں
ٹنڈاں ہنجوں بھر بھر ڈوہلن جان اندر کر خالی
سدا نہیں اس رونق رہنا سدا نہیں خوشحالی

گلماں پاڑ شاہی دا دعویٰ دتا چھوڑ گلاباں
سرنیواں کر خدمت اندر بیٹھے وانگ نواباں
سبزے فرش بچھایا سوہنا صاف زمرد نالوں
دور کھلارے چھتر چھوہارے نسریں تانے سالوں

حسن نسوانی کی مشابہت:۔

سنبل وال زنجیری بدھے چہرہ پھل گلابی
نرگس مست انبے دی پھاڑی اکھیں مرگ شرابی
لالی ویکھ پیشانی والی داغ لگے گل لالے
دند چٹے سن چنبے کلیاں موتی کھرے اجالے
پتلا چم سفید شکم دا جیویں کاغذ کشمیروں
ریشم قسم اچی دا یاسی لچھا سوت حریروں

دنیا باغ انبر کھوہ وہندا دینہہ چن وانگن بیلاں
مالی مرد اتے رب مالک بھور عاشق وچہ سیلاں

تلمیحات:۔

تلمیح کے معنی ہیں ا۔ سرسری نگاہ ڈالنا۔ ۲۔ کلام میں کسی قصے کی طرف اشارہ کرنا۔ ۳۔ تلمیح کی جمع تلمیحات ہے۔

میاں صاحبؒ کی تمام کتابوں میں تلمیحات کا استعمال موجود ہے۔ بالخصوص " سیف الملوک" تو تلمیحات کا بہت بڑا خزانہ ہے۔ اس میں متعدد گزشتہ عاشقوں / بادشاہوں / پہلوانوں اور ان کے ساتھ منسوب قصے کہانیوں کے اشارے اور حوالے دیئے گئے ہیں۔

مانی تے ارژنگ سیانے جے ویکھن ہک والے
کاریگیاں والے بھلن سارے ہوش سنبھالے

Scanned with CamScanner

جے لقمان حکیم سیاناں یا ویکھے افلاطوں
بھلن سب حساب عقل دے ہون شتابی مجنوں
حملے دیکھ شاہزادے والے بہمن بہ من مارے
رستم رسم غلامی پھڑکے آن سلام پکارے

۹۔ جب شہزادے کو حورائیلؑ فرشتے نے ہولناک گرم صحرا میں پردۂ غیب سے آ کر میٹھے پانی کا ساغر پیش کیا اور اسم اعظم عنایت فرمایا تو شہزادے کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اس مقام پر شاعر اس کی خوشی کو چند تلمیحات کے ذریعے بیان کرتا ہے جس سے اس منظر میں روح پرور سماں پیدا ہو جاتا ہے۔

اٹھ شتابی نال خوشی دے پی ایہہ شربت مِٹھا
تھوڑے دن ہن مہلت رہندی کھلی تیرا چٹھا
سیف ملوک اوہدی گل سن کے پل وچ دوناں ہویا
گل نہ سی کوئی آب حیاتی مویا اٹھ کھلویا
شہر سبائیوں پاس سلیمانؑ پہنچا ہدہد مٹھا
یا یوسفؑ پیراہن گھلیا یعقوبؑ نے ڈٹھا
یا سسی نوں ملے سٹھوئی پہلے کیچ نگر دے
یا وکیل زلیخا ڈٹھے خاص عزیز مصر دے
یا ہیرے دا بہمن آیا رانجھے دے وچ خانے
یا مجنوں ول زید لیایا لیلیٰ دے پروانے

اسی طرح کئی اور مقامات پر بھی شاعر موصوف نے تلمیحات کے استعمال سے ایک تو اپنے کلام کو مؤثر اور بلیغ بنایا ہے اور دوسرا یہ کہ قارئین کے مبلغ علم میں متعدد بہ معلومات کا اضافہ بہم پہنچایا ہے۔

باب 16 محاورات اور ضرب الامثال

(PROVERBS)

(وڈیاں دے خان)

انگریزی میں مقولہ یا ضرب المثل کی تعریف یوں ہے کہ

A Proverb is a short sentence expressing a supposed truth

ترجمہ :۔ "مقولہ یا کہاوت ایک ایسا چھوٹا سا جملہ ہوتا ہے جو (صدیوں کے) تجرباتی سچ پر مشتمل مفروضہ ہوتا ہے"۔ ۔ ۔ جبکہ محاورات محاورہ کی جمع ہے اور محاورہ ایسا کلام ہے جسے اہل زبان نے کسی خاص مفہوم کے لئے مخصوص کر لیا ہو جیسے غم کھانا / غصہ پینا / باغ باغ ہونا وغیرہ۔ محاورہ روزمرہ گفتگو کے مطابق ہوتا ہے۔

وڈیاں دے خان اور مقولہ جات ہر ملک اور ہر قوم کی زبان کا بیش قیمت سرمایہ ہوتے ہیں ان سے کلام فصیح و بلیغ ہو جاتا ہے۔ یہ روز مرہ گفتگو اور ادبی تحریر دونوں میں کام دیتے ہیں۔ عربی / فارسی / انگریزی اور اردو کی طرح وڈیاں دے خان اور مقولہ جات جنہیں ضرب الامثال بھی کہتے ہیں ہماری پنجابی زبان کا بھی ایک اہم حصہ ہیں۔ میاں صاحبؒ نے انہیں اپنے اشعار میں اس خوبصورتی سے ڈھالا ہے کہ آپ کے اشعار اور مصرعہ جات ہی ضرب الامثال بن گئے ہیں۔ یہ کوئی دو چار یا پانچ دس کی بات نہیں ہے۔ بلکہ "سیف الملوک" میں ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔

مر مر ہک بناون شیشہ مار وٹا ہک بھن دے
دنیا اتے تھوڑے رہندے قدر شناس سخن دے

Scanned with CamScanner

کامل لوک محمد بخشاؒ لعل بنان پتھر دا

پھکھا منگن چڑھے محمدؒ اوڑک بھردا کاسہ

نڑاں کماداں فرق رہو دا کیا کانے کیا کاہیں

جس پلے پھل بدھے ہوون آوے بو رومالوں

لکڑہارے لین بازاروں جو سستی مٹھیائی

چوہڑے دا پت مومن ہوندا جاں ملدا استاداں

تک تک عیب نہ واندے کردے چنگے لوک کدائیں
نکتہ چینی فتنہ دوزی بھلیاں دا کم ناہیں

چلدے گھوڑے نوں مت مارو چابک مہنے طعنے

کیسر سستا ہے کشمیرے پچھو مل لاہوروں
پستہ اتے بادام محمدؒ سستے ملن پشوروں

بھکھا اونٹھ ہووے مستانہ بھار اٹھاوے بھارے

عسروں یسر محمد بخشاؒ اوڑک اک دن ہوندا
عاشق دا جو دارو دے باجھ ملاپ سجن دے
اوہ سیاناں جان ایاناں روگ نہ جانے من دے

چوہاں دناں دی حرصے اتے ستم دوئے نے کرناں
جھوٹھا دعویٰ کی محمدؒ اوس نہ ہوسی مرناں

لگے پنڈ مقدم موچی ساڈے اتے بن دا

جے سو حیلے باجھ وسیلے کریئے نال دلیلے
بھار بیڑے دا پار نہ جاندا باجھ ملاح رنگیلے

جنہاں اکھیں دلبر ڈٹھا اوہ اکھیں تک لیاں
توں ملیتیں تاں ساجن ملیا ہُن آساں لگ پیاں

تیری اوٹ پناہ خدایا ہور نہیں کجھ سجھدا
جس دیوے نوں آپوں بالیں کد کسے تھیں بجھدا

کوڑا منہ مصبر کردا دین ہبک ہبڑاں
پرجاں سنگھوں بیٹھ لنگھائیے دفع ہوون کئی پیڑاں
نت نت ہے ہتھ لگدا کسنوں ایہہ قسمت دا ویلا
رب جانے پھر نال سبب دے کدوں ہووے گا میلا

ھ

احمق سجن دی بھلیائی ویر ہوندا ستراناں

ھ

مصری نال منہ بھریا ہووے ریجھ رہے کد گڑدی

ھ

بعضے کم شتابی کیتیاں فتنہ اٹھ کھلوندا

دنیا ڈاہڈی دوتی دشمن دوکھی لوک فسادی
چیچی دا چا کاں بناون ہتھوں کجھ زیادی

ھ

منہ نکا تے گل وڈیری نہ کر مت کوئی ہسے

اوسر متر پرکھن ہوندا وچ غریبی ناریں
دوبدل گاں ازماون ہوندی پھگن ماہ بہاریں

دنیا تے جو کم نہ آیا اوکھے سوکھے ویلے
اوس بے فیضی سنگی کولوں بہتر یار اکیلے

سکھاں عیشاں موجاں اندر ہر کوئی یار کہاندا
سنگی سوجو تنگی تک کے بنے پنجھال غماندا

اوکھے ویلے کاری آوے بھلیاں دی اشنائی
اڑیاں آکھن دی لج پالن جو انسان وفائی

عاماں بے اخلاصاں اگے خاصاں دی گل کرنی
میٹھی کھیر پکا محمدؒ کتیاں اگے دھرنی

اچا نام دھرایا اچے تاں سڑیا وچ اگی
نیواں نیواں رہو محمدؒ تتی واہ نہ لگی

نیچاں دی اشنائی وچوں کسے نہیں پھل پایا
ککر نال انگور چڑھایا ہر گچھا زخمایا

یاری سچ پتنگاں والی شمع بلی آ چلکے
فیر نہ کدھرے جاون جھگے لاٹ اندر سڑ مکے

ھ

لے دا کی زور محمدؒ نس جاناں یا روناں

ھ کھری پچھے ہے کہن سیانے اوڑک مت زنانی

ھ عاشق اتے شہید محمدؐ نہیں محتاج کفن دا

ھ ترکھے کم شیطانی ہوندے کہن حکیم سیانے

ھ روحے باجھ محمد بخشاؒ کس کم لاییے تن نوں

جھولی پا انگار محمدؐ کوئی بچا نہ سکے
عشقاں مشکاں تے دریاواں کون چھپائے ڈکے

باجھ بولائے بولن ناہیں مجلس وچ سیانے
ناہیں قرب انہاں نوں جہڑے سخن کرن ان بہانے

ھ دیگرنوں جے ڈھناں ہووے کاہنوں گھل گھل مریئے

ھ سو سیاناں تے مت اکو ڈاہڈے کولوں ڈریئے

ھ آوے جدوں قضا محمدؐ داناواں مت مارے

ویری دشمن موئے گئے دا کجھ وساہ نہ کریئے
سپ موئے دا کنڈا چبھے پھر بھی درددوں مریئے
جدوں قضا الہٰی آوسی مول نہ رہسی ڈکی
حکمے باجھ نہ مراں کسے تھیں معلم ایہہ گل پکی

ھ ککڑ بانگ نماشیں دتی سمجھن کسن تے آیا

ھ ملک الموت محمد بخشاؒ منتیں کس منایا

ھ چھوڑ تکبر منہ پر پیندا جے کوئی اچا تھکدا

ھ جس دن موت سپے دی آوے بہندا آن کجائی

ھ سپ دا ڈنگیا آکھ محمدؐ رسے کولوں ڈر دا

ھ آکھ محمدؐ کون مٹاوے لکھیا لوح قلم دا

باب 17 تخیل کی بلند پروازی

حور و فرشتہ ہیں اسیر میرے تخیلات میں
میری نگاہ سے خلل تیری تجلیات میں

(اقبالؒ)

میاں محمد بخشؒ عارف کھڑی ایک ایسے بلند پرواز شاعر ہیں کہ علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ کا متذکرہ شعر آپ پر حرف بحرف صادق آتا ہے۔ مشرق ومغرب اور فرش سے عرش تک کی ساری وسعتیں آپ کی قوت متخیلہ کی زد میں ہیں۔

شاعر کے پاس متخیلہ کا ہونا اشد ضروری ہے۔ تخیل کے بغیر شاعری محض لفظوں کا گورکھ دھندہ ہے۔ تخیل جتنا بلند ہوگا۔ کلام اتنا ہی لذت بخش اور ارفع واعلیٰ ہوگا نیز اہل علم وبصیرت کی نظر میں اس کی بہت وقعت ہوگی۔ غالبؔ / میر تقی میرؔ / دردؔ / سوداؔ / حالیؔ / اور اقبالؒ غرضیکہ جتنے بھی بڑے شاعر ہو گزرے ہیں ان کا کلام تخیل کی بلندی کی وجہ سے آج تک زندہ ہے۔ تشبیہ / رمز / کنایہ / استعارہ اور صنائع بدائع کا استعمال تخیل کے بغیر ناممکن ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ میاں صاحب کا سارا کلام بلندی افکار کا نہایت عمدہ نمونہ ہے اگرچہ آپ ان اوراق میں بیسیوں نمونے دیکھ چکے ہیں تاہم شاعر موصوف کے ہاں مزید عمدہ نمونوں کی کمی نہیں ہے۔ لہذا ذیل میں چند ایک ایسے نمونے دیئے جاتے ہیں جن میں آپ دیکھیں گے کہ آنجنابؒ کا فکر رساء کتنا بلند ہے اور نگاہ کتنی دور رس ہے۔

شاہزادے دے تل دانے تے مرغ دلے دا آیا
کنڈلاں والی جھنڈ شتابی پھاہیاں لا پھاہیا
ویکھاں رات پیالہ چن دا جو ویلے بھن سٹی
عالم تے منہ کالخ لیسندی کی روشنائی کھٹی

تفہیم اشعار:۔

◀ سبحان اللہ! کیا بلند تخیل ہے۔ پری نے شہزادے کو باغ میں دیکھا پھر ملکہ خاتون کے ذریعے اس کی تصویر بھی منگوا لی جسے بار بار بڑے غور سے دیکھا اور خوب سیر ہو کر دیکھا۔

شعر ۱۔ شاہزادہ حضور کے گورے رخسار پر سیاہ تل کا دانہ دیکھ کر شاہپری کا مرغ دل اسے چگنے کے لیے للچایا۔ چنانچہ دل کا کبوتر جونہی اس خیال سے رخسار کے تل پر پہنچا تو شاہزادہ حضور کے گھنگریالے بالوں والی جھنڈ مبارک کی پھاہیوں میں پھنس کر رہ گیا۔ (شاعر موصوف کہنا صرف یہ چاہتے ہیں کہ شاہپری کا دل شہزادہ حضور کے حسن پر گھایل ہو گیا اور وہ ان کے عشق میں گرفتار ہو گئی۔)

شعر ۲۔ اے میرے محبوب! کسی شے کی اتنی تذلیل بھی اچھی نہیں ہوتی۔ ذرا دیکھ تو سہی کہ چاند جو کہ سب محبوبوں کا محبوب ہے جب چودہویں رات کو مکمل ہو کر نور معرفت کی مے کا پیالہ بن جاتا ہے تو نہ معلوم کس بات کے سبب لیلیٰ شب چار دہم اگلی راتوں کو اسے کھنڈا کر کے مشرق کی طرف پھینک دیتی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس دشمنی سے عروس شب کو ساری دنیا میں روسیاہ ہونے کے سوا کیا فائدہ پہنچتا ہے جبکہ چاند تو انتیس یا تیس تاریخ کو پھر طلوع ہو کر ترقی کی منزلیں طے کرنی شروع کر دیتا ہے۔ (رات اپنی اس دیرینہ خصومت سے کیا کمائی کر لیتی ہے سوائے منہ کالک ملنے کے)

◀ اب ذرا بلاترجمہ وتشریح اس شعر میں جھانک کر دیکھیں کہ کیا عمدہ تخیل ہے۔

کوکے موت نہیں میں جوگی کسدی آہی لیلاں
جاگدیاں نت کٹے لیلاں جیوں مجنوں بن لیلاں

اس کے مقابلہ میں غالبؔ کا یہ مشہور ترین شعر بھی مدنظر رکھیں۔

موت کا ایک دن معین ہے = نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

فلکیات کی منظر نگاری :۔

(آہو خاطف شہزادے کو پروں پر اٹھا کر سراندیپ سے شارستان روانہ ہوتا ہے)

ہویا بہت زمینوں اچا پیتا کول آسماناں
شاہزادے نوں دسنوں رہیا ایہہ سنسار زماناں
تسبیحاں تہلیلاں سندے جو کجھ کہن فرشتے
کتھوں چا پہچائے کتھے عشقے عجب سرشتے

(ایک جزیرے میں رات کو آسمانی ستاروں کی منظر کشی جبکہ چاند بدر کامل ہونیکی وجہ سے تاخیر کے ساتھ مشرقی افق سے طلوع ہو رہا ہے اور ستارے روشن ہیں۔ کچہری لگاتے اور ہنستے کھیلتے ہیں۔ شہزادہ دروگ میں ہے اور باہر آسماں پر یہ کچھ نظارے ہیں جن کا عکس زمین کے باغوں کو بھی جنت بنا رہا ہے۔

آئی رات اک رحمت والی وانگر لیل قدر دے
انبر سبز باغیچہ کیتا تازہ نور بدر دے
نیلے چھت آسمان کھلارے چھپے لاہ سنہری
فرش فلک دے اتے تارے بخن لاہ کچہری
نسدا پھرے شیطان داراڈا کھاوے خوف شہابی
لاحول ولا پکارن چوکیدار جنابی
رات کیتی کستوری حلے سبھ ہوا جہانی
لعلاں وانگر چن چمکدا صاف زمین نورانی

دیکھاں رات پیالہ چن دا جنو یلے بھن سٹدی
عالم تے منہ کالکھ لیندی کی روشنائی گھٹدی

کرکٹیاں دے ترنجن نکلے جیوں رل گاون کڑیاں
کھڑ کھڑ ہسن تے دل کھسن چلن جڑیاں جڑیاں
ڈولی ٹری چنے دی بن کے گاوندیاں سنگ چلیاں
ترنگڑ بنھ قطار کھولتے دف بجاون ٹلیاں
قطب مہراج کھلوتا قائم دام درم ورتاون
دو قطبین دوارے اتے گن گن قدم اٹھاون
ترٹے تارا دے چمکارا خوب کرے پشکارا
شاباش دیون ہور محمدؐ واہ واہ چست سوارا
داج کھلار دتا اسمانے پیڑا پلنگ کوناہدا
ایہو جیہے دان انہاندے کردا گھاٹا واہدا
آب حیات خضر دا چشمہ جڑھیا چن نورانی
گرد بگردے سبزہ [illegible] یا رنگ آسمانی
ترتر تکدے ہسدے روندے اسماناں دے تارے
شبنم دے لا موتیں جیونکر ساوے کھیت سنوارے

ایک جزیرے میں طلوع صبح کا منظر :۔

نادر تشبیہات کے ذریعے پوہ پھٹنے کا نظارا یعنی صبح صادق کا آسمان نیلے خیمے سے باہر آنے اور بزرگانہ شان سے سورج کے طلوع ہونے کا اتنا بہترین منظر آج تک کسی نے بیان نہیں کیا ملاحظہ فرمائیں بحوالہ ص (۱۰۱)

الف) جزیرہ:۔

ایسی اوہ زمین عجب سی ایسے رکھ ہزاراں
گل پھل رنگ برنگی پھلے وانگ بہشت بہاراں

ب) صبح صادق:۔

لاجوردی تنبو تانے انبر دا جس ویلے
صادق صبح ستر تھیں اٹھ کے آوے باہر سویلے

ج) طلوع آفتاب:۔

صومعہ ارزق وچوں کڈھے جاں سرباہر شتابی
ہتھ تقدیر دے یدبیضا حکمے نال وہابی
چمکن بار کٹورے والا جھنڈا جاں سر چاوے
ظل اللہ فلک دا راجہ جس دم تخت سہاوے
دینھ چڑھے جگ روشن ہووے خوب سہاوے بندر

• ایہوہ جہیے مناظر وافر ایس قصے دے اندر •

اسی جزیرے کی رات کا منظر:۔

(سورج کا غروب ہونا اور ستاروں کا روشن ہونا کتنے دلکش اندار میں بیان کیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیں بحوالہ ص (۱۷۱))۔

جاں اسمانی شاہ تخت توں ستراں اندر جاندا
میر وزیر ہوون پھر تازے ہر اک خان کھاندا

نکی موٹی فوج اسمانی ہسن کھیڈن لگے
کوئی لہندے کوئی چڑھدے دکھن کوئی پربت نوں وگے
قطب شمالی پکا ہو کے چوکیدار کھلووے
سورج ڈبے تارے چڑھدے روز ونجے شب ہووے

سطح سمندر پر ٹلے کی روانی کا منظر:۔

جس ٹلے کے متعلق آپ طغیانی میں پریشانی کا حال پڑھ چکے ہیں اب ذرا ساز گار حالات میں سطح سمندر پر اس کی روانی کا منظر بھی ملاحظہ رمائیں تاکہ پچھلا غم جاتا رہے اور دل کا غنچہ کھل اٹھے۔ جزیرہ سماق میں دلکش مناظر کی سیر کے دوران انہوں نے چند دوسرے آدمی بھی سیر کرتے دیکھے۔ سیف الملوک نے ان سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ جزیرہ جس کا نام سماق ہے واسط ملک میں شامل ہے۔ شہزادے اور ملکہ خاتون کو یہ بات سن کر بے حد خوشی ہوئی کیونکہ واسط میں ملکہ کے چچا تاج الملوک کی حکومت تھی۔ دونوں خوشی خوشی ٹلے پر سوار ہو کر واسط شہر کی طرف روانہ ہوتے ہیں منظر ملاحظہ فرمائیں۔

پھیر ٹلے چڑھ ٹھلے باہو واہ مراد ملی سی
گردش گئی ستارے ساعت آسعدین رلی سی
ٹردا ٹلا حملے کردا جیوں پنکھی دریائی
یا کشمیر اندر ڈل کشتی ٹردی نال صفائی
یا پٹے دے دھاگے اتے موتی سچا ٹردا
یا رہوار ٹرے جیوں تازی طرف طویلے ہردا

دوروں تاڑ شکار ہوائیوں باز چیتا جیوں آوے
تاری صاف اڈاری کردا نہ پر پیر ہلاوے

بلندیٔ افکار کا ایک تقابلی جائزہ:۔

علامہ اقبالؒ:۔

مجھے راز دوعالم دل کا آئینہ دکھاتا ہے
وہ کہتا ہوں جو کچھ سامنے آنکھوں کے آتا ہے
جو ہے پردوں میں پنہاں چشم بینا دیکھ لیتی ہے
زمانے کی طبیعت کا تقاضا دیکھ لیتی ہے
حادثہ جو ابھی پردۂ افلاک میں ہے
عکس اس کا مرے آئینہ ادراک میں ہے

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

عارف کھڑیؒ:۔

عاشق لوک اینویں فرماندے عشق شیشہ روحانی
ایس وچوں تک لیندے عاشق جو سر ورتے جانی
جام جہان دسالن والا روشن چت سخن دا
مونہوں آکھ نہ آکھ محمدؐ واقف ہے اوہ من دا
دل مومن دا شیشہ بنیا ایک دوئے دے کارن
پر تجے سان عشق دی دھر کے خوب زنگار اتارن

گگن پتال نہ چھپن دیندا چیز تکے ہر دل دی
دوربین انگریزی لاکھاں اس اک نال رل دی
دلبر نوں کوئی تنگی پہنچے عاشق دا دل کھسدا
توڑ سے کوہاں پر ہووے پتہ نہ آوے اسدا

علامہ اقبالؒ:۔

حقیقت ایک ہے ہر شئے کی نوری ہو کہ ناری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرے کا دل چیریں

عارف کھڑیؒ:۔

اک کالے اک سبز کبوتر اک چٹے بن آئے
چٹے کالے ملن محمدؐ نہ بن بہن پرائے
نور ظہور گلاں دا کر کے رونق دتے بہاراں
مست محبت نال کریندا طوطے بھور ہزاراں
دیوے تائیں دیوے راتیں اگی دی روشنائی
سوز پتنگاں دے دل پاندا ملدے کر کر دھائی
چوہاں طبعاں دی توں گھنائی دکھ کیتے پھر پیڑے
مڈھوں اکو جنس محمدؐ اگوں فرق نکھیڑے

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

علامہ اقبالؒ:۔

نہ اٹھا جذبۂ خورشید سے اک برگ گل تک بھی
یہ رفعت کی تمنا ہے جو لے اڑتی ہے شبنم کو

Scanned with CamScanner

عارف کھڑیؒ ۔

باغ مجازی اندر آہی بوند سچی شبنم دی
سورج ویکھ ہوئی اڈ اچی جاگی سک جنم دی

تشریح ۔ دونوں اشعار میں ایک ہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔ شبنم کی بوند سورج کو دیکھ کر اوپر اٹھتی ہے اور اس کی تمازت میں گم ہو جانے کی تمنا رکھتی ہے کیونکہ اسی کے فیض سے بنتی ہے اور اسی کے فیض سے اڑ کر بلندیوں پر پہنچتی اور کھلی فضاؤں اور سمندروں کی سیر کرتی ہے۔ پھر عمل تبخیر سے بخارات کی صورت میں اڑتے اڑتے رات کی ٹھنڈک میں پانی کے قطرے بن کر برگ گھاس اور پھولوں کی پتیوں پر موتی بن کر چمکتی ہے صبح پھر سورج کو دیکھ کر اس کے پیار و محبت کی کشش میں اڑجاتی ہے۔ کسی شے میں رفعت کی تمنا نہ ہو تو وہ کب اڑ سکتی ہے؟ یہ شبنم ہی ہے جس کو سورج سے ملنے کے لیے شوق پرواز ہے۔ شاہپری بدیع الجمال جو شبنم کی بوند کی طرح سیف الملوک کے عشق میں مصر آگئی تھی اس کے انتقال کے بعد جتنا عرصہ زندہ رہی فراق میں تڑپتی رہی آخر ایک روز سیف الملوک کی قبر پر آ کر چمٹ گئی جہاں اسے شہزادے کی روح کا پرنور جلوہ دکھائی دیا۔ وہ سورج تھا اور یہ شبنم / اسے تمنا تھی اور اس میں کشش ۔ پس یہ اوس کے قطرے کی طرح اس کی کشش میں اڑ گئی یعنی شاہپری کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ دونوں شعرا کی فکر رساہ کو داد دیجئے اور میاں صاحبؒ کا شعر ایک دفعہ پھر دہرائیے تاکہ ان کی روح کو سکون پہنچے اور میری محنت ٹھکانے لگے۔

باغ مجازی اندر آہی بوند سچی شبنم دی
سورج ویکھ ہوئی اڈ اچی جاگی سک جنم دی

مرزا اسد اللہ خان غالب

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

عارف کھڑیؒ

جو دھرتی تے گل پھل لالے لہہ لہہ کردی لالی
قطرے ظاہر ہوئے مویاں دے رت جوانی والی

اسد اللہ خاں غالبؔ

غالبؔ ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغول حق ہوں بندگیٔ بو ترابؑ میں

عارف کھڑیؒ

جنہاں اکھیں دلبر ڈٹھا اوہ اکھیں تک لیناں
توں ملیں تاں ساجن ملیا ہن آساں لگ پئیاں

مولانا الطاف حسین حالیؒ

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

عارف کھڑیؒ

شان انسان جوان بھلے دا ملکاں نالوں اگے
کھول نہیں ، ایہہ گل محمدؐ مت کوئی جھگڑا لگے

خواجہ میر دردؒ

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

عارف کھڑیؒ:-

عشقے کارن آدم کیتا محرم یار یگاناں
آہے ملک عبادت کارن کی حاجت انساناں

◄ اسی طرح کے دو تقابلی جائزے راقم کی کتاب خوشبوئے فقر میں ملاحظہ فرمائیں۔ یقیناً آپ کا دل شہادت دے گا کہ حضرت میاں صاحبؒ بلندیٔ افکار اور اسلوب بیان میں اردو اور پنجابی کے صف اول کے شعرائے کرام میں سے کسی سے بھی کم نہیں تھے بلکہ بعض اوصاف میں تو اکثر شعراء کو سپر سیڈ (SUPERSEDE) کر گئے ہیں۔

تفاوت دراحساس وقت :-

نظام شمسی میں ہمارے نزدیک کرۂ ارض کو باقی سیاروں سے زیادہ اہمیت حاصل ہے کیونکہ یہ بنی آدم کا مسکن و مسکن ہے۔ انسان نے کاروبار زندگی کو سرانجام دینے کے لیے زمین کی سالانہ اور محوری گردشوں کے نتیجہ میں وقت کی اکائیوں کے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں جو تمام کرۂ ارض پر یکساں ہیں مثلاً سیکنڈ، منٹ (پل جھل) گھنٹے (ساعتیں) دن رات ہفتے مہینے اور سال وغیرہ، وقت کی ہر اکائی کی لمبائی یا مقدار اگرچہ ہر جگہ برابر ہے۔ تاہم عالم رویاء اور احساسات میں اس کی کمی بیشی حیران کن ہوتی ہے۔ پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ خوشی اور شادمانی میں وقت بڑی تیزی سے گزرتا محسوس ہوتا ہے جبکہ انتظار اور دکھ درد کی گھڑیاں بہت طویل لگتی ہیں۔ اس عنوان پر بیشتر شعراء نے اپنے محسوسات کا اظہار کیا ہے:-

مثلاً:- علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:-

مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اڑتے جاتے ہیں
مگر گھڑیاں جدائی کی گزرتی ہیں مہینوں میں

راقم الحروف:-

اوکھا وقت فراق سجن دا کیونکر آکھ دسالاں
گھڑیاں تے دن ماہاں برابر ماہ برابر سالاں

اس ضمن میں حضرت میاں صاحبؒ کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:-

پل پل سال مثال گزارے اک اک روز حشر دا
رین لنگھائے دین کریندا نہ جیوے نہ مردا
موتوں سخت اوڈیک سجن دی جانن عاشق سارے
ساعت سال مثال محمدؒ باجھ وصال پیارے
اک اک روز دسے جیوں ہفتہ / ہفتہ وانگر سالے
سال مہینے عمراں جیڈے کون اچر تک جالے
جلدی آ پیارے مینوں ٹھنڈ پوے وچ سینے
عمراں وانگ دہاڑے لنگھدے پل پل مثل مہینے
شام بناں آرام نہ مینوں شاہپری فرماوے
جاہ وکیل محمد بخشاؒ اینویں کنت نہ آوے

پنجبند

(آنسوؤں کے دریا (دردناک اشعار کے پانچ سیٹ))

• - "کون کرے اج بھال محمدؒ ہووے بنجھال اس غم دا"

نال میرے کی نالش تیری ہے آسمان بلندا
میں کی شرکت ساہدن جوگا عاجز خاکی بندا
میں شوہدے پردیسی بندے کی گوایا تیرا
نہ کوئی تیرا تارا لاہیا نہ منہ بولیا مندا
کی ہویا مروہساں شوہدا کی جیون دا جھورا
دو افسوس رہے دل اندر ڈاہڈے نال نہ زورا
اک تے مائی بابل سنگیاں مردیاں منہ نہ ڈٹھا
دوجا چھیکڑ وار نہ ملیا یار پیارا مٹھا
اوڑک اکدن مرنا بندے کیا پچھے کیا اگے
نیت پریت تیری وچ مویا پتہ سجن نوں لگے
جان ہووے قربان سجن توں عشق ایمان نہ ہاراں
اپنی توڑ نبھاہ محمدؒ کجھ پرواہ نہ یاراں
کتھے صاعد کتھے ملکہ کتھے باغ ارم دا
کون کرے اج بہال محمدؒ ہووے پنجھال اس غم دا

"ساتھی کون محمد بخشاؒ درد ونڈے غمخواراں"

بستر نامرادی اتے میں بیمار پئے نوں
دارو درد تساڈا سجناں لے آزار پئے نوں
ذکر خیال تیرا ہر ویلے درداں مار لئے نوں
ہے غمخوار ہکلی جائی بے غمخوار پئے نوں

چنتا فکر اندیشے آدن بنھ بنھ صفاں قطاراں
وس نہیں کجھ چلدا میرا قسمت ہتھ مہاراں
پاسے پاسے چلی جوانی پاس نہ سدیا یاراں
ساتھی کون محمد بخشاؒ درد ونڈے غمخواراں

ـ "یاراں باجھ محمد بخشاؒ کون کرے غمخواری"

لمبی رات وچھوڑے والی پل جھل سکھیاں بھانے
جے کوئی قید عشق دے اندر قدر اوہو کجھ جانے
کدے کدے ایہہ دوھڑے آکھے درد وچھوڑے چایا
شہزادے دے مونہوں ہو کے چاہیئے بیت سنایا
میں پردیسی نوں اج شالا آئی رات کرم دی
یارسجن دے کوچے اندر جال ہوئی ہر دم دی
دل وچ چاہ نگاہ کر ویکھاں صورت اصل صنم دی
دلبر نوں جا کہے محمدؒ کون خبر اس غم دی
باغ بہاراں تے گلزاراں بن یاراں کس کاری
یار ملے دکھ جان ہزاراں شکر کراں لکھ واری
اچی جائی نیوں لگایا بنی مصیبت بھاری
یاراں باجھ محمد بخشاؒ کون کرے غمخواری

۔ آئے بھور محمد بخشا کر کے آس چمن دی

آ سجناں منہ دس کدائیں جان تیرے توں واری
توں ہیں جان ایمان دلے دا تدھ بن میں کس کاری
حوراں تے غلمان بہشتی چاہے خلقت ساری
تیرے باجھ محمدؐ مینوں نہ کوئی چیز پیاری
کستوری نے زلف تیری تھیں بوء عجائب پائی
منہ تیرے تھیں پھل گلاباں لدھا رنگ صفائی
مہر تیری دی گرمی کولوں سورج تریلی پائی
لسا ہویا چن محمدؐ حسن محبت لائی
دم دم جان لباں پر آئی چھوڑ حویلی تن دی
کھلی اڈیکے مت ہن آوے کدھروں واء سجن دی
آویں آویں نہ چر لاویں دسیں جہات حسن دی
آئے بھور محمد بخشا کر کے آس چمن دی

۔ آ مل یار محمدؐ تائیں جاندا وقت وہایا

اک تکادا عشق تیرے دا دوجی بری جدائی
دور وسیندیاں سجناں مینوں سخت مصیبت پائی
وس نہیں ہن رہیا جیوڑا درداں ہوش بھلائی
ہتھوں چھٹی ڈور محمدؐ گڈی واؤ اوڈائی

اے محبوب میرے مطلوبہ توں سردار کہایا
میں فریادی تیں دل آیا درد فراق ستایا
اک دیدار تیرے نوں سکدی روح لباں پر آیا
آ مل یار محمدؐ تائیں جاندا وقت وہایا

باب 18: اختتام قصہ (عمدہ فکر وفن کا مظاہرہ) :۔

اگر بنظر غور دیکھ جائے تو حرف آغاز سے اختتام تک قصہ میں ہر مقام پر بے مثل فکروفن کی بلندی جھلکتی ہے۔ نہ تو پلاٹ میں جھول ہے نہ کرداروں میں خامی۔ قصے کا اختتام بھی بلند درجہ مثالی ہے۔ ہم پچھلے صفحات میں بھی کسی مقام پر اس بات کی طرف اشارہ کر چکے ہیں لیکن یہاں تھوڑی سے مزید روشنی ڈالتے ہیں۔

جب شاہزادہ سراندیپ میں پہنچ جاتا ہے اور شاہپری سے ملاقات ہو جاتی ہے تو محسوس ہونے لگتا ہے کہ اب قصہ ختم ہو گیا ہے لیکن فاضل مصنف اپنے ہیرو کو پھر مشکلات میں ڈال دیتا ہے۔ قارئین جو کہ صاعد اور بدرہ / اور شہزادے اور شاہپری کی دلچسپ ملاقاتوں کے نظاروں سے لطف اندوز ہو رہے ہوتے ہیں یکدم شہزادے کی اگلی مشکلات دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں۔ پھر خدا خدا کر کے جب تمام بلائیں ٹل جاتی ہیں اور شادی ہو جاتی ہے تو قصہ طربیہ بن جاتا ہے لیکن جب دولہنوں کی پالکیاں رخصت ہوتی ہیں اور وچھوڑا پڑتا ہے تو دل آہیں بھرتا اور آنکھیں چشمے ابلتی ہیں۔

الوداع ٹرے دل جانی مار کلیجے کانی
حال حقیقت رب نوں معلم کی گل کراں زبانی

لیکن جب شہزادہ اور صاعد بمعہ ساری بارات اور پالکیوں کے نہایت

کامیابی سے واپس وطن پہنچتے ہیں تو وہاں پھر شادی کا سماں بندھ جاتا ہے اور قصہ طربیہ ہو جاتا ہے۔

نیل ندی دے دندے اترے شہروں دور کنارے
جھنڈے چھتر نشان کھلوتے گجے ڈھول نقارے
سارے ملک مصر دے اندر جو جو سی سدھرایا
گھر گھر ڈھول خوشیدے وجے شاہزہ مڑ آیا
قدر بقدری خلعت لدھے ہر چاکر امرائے
بخشش دا کجھ انت نہ رہیا گن گن کون سنائے
شاہ عاصم شکرانے پڑھدا ونڈدا بہت خزانے
سر سجدے تھیں چائے تھوڑا کرے ادا دوگانے
شاہزادہ پھڑ تخت بہائیوس دے پنداں تلقیناں
آپ عبادت خانے وڑیا وانگر اہل یقیناں
سیف ملوک تخت پر بیٹھا تاج سرے تے دھریا
لکھن پڑھن میرے تھیں باہر جو نذرانہ تریا
مشرق مغرب دھماں پیاں واہ واہ شاہ مصردا
ہر سلطان سلامی ہویا ہر راجہ سر کردا
ظلم ستم دی عالم اتے ذرا نہ رہی نشانی
عدل مروت دا چن چڑھیا سیف ملوک نورانی

بلاشبہ اس طربیہ مقام پر پہنچ کر قصہ ختم ہو جاتا ہے لیکن مصنف داستان گوئی کے فن سے ماہر ہے اسے پتہ ہے کہ ہر چیز کا انجام فنا ہے اور ساری کائنات میں

فنائیت کا ڈنکا بج رہا ہے ماسوائے اللہ تعالیٰ اور اس کے حقیقی عاشقوں کے تمام طبعی اجسام کا انجام موت ہے۔ اسلیئے عارف کھڑیؒ اسے سوز و الم پر ختم کر کے المیہ بنانا چاہتا ہے جس کی وجہ سے وہ اس داستان کے آخر میں عاصم شاہ / سیف الملوک / اور شاہپری بدیع الجمال تینوں اہم کرداروں کی موت کا ذکر بھی کرتا ہے کیونکہ اسکے نزدیک اس فانی دنیا کو گلے لگائے رکھنا روح کے لیے موت ہے اور عشق مجاز سے ترقی کر کے خالق حقیقی سے جا ملنا اصل حیات ہے۔

عاصم شاہ کی رحلت :۔

(سیف الملوک کو تخت پر بٹھا کر تھوڑے ہی دنوں بعد فوت ہو جاتا ہے)

عاصم شاہ عبادت کردا جانوں دلوں زبانوں
درد فراق مجازی اندر کھلے سر حقانوں
فانی دی اشنائی کولوں دل بیزار ہویاسی
باقی دل محمد بخشا اٹھ تیار ہویاسی

رحلت سیف الملوک :۔

سیف الملوک اپنے شاہی محلات سے چند میل دور دربار حکومت میں سرکاری فرائض سرانجام دے رہا تھا کہ اچانک طبیعت ناساز ہو گئی۔ صحت اتنی تیزی سے بگڑ گئی کہ شاہی محلات میں واپس آنے اور شاہ پری کے ساتھ الوداعی کلمات کی بھی مہلت نہ ملی اور اسی جگہ وصال کا پیغام آ گیا۔

سال پنجاہ پیو دے پچھوں سیف ملوک لنگھائے
اک دن اچن چیت از غیبوں موت سنیہے آئے

سیف ملوک سنہیا سن کے بہت دلوں خوش ہویا
اِس پاسوں منہ کج لیو سو اُس پاسے دل ڈھویا
اڈیا بھور اسمانے چڑھیا آئیوس بُو بہشتی
گیا ملاح محمد بخشا چھوڑ شکستی کشتی

شاہپری کی وفات حسرتناک :-

اٹھے پہر ہویا کم اسدا رودن دھودن آہیں
پٹ کرٹے وچہ محمدؔ گذری اک چھما ہیں
اوہ پری سی اڈن والی اڈدی جے چِت چاندی
اوہ ناری ایہہ خاکی بندہ خاک ہویاں چھڈ جاندی
بابے نانک بانی اندر بات کہی یک رنگی
وس ہویا مڑ جاندا ناہیں ریت سجن دی چنگی
اک دن پھیر قبر دے اتے درداں گھیر لیاندی
چہرہ پاک ملے وچہ خاکو کونج جیویں کرلاندی
روندی روندی نوں غش آئی ڈہٹھی نال بلاکی
نبضاں چھٹ گئیاں رنگ پھریا جائی سہا چلاکی
آ خوشبو سنہیا دتا کھڑے گلاب بلاندے
بلبل مست چمن دل اڈی درشن لین گلاندے
باغ۔ مجازی اندر آہی ۔بوند سچی شبنم دی
سورج دیکھ ہوئی اڈ اچی جاگی سک جنم دی

سیف ملوکے شہزادہ آہا دفن ہویا جس جائی
قبر اہدی دے نال برابر اس دی گور بنائی
واہ واہ بھاگ تنہاندے جنہاں دلبر کول وسیرا
جیوندیاں بھی رہن اکٹھے مویاں ہووے اک ڈیرا
اِس پچھے اُس سفر کٹے ۔سن اُس پچھے ایہہ موئی
واہ پریت محمد بخشا دوہاں ولاں تھیں ہوئی

دنیا کی بے ثباتی

ایہہ پل پور لنگھاون بارا جو آیا اس ٹرناں
کون مقامی ہر دے سرتے کوچ نقارہ کھرناں
دنیا نال نہ گئی کسے دے ٹر ٹر گئے اکلے
اوہو بھلے جنھاں چھنڈ رکھے اس دھوڑوں ہتھ پلے

دانشمنداں دا کم ناہیں دنیا تے دل لاناں
اس وو ہٹی لکھ خاوند کیتے جو کیتا سو کھاناں

پینگھاں بہت اولارے چڑھیاں ترٹ زمیں تے جھڑیاں
کڑیاں فیر نہ مڑیں پیکے ساہوریاں چھک کھڑیاں
موتی کد ملے مڑ سپاں ونج پئے وچہ لڑیاں
ڈگیاں پھلیاں خاکو رلیاں پھیر رُکھیں کد چڑھیاں

▶ یہ دنیا ازل اور ابد کے درمیان ایک پل کی مثال ہے جو ازل سے آنے والے مسافروں کے قافلوں کو ابد کی طرف پہنچا رہا ہے۔ یہاں سب مسافر ہیں کوئی بھی دائمی مقیم نہیں ہے۔ ہر ایک کے سر پر موت کھڑی ہے اور کوچ کا نقارہ بج رہا ہے۔

▶ (یہاں کے مال ودولت پر دل لگانا عبث ہے) اس سرا خانے کے مسافر یہاں سے اکیلے ہی جاتے ہیں دنیا کی کوئی شے ان کے ساتھ نہیں جاتی۔ وہی لوگ اچھے ہیں جو یہاں کے گرد و غبار سے اپنے ہاتھ پلے جھاڑ رکھتے ہیں۔ (دنیا کالالچ نہیں رکھتے)۔

▶ دانشمند لوگ دنیا سے دل نہیں لگاتے (البتہ وہ اسے ضرورت کے مطابق عمل میں لاتے ہیں) دنیا ایک ایسی فریبی دولھن ہے جو اپنے چاہنے والے وفا شعار خاوندوں کو ڈائن کی طرح کھا چکی ہے اور ابھی تک سیر نہیں ہوئی اور نہ ہی ہوگی۔ اس لیے اس کے فریب سے بچو۔

▶ دنیا کے اس عارضی عیش محل اور چند روزہ شادیخانے میں شروع سے آج تک خوشی کی بیشمار پینگھیں پڑ کر باری باری ٹوٹ چکی ہیں۔ کوئی پینگھ بھی نہ سلامت بچی ہے نہ بچے گی نہ کوئی رنگلے رسے بنڈی کی اور نہ پیار و محبت کی۔ وہ لڑکیاں جو بیاہی جا چکی ہیں اور سسرال والے لے گئے ہیں وہ وہیں کی ہو چکی ہیں۔ اب میکے میں ان کا کیا رہ گیا ہے؟ انکا پلنگ پڑھا اور قسمت کا چھٹا تو اگلے گھر جا چکا ہے۔ انہیں کون واپس آنے دیگا اور وہ کیوں آئیں گے؟ جو جا چکی ہیں سو جا چکی ہیں۔

▶ جو موتی سمندری سپیوں سے نکل کر کسی ہار کی لڑی میں پروئے جا چکے ہیں بھلا وہ دوبارہ کب اپنے سپوں میں واپس جا سکتے ہیں۔ جو پھلیاں درختوں سے گر کر خاک میں رل چکی ہیں بھلا وہ دوبارہ درختوں پر کیسے چڑھ سکتی ہیں؟ (جس طرح یہ امر محال ہے اسی طرح مرنے کے بعد اس دنیا میں واپس آنا محال ہے۔)

▶ ان اشعار میں آپؒ نے اپنے پڑھنے والوں کو دنیا کی بے ثباتی کا بہترین دلائل سے ثبوت دیا ہے۔ سبحان اللہ! کیا ہی عمدہ اسلوب بیان ہے۔ بلاشبہ ایسی ہی شاعری کے بارے میں مثل مشہور ہے کہ "شاعری جزو یست از پیغمبری"۔

▶ اب مجھے یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ "میاں محمد بخشؒ ایک آفاقی شاعر تھے۔ یہ کتاب جو آپ کی شخصیت اور فکروفن کی آئنید ار ہے اسی ٹائیٹل کے ساتھ آپ کے ہاتھ میں ہے مطالعہ فرما کر خود اندازہ لگا لیں کہ میں اس کتاب کا یہ نام رکھنے میں کہاں تک حق بجانب ہوں۔

▶ اختتام۔ میاں صاحبؒ کا پیغام اور خاتمہ کتاب۔

(میں اپنی اس کتاب کا اختتام حضرت میاں صاحبؒ کے مندرجہ ذیل اشعار پر کرتا ہوں)

جے توں عاشق بنیا لوڑیں پلا پکڑ سجن دا
جان منگے تاں دیہہ شتابی صرفہ کریں نہ تن دا
ریت وجود تیرے وچ سونا اینویں نظر نہ آوے
ہنجوں دا گھت پانی دھویں ریت مٹی رھڑ جاوے
وانگ شمع دل روشن عشقوں جاں سر شمع کپیندا
سر کپن دا درد جھلن تھیں نور زیادہ تھیندا
بالی لوک کریندے واہیاں سکدے دھپے سڑدے
سارے رنج بھلے جد رج کے من پائیاں گھر کھڑدے

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

تیری اوٹ پناہ خدایا ہور نہیں کوئی سجھدا
جس دیوے نوں آپوں بالیں کد کسے تھیں بجھدا

مالی دا کم پانی دینا بھر بھر مشکاں پاوے
مالک دا کم پھل پھلُ لاناں لاوے یا نہ لاوے
فضل کریں تاں ڈھوئی سائیاں عدلوں نہ چھٹکارے
کرم تیرے دی بھکھی اتے پاپ کمائے بھارے
توڑے ہاں بدکار گناہی اسیں بندے منہ کالے
پھر بھی دائم فضل تیرے دی آسا رکھن والے
فضل کریں تاں ڈھوئی سائیاں عدلوں نہ چھٹکارے
کرم تیرے دی لکھی اتے پاپ کمائے بھارے
ہووے نصیب نبیؐ دا کلمہ دین قبول محمدؐ
لا الہ الا اللہ سچ رسول محمدؐ

تم الکلام بنام سید الانام علیہ افضل
الصلوٰۃ والسلام و علیٰ آلہٖ واولادہٖ واصحابہٖ وسلم

◀ قبلہ حضرت میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت اور فکروفن پر مبنی یہ کتاب جس کا نام "میاں محمد بخشؒ ایک آفاقی شاعر" ہے آپؒ ہی کے مندرجہ بالا دعائیہ اشعار پر ختم کرتا ہوں۔

رب صل وسلم دائماً ابداً = علیٰ حبیبک خیر الخلق کلہم

احقر
محمد خلیل ثاقب

باب 19 چٹھیاں

◀ چٹھیوں کے اس باب میں پہلی چٹھی جناب صاحبزادہ میاں محمد زمان صاحب آف کھڑی شریف کی خدمت میں ہے جس میں آنجناب کے فیضان نظر اور بندہ نوازی کا ذکر خیر ہے۔ اور دیگر مہربانوں کا بھی کیونکہ "آئینہ سلوک مطالب سیف الملوک" خاص آپ ہی کے ارشاد مبارک پر لکھی گئی تھی۔ پھر اس میں ان مہربان دوستوں اور عزیزوں کا بھی ذکر ہے جنھوں نے مواد مہیا کرنے میں بھرپور مدد فرمائی تھی۔ اس کے بعد اگلی چٹھیاں بھی اہل ذوق اور تعاون شعار حضرات کی خدمت میں بطور اظہار تشکر کے قلمبند ہیں۔

انجمن خوشبوئے فقر:۔ خوشبوئے فقر راقم کی ایک کتاب کا نام ہے۔ اور انجمن خوشبوئے فقر سے مراد صاحبان عزم و ہمت کی وہ کمیٹی ہے جو راقم کی کتابوں کی طباعت و اشاعت کیلئے سرگرم عمل ہے۔ اسمیں مندرجہ ذیل حضرات کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

۱۔ جناب چوہدری محمد اشرف صاحب (بانگ دوارہ) ۲۔ جناب چوہدری محمد اسلم صاحب۔ ۳۔ الحاج چوہدری محمد عجب۔ ۴۔ الحاج چوہدری عبدالحمید صاحب۔ ۵۔ جناب چوہدری محمد اکرم صاحب۔ ۶۔ جناب چوہدری محمد اکبر صاحب۔ ۷۔ جناب چوہدری محمد صدیق صاحب (پڑوسی)۔ ۸۔ حاجی چوہدری محمد زمان صاحب۔ ۹۔ جناب محمد بوٹا صاحب بھلیالوی۔ ۱۰۔ چوہدری طالب حسین بڑیالوی۔ ۱۱۔ حاجی چوہدری منظور حسین صاحب کھیڑ رتالوی۔ (حال مقیمان برطانیہ)

کتاب ہذا کی طباعت پر جملہ اراکین "انجمن خوشبوئے فقر" اور ان کے ساتھ تعاون کرنے والے تمام حضرات جنھوں نے اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر معاونت فرمائی راقم کی طرف سے دلی شکریہ اور مبارک باد کے مستحق ہیں۔

★ چٹھی۔۱

بخدمت جناب پیرو مرشد صاحبزادہ حاجی میاں محمد زمان صاحب دائم اقبالؒ،
بن میاں محمد عارفؒ بن میاں حیات علی، بن حضرت میاں بہاول بخشؒ
برادر کلاں حضرت میاں محمد بخشؒ عارف کھڑی مصنف سیف الملوک و بدیع الجمال

اوّل حمد ثنا اُسے دی ہر ہر دا جو سائیں
اس دے جیسا ہور نہ کوئی اندر دوہیں سرائیں

واہ خالق جس پیدا کیتے انبر دھرت ستارے
لوح قلم تے جنت دوزخ کرسی عرش منارے

لاکھ طرح دی خلقت کیتی خالق سر جنہارے
روزی رزق پہنچاون کارن لمبے چھٹے مارے

حمد بیان اوہدی کد ہووے کر کر تھکے سارے
اولوالعزم انسان فرشتے میں توں کون بے چارے

فیر صلوٰۃ سلام نبیؐ تے سرورؐ کُل حبیباں
رحمت شفقت رافت جسدی آوے کم غریباں

نبض شناس حکیم اُمم دا اوہ سرتاج طبیباں
جھلک شریف دیدار اُہدے دی ملدی نال نصیباں

جیوں کر فضل ربا نے سندی ہر گز حد نہ کوئی
تیویں جانو سرورؐ کولوں خُلقوں وہدھ نہ کوئی

جس جائی تے سرورؐ عالم شب اسریٰ نوں پہتے
اوتھے کوئی نہ پہتا بے شک ہوئے پیغمبرؑ بہتے

جبرائیلؑ گیا تھک جتھے رَف رَف بھی حف رہیا
اس تھیں اگے بھی کجھ چوکھا سرورؐ عالم گیا

صفت ثناء اوہدی دے لائق میں کد او گھنارا
ملکوتاں دا افسرؐ جسدا نوکر نفر بے چارا

ربا بھیج درود نبیؐ پر دَم دَم نال پکاراں
آلؑ سمیت اصحابؓ کباراں تے سب نیکو کاراں

یا حضرت ہُن کرو توجہ عاجز عرض کریندا
کرو دعائیں توڑ چڑھے اوہ جو کم باقی رہندا

جس دن دا میں کاماں بنیاں وہیلا مول نہ بہندا
سیف ملوکے دے دکھ سارے روز سرے تے سہندا

جاں تساں حکم کیتا سی مینوں سَد کے پہلی واری
چھنڈ گیا ساں ایہہ گل کہہ کے پنڈ میرے توں بھاری

Scanned with CamScanner

بھار بڑا تے منزل لمبی میں کمزور نتاناں
ایہہ ہے گنج فقر دا دفتر میں اک حرف نہ جاناں

بھارا بھار سرے تے چک کے سخت رنجور ہواں گا
سیف ملوکے دے سنگ ٹُر ٹُر تھک کے چوُر ہوانگا

پر تساں حکم کیتا جاں مینوں پھر مڑ دوجی واری
دوہیں جہانی مردیا جاندا جے ہوندا انکاری

پرُ تاثیر زبان تساڈی میں صدقے میں واری
کر گئی اثر دلے دے اُتے ہویاں تُرت اقراری

گل نہیں سی صرف ایہہ کوئی نیک تساں جہیے شخصوں
میں جانتا ایہہ صادر ہویا حکم بہاول بخشوںؒ

تسیں اولاد اُنہاں دی حضرت اُچا نام جنہاں دا
بے شک جیہے تساڈی آہی پَر فرمان تنہاں دا

عاصم شاہ دا بیٹا اُنہاں لگا بہت پیارا
طرف برادر قِصّے کارن کیتا ترُت اشارا

شہر مصر دے شہزادے دا حال سنا کجھ یارا
قصہ سیف ملوکے والا لِکھ محمدؒ سارا

شکرالحمد جے من ٹُرے اوہ عذر نہ کیتا کوئی
نہیں تاں ایڈ مشہور نہ ہوندے اوہ بھی وچہ دھروئی

سیف ملوک نہ لکھیا جاندا جے اُس حکمے پاروں
ایڈی خلق نہ واقف تھیندی ہرگز اِس درباروں

ہُن اُس پاک ولیؒ دی روحے ماری پھونک تساں نوں
تاں تساں اے کم ذِمے لایا میں جہیے ناکساں نوں

جو کجھ میں تھیں سَریا حضرت آن اگے میں دھریا
جے ایہہ نسخہ چھاپے چڑھیا تاں غساں میں تریا

اگلی منزل تساں حوالے پہنچو جا سرکارے
اس کم دی منظوری آنو بندہ شکر گزارے

جے ایہہ حکم جنابوں آوے دان کیوں نہ منگاں
عرض حقیقی غرض سچا نویں پھر کیوں عرضوں سنگاں

جے ایہہ نسخہ چھاپے چڑھیا نام تساں دا ہوسی
انشاء اللہ وچہ تصنیفاں اُچیاں جا کھلوسی

کوہ قافاں دے جیوں قد اچے سیں اُچے سرکاراں
چشمے جوُد و سخا دے ثاقب بخشش فیض ہزاراں

ناظم اوقاف آزاد حکومت افتخار حسین عباسی
اللہ بھاوے رکھدے اوہ بھی دینی رغبت خاصی

کرو سفارش دین اجازت کم نہ اٹکے رائی
بہت کتاباں اُچیاں پڑھ کے میں ایہہ شرح بنائی

ہر ہر سخن شریفے اُپر خوب طرح دل لایا
شامل فضل ربانا‌ں رہیا تاں مطلب ہتھ آیا

سخن بنان سوکھالا ناہیں کڑھدی رت جگر دی
شرح شریف اوہدی پھر لکھنی ہے پرواز فکر دی

میں بے علم کدوں ساں لائق ثاقبؔ کار اجہیؑ دے
جیوں کر کدی نہ مکھن چڑھیا ہر گز باجھ دہی دے

پر تساں نظر عنایت کر کے حکم جدوں فرمایا
تاں اس عاجز نوں بھی دم دم ہویا شوق سوایا

جو کجھ آیا لکھ سنایا پھر بھی طلب نظر دی
ورنہ ایس نگر وچہ نہیں کجھ وقعت بے بصر دی

مرشد دا من حکم جنابوں مار چھٹا میں ٹُریا
ہُن کھلیان اٹھایا چاہواں واؤ جھلاویں پُریا

محمد ناصر مرزا صاحب افسر جو پبلسٹی
راجہ محمد سلیم منیجر یار میرے خوش خلقی

میاں محمد زمان پیارے صاحب میرے سر دے
بھی سلطان مربی میرے دونویں ویر جگر دے

میاں محمد اشرف جی دا رعب ڈراوے شینہاں
میاں سکندر محسن میرے ، سب اولاد ولیاں

میاں منظور تے اشرف دونویں سچے پکے بھائی
میاں سکندر سرور دونویں ایہہ بھی سکے بھائی

عبدالخالق صاحب پہنن چِٹی نت پوشاکی
اس مَردے وچہ دائم دیکھی بہتی خوش اخلاقی

میاں سعید اقبال تے سرور بھی خورشید پیارے
ہین اولاد ولیاں سندے چن برجاں دے تارے

میں اک روز نہ کیتی ادبوں کنڈ اُنہاں ول بھائی
اگوں بھی رب دئے توفیقاں رکھاں نظر جھکائی

عارف مردؒ ربانے کیتی سوہنی ایہہ حق گوئی
"بے ادباں مقصود نہ حاصل نہ درگا ہے ڈھوئی"

یاراں دا کی ذکر سناون سارے مرد بھلیرے
کجھ عزیز برادر چھوٹے عمروں کجھ وڈیرے

مرزا محمد صدیق صاحب دا میں ممنون زیادہ
اول طرف انہاں دی ٹریا لے کے نیک ارادہ

نالے اوہ استاد بندے دے نالے ٹھرک عشق دا
گل کرن تاں سینے اٹھدا شعلہ بھڑک عشق دا

پرنسپل غضنفر مرزا زیرک مرد سچانویں
سیف ملوکے دے دلدادہ گل کر دیکھو بھانویں

خاصہ ذوق انہاں وچہ ڈٹھا چھیڑ وجایاں تاراں
اک اک مصرعے وچوں اوہ بھی مطلب لین ہزاراں

ذوالفقار علی خاں مرزا افسر رہے تعلیمی
سروس وچہ میرے جو ساتھی اوہ بھی یار قدیمی

پیر اقبال عبدوپور والے ہین کولیگ جو میرے
بھی راجہ محمود پنڈی دے مُڈھ دے یار بھلیرے

محمد صادق بٹ ہوراں دا میں ممنون بتیرا
شالا سکھ وسے نت بھمبر یار وسے خوش میرا

سوہنا مرد صفائی والا مکھ تے نور سویرا
کیا دساں اوصاف اوہدے میں لفظوں وہدھ چنگیرا

قاری صاحب مرد بھلیرے اسم شریف بتاواں
وضو ساز لواں تے آکھاں ایسا اسم سچاواں

ابرہیم نبیؑ دی ملت اُمت ختم نبیاںؑ
میں خوش بخت میرے اوہ ساتھی مَن ہار ولیاںؒ

ہور اک مرد سخن دا عاشق ٹر پردیس گیا ہے
اوہو بنگلہ چنگا لگدا جس وچہ یار رہیا ہے

مٹھیاں نچھاں جاون اس نوں شالا خیری تھیوے
ثاقب منگ دعا اہندے لئی اشرف جگ جگ جیوے

ہور اک یار سوال شریفوں صوفی راسب آکھاں
یار سخن دیاں گلاں سُنیاں جیونکر مٹھیاں داکھاں

ہر ہر دے وچہ خوبی ہر دی ہر وچہ حکمت لاکھاں
کجھ باطن کجھ ظاہر جیوں کر چیترچن بسا کھاں

جنہاں ہک بھی بات دسالی مینوں سیف ملوکوں
میں ممنون ہمیش انہاں دا ایسے نیک سلوکوں

Scanned with CamScanner

اج انہاں نوں خوش خلقی دا صلہ میرے تھیں ایہو
وچہ کتاب میری دے چمکو شالا جگ جگ جیو

عابد مرزا دے سِر اتوں ہر آفت رب ٹالے
نوجوان عمر دا گبرو چہرہ جیوں گل لالے

اٹلس بحر تے نقشے بہتے مینوں اوس وسالے
میری خاطر کتب خانے دے کھول دتے اس تالے

کسے روائیت ناقص دسی کسے روائیت پکی
کر تحقیق لکھی جو آخر آپ کتابوں تکی

کورے برتن وانگ روائیت ہر اک رہیاں بجاندا
سنی سنائی گل کسے تے نہیں یقین لیاندا

کسے کتاب عنایت کیتی گھلیا کسے رسالہ
نذیر تبسم صاحب دتا اپنا خاص مقالہ

میاں سکندر صاحب دی گل مہر پکی تصدیقی
پیر اقبال ہوراں پہنچائی عجب کتاب تحقیقی

ڈاکٹر اظہر صاحب جو لکھیا کر تحقیق مقالہ
صادق بٹ صاحب پہنچایا اوہ گل دستہ لالہ

ظہور حسین عزیز میرے دا اس وچہ وافر حصّہ
ڈھونڈ لیاندوس دائم سجن دا سیف ملوکی قصّہ

رحمت اکرم ڈھونڈ پہنچائیاں مینوں کجھ کتاباں
یاراں مدد کیتی تاں بیٹھا میں وچہ رجھ کتاباں

فرزنداں بھی گھٹ نہ کیتی کوشش ہوندے چارے
شوکت ، خضر تے زلفی نالے پُت بھتیجے سارے

ربا ایس کتاب میری دا روشن کر دے ناںواں
پڑھنے سننے والیاں تائیں رستہ دس سچاواں

بے ذوقاں نوں ذوق عطا کر گمراہواں نوں رستہ
عقل فکر نوں فرحت بخشے ایہہ میرا گل دستہ

سطراں سدھیاں وانگ شریعت طرز بیان طریقت
نقطے نقطے دے وچہ نکتہ لفظاں وچہ حقیقت

جدوں حقیقت ظاہر ہوندی سالک عارف بن دا
وحدت دے دریا وچ پے کر چڑھدا رنگ سجن دا

یا رب سرور عالم اُپر بھیج درود ہمیشہ
نالے اُنہاں محباں اُپر عشق جنہاں دا پیشہ

Scanned with CamScanner

یارب میں ممنون جنہاں دا ایہہ احسان بہتیرا
دو جگ اندر یاراں کارن فضل منگاں نت تیرا

حسن اتفاق سمجھئے یا اللہ والوں کی کرامت کہ ابھی یہ خط ختم نہیں ہوا تھا کہ جناب محمد ناصر مرزا صاحب پبلسٹی افسر محکمہ اوقاف آزاد جموں و کشمیر راقم کے گھر تشریف لائے اور کتاب کی منظوری کا مژدۂ جانفزا سنایا جس کے لیے میں یہ منظوم قبلہ حاجی میاں محمد زمان صاحب کی خدمت میں لکھ رہا تھا۔ یہ چودہ شعبان المعظم ۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۶ جنوری ۱۹۹۵ء بروز سوموار کی بات ہے ادھر دربار شریف میں حضرت پیرا شاہ غازیؒ کا دو سو باونواں (۲۵۲) سالانہ عرس مبارک زوروں پر تھا اور ادھر یہ فکر دامن گیر تھی کہ ابھی تک تصنیفی کام کی محکمہ اوقاف کی طرف سے منظوری صادر نہیں ہوئی جبکہ کام نزدیک آ لگا ہے کہ اتنے میں مرزا صاحب تشریف لے آئے اور آتے ہی فرمایا کہ حکم منظوری جاری ہو چکا ہے۔ اور ناظم اعلیٰ اوقاف جناب افتخار حسنین عباسی آپ کو دربار عالیہ کھڑی شریف میں یاد فرمایا رہے ہیں۔

چنانچہ حاضر خدمت ہو کر یاد آوری کا شکریہ ادا کیا اور کتاب کے چیدہ چیدہ اقتباسات سنائے جس سے آنجناب بہت محظوظ ہوئے اور راقم کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

۱۶ جنوری ۱۹۹۵ء سوموار ۱۴ شعبان ۱۴۱۵ھ

احقر:- محمد خلیل ثاقب
خاکسار کوچہ دربار عالیہ سرکار حضرت پیر شاہ غازیؒ
کھڑی شریف آزاد کشمیر

چٹھی - ۲

(بیرون ملک مقیم یاران وطن کی خدمت میں)

قدر شناسی کم نہ ہر دا کردا جانن والا
ورلا ورلا ہوندا جگ تے قدر پچھانن والا

ماخوذ از شعلۂ نور تصنیف خلیل ثاقب

اول حمد ثناء الٰہی آکھاں پڑھ بسم اللہ
منزل تیک پہنچاوے خط نوں خیری کھڑ بسم اللہ
میں سنیا جے نام ربے دا ایڈ تاثیراں والا
اک واریں پڑھ بخشیا جاندا لکھ تقصیراں والا
سرور عالم ختم نبیاںؐ جو محبوب ربانان
آل اولادؓ ازواجؓ ذریتؓ بھی اصحابؓ تماماں
پاک نبیؐ سنگ سبھناں اوپر ہون درود سلاماں
ربا! بخش توفیق حضوروں زندیاں اہل ایماناں
حمدوں نعتوں ذکروں شکروں مٹھیاں رہن زباناں
تے جو سفر حیاتی والا کر گئے ایس جہانوں
شالا فاتحہ خیر شاواں ملے ثواب انہاں نوں
ہن کجھ عرض کراں۔ وچہ خدمت وطنوں دور بھراواں
ایہہ چٹھی تحریر کرن دی غرض تمام بتاواں

دس کتاباں لکھیاں اج تک چار طبع کروایاں
اک حکومت / اک بک سیلر/ دو آپے چھپوائیاں
جیہڑیاں طبع نہ ہویاں ہن تک فکر انہاندا مارے
رب سبب بناسی اوڑک بھار نبھاسی سارے
"شعلہ نور"★ کتاب جو میری کیا آکھاں میں کیسی
انشاء اللہ پڑھ کے پاسو اسم مسمیٰ جیسی
چھوٹی بحرے سخن پنجابی آکھے حسن سلوکوں
ہر اک سخن شریفوں پاسو لذت سیف ملوکوں
برکت یمن تاثیر اہدے وچہ سب کجھ فضل الٰہاوں
جاگ پرم دی لگی لیکن عارفؒ دی درگاہوں
سیف ملوک تے عاشق آہا بدیع جمال پری دا
میں عاشق ہاں نال ایمانے عارف مرد کھڑیؒ دا
ایہہ لکھتاں سب نذر انہاندی پاون نظر کرم دی
نال نگاہواں تارن ثاقبؔ مینوں ندی پرم دی
عرض میری سن فرض تساں تے رل کے ہلاّ مارو
کوشش کر کے طبع کراؤ ہمت مول نہ ہارو
"خوشبو فقر"★ کتاب اک دوجی صفت جو پیرے شاہؒ دی
میاں صاحبؒ دی سیرت جسوچہ خوشبو صدق صفادی
اوہ نظم ایہہ نثر اردو وچہ دفتر جان فقر دا
واقف قلم میرا سی رمزوں / سہل گیا سبھ کردا

عالیشان کتاباں دونویں خرچ طباعت بھارا
قلم تونگر پر ہتھ خالی چلدا مول نہ چارا
شرف بڑا اس گل دا مینوں میں وسنیک کھڑی دا
کون پنجھال بنے پر ثاقبؔ اس آزمائش بڑی دا
میں فرزند اس خاک وطن دا دھرتی میری ماتا
ایس وجہ تھیں ہم وطناں سنگ گہرا میرا ناتا
جے تساں جانتا ایہہ اک نکتہ / ہے ایہہ شاعر وطن دا
شعر میرے دی قدر کریسو پاسو مُل سخن دا
میں سنیا جے بے قدراں ہتھ لال سچا پھٹ جاندا
ناقدری دے صدمے پاروں زخم کلیجے کھاندا
نہیں دیندا تے نہ دے بیشک / نہ دے مول کسیرا
شعر میرے نوں نشتر لاکے دیویں مول نہ چیرا۔
نہ کر خفگی نال کسے دے ہولیں بول فقیرا
جس کشکول ہتھے وچہ پھڑیا بولے دھیرا دھیرا
کرو تعاون درموں داموں قولوں فعلوں نالے
شالا سجناں دے کن پچھن دردمنداں دے آلے
جو حضرات لبیک پکارن نام ضرور لکھاون
لے ایڈریس میرا اوہ میں دل خط ضرور پہنچاون
انشاء اللہ وقت طباعت شامل لسٹ کرانگا
حین حیاتی تا دم باقی شکر گزار رہوانگا

کراں دعائیں رب بچاوے ہر نوں نکر فریبوں
زندہ باد جو نیک کماں تے خرچ کرن کجھ جیبوں
ایہہ بھی کم مبارک سجنوں نیکی یاد رہے گی
تیک قیامت خلق تساں نوں زندہ باد کہے گی
ایس کمے لئی رل مل سارے انجمن اک بناؤ
"خوشبو فقر اکیڈمی" اس دا رکھو نام بھراؤ *
جاں سب رقم اکٹھی ہووے سنداں نال پہنچاؤ
نہ تے اس نوں میں کھا سکاں نہ ہی تسیں بھی کھاؤ
جے تساں رل مل کوشش کیتی اپنے شوق کمالوں
سرانجام ہوسن کم سارے صاحب ذوالجلالوں
اس نیکی دا وچہ درگاہے قدر زیادہ پیسی
تیک قیامت حق تساڈے صدقہ جاری رہسی
جے کوئی نام اللہ دا لے کے اکو مرد پیارا
"شعلہ نور" چڑھائے چھاپے اس دا کم نیارا
ٹائیٹل اوپر بعد مصنف اسدا نام ہووے گا
وچہ خلق اللہ اس نیکی دا چرچا عام ہووے گا
اینویں ہی جے کوئی ہور پیارا "خوشبوفقر" چھپاسی
اس چھپنے دے بدلے اس دی رب خوشبو پھیلاسی
ہر نیکی دا اجر الہاؤں ملدا ہے ہر اک نوں
جیونکر سک سجن دی ملدی آ ساجن دی سک نوں

یا رحمٰن رحیم کریما ! ہر دے کام سنواریں
نال اسلام ایمانے رکھیں نال ایقانے ماریں
شالا ! رہن سلامت ہر دم نال خوشی دے سارے
ناواقف تے / واقف نالے دلبر یار پیارے
یارب ! دین سلامت منگاں چڑ توڑیں جگ جیوے
کلمہ پاک نبیؐ دا ثاقبؔ ہر دا ضامن تھیوے

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

چھٹی ۔۳

یاد دلبراں

("پہلے شعر میں دقت محسوس ہو رہی تھی کہ اتنے میں پنڈی سبھروال والا سائیں سید محمد تشریف لے آیا جسے دیکھتے ہی شعر موزوں ہو گیا۔")
السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ !

آ بھو سائیں سید محمد! لا سگریٹ دا سوٹا
سانوں یاد سجن دی آئی اسم محمد بوٹا
دلبر یار محبت والا عاشق مرد سخن دا
وادھا گھاٹا خوب پچھانے کرے خیال وزن دا
دتیوس عقل شعور خداوند نالے دلی آگاہی
سوز کنوں دل روشن کیتوس قدرت پاک الٰہی

دانشمند / رمز دا بھومی / مالک سوچ فکر دا
جس موتی نوں ڈابوں کڈھے فیر نہیں اوہ کردا
یعنی جس بھی سخن شریفوں مطلب کھول بتاندا
ایسا نقش دلاں تے ہوندا فیر نہیں جو جاندا
کتھوں اڈ کے کتھے پہنچی چٹکی خاک وطن دی
وچہ پردیساں دے جا مہکی بن خوشبو سمن دی
خوشبو اسدی تیکت نہ پجدا نافہ ہرن ختن دا
خوش آواز ابدی نے کیتا اچا نام وطن دا
کستوری دی مشک زیادہ پر اسنوں کس ٹوری
لوَر فلور آواز کرے تے گونجے اپر سٹوری
خوش گفتار / آواز رسیلی / نالے جاگ پرم دی
ایہہ تے جس حاصل اس پر جانو نظر کرم دی
سیف ملوک اس جد بھی پڑھا پڑھیوس چاہیں چاہیں
پر تاثیر کلام ولیؒ دا رنگ گیا اس تائیں
ایہہ سب فیض کھڑی دا ثاقب مینوں باور ہویا
تینئیں بوٹا فیض نظر تھیں شجر تناور ہویا
ادب پنجابی دا اک روشن نام محمد بوٹا
وچہ گجرات پلا گیا شیریں جام محمد بوٹا
پر ایہہ ہور جو کر گیا ساڈا کام محمد بوٹا
لٹ کے لے گیا رخت دلے دا شام محمد بوٹا

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

قربان حسین جڑولاں والے جو فرزند سخی دے
اساں ہمیشہ اک دوجے نوں جانیا مثل اخی دے
قدر شناس سخن دے مرزا کس کلیالاں والے
بعد ازاں پھر چوہدری طالب جو بڑیالاں والے
ہور بھی چند اک ساجن دلدے خلق مثالی والے
جیوں حاجی منظور صاحب نے کھیڑ رتالی والے
چوہدری محمد زمان تے خادم / عجب ، حمید برادر
چوہدری اشرف / اسلم / اکرم آون یا برابر
حاجی چراغ دین صاحب تے جو فرزند انہاں دے
دیئو سلام اساڈی طرفوں جیویں پسند انہاں دے
سدا حسین اپر رب رکھے سدا حسینؓ سائے
بن ازمایوں وانگ عزیزاں بہت میرے کم آئے
ظفر منور اتے تصور افراہیم پیارا
شالا سکھ وسن پردیسیں بس کر ثاقب یارا
رفیق ہمیش رفیق دلاں دے طبع کھلے بستانوں
مٹھیاں نچھاں ساڈی طرفوں شالا جان تسانوں
خبرے کتنے وچ ولائیت دلبر ہوسن میرے
اکرم / اکبر / حاجی خالد جیونکر محسن میرے
خاص عزیز صدیق پڑوسی / مٹھیاں نچھاں جاون
سب گرائیں تے بہنائیں یاد برابر آون

خوش وسن سب سنگی ساتھی نیک عاداتاں والے
قدر شناس سخن دے نالے مٹھیاں باتاں والے
اشرف یار پیارے باجھوں ڈاہڈی طبع وراگی
کیویں اڈ ولائیت پہنچاں حب دلے وچہ جاگی
جس جائی وچہ یار وسیندا اوہو جاہگ بھلیری
کاش ! سجن دے کوچے اندر کتٹیا ہوندی میری
عنائیت حسین تے خالد صاحب چوہدری محمد عبداللہ
مت ایہہ سوچن وقت لکھن میں نام انہاندے بھلا
ہور بھی بہتے اسم لباں تے آون چنگ چنگیرے
پر سخناں وچہ پھبدے نائیں کیتے جتن بہتیرے
کہڑا کہڑا گن کے دساں کسدا نام پکاراں
بعضے نام نہ جچدے شعریں بیشک سخن سنواراں
جس جس شخصے ہمت کر کے بھار نبھایا سارا!
اس اس شخصے دے سر ثاقبؔ روشن رہے ستارا

ردیف

نازک نرم دلے نوں آکھن شیشہ ہوندا ونگدا
ٹٹ جاوے مڑ جڑدا ناہیں جوڑ کیا پھر سنگدا
کالا ناگ ہجردا جسنوں رہے ہمیشہ ڈنگدا
کرو قیاس ابدا پھر کیونکر اک اک ہے پل لنگھدا

لاکھ طرح دی خلقت ربدی بندہ بھی رنگ رنگدا
کوئی پنجابی / کوئی کھڑی دا / کوئی ساجن ہے جھنگدا
لاہ کھٹکا ایہہ عرض گزاراں سنو سوال ملنگدا
دل چاہندا تے کرو تعاون زوریں مول نہ منگدا
عاشق بھکھا دید سجن دا کرے احساس نہ تنگدا
پڑھ خاں قصہ مجنوں والا میل اتاری زنگدا
روزی رزق خداوند دیندا گلہ نہیں ہتھ تنگدا
خط " کشکول" میرا جو ثاقبؔ فقط تعاون منگدا
نہ لالچ نہ لوبھ کسے دا طلب نہیں میں زردی
اگوں عمل کریں توں جیونکر ہوگ طبیعت کردی
عشق پتنگاں / سوز کلنگاں / چن پسند چکوراں
بلبل مست پھلاں تے عشقوں پہینگاں پایاں بھوراں
ہر دل اندر طلب سجن دی ہرنوں عشق سجاواں
مینوں عشق کتاب اپنی دا چھیتی نال چھپاواں
" خوشبو فقر" میری ہے لیلیٰ / " شعلہ نور" پری ہے
عزم میرا ہے " سیف شہزادہ" جس دی صفت کھری

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

۱ ؎ " خوشبو فقر" اور ۲ ؎ " شعلہ نور" میری غیر مطبوعہ دو کتابوں کے نام ہیں
☆ کشکول میرا ایک منظوم خط ہے جو بعنوان ' یاران وطن کے نام' شائع ہوا ۔

احقر العباد:
محمد خلیل ثاقبؔ

شان سخاوت اور صدقہ جاریہ

زندہ باد سخی دی عادت خلق سخاوت والی
جو کشکول فقیراں سندا موڑے مول نہ خالی
انشاء اللہ حاصل پاسیں میری بات کھری دا
بہتھ سخی دا مثل نمونہ سگواں شاخ ہری دا
لوک تراڑاں مارن اسنوں اوہ پھل دیندی مٹھا
اگلے سال زیادہ پھلدی آپ اساں ایہہ ڈٹھا
جے کوئی ٹوپہ بیج کھرے دا جا مٹی وچ کیرے
سالوں پہلاں اوہ غلے دے من دا ڈھیر اچڑے
ہر کم دی کجھ مہلت ہوندی تاول نہیں کری دا
ملدا اجر الٰہاوں ثاقب پر کجھ روز جری دا

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اللّٰہم صلی علی محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

تمت بالخیر

20 فرہنگ بلحاظ ابواب

"میاں محمد بخش ایک آفاقی شاعر"

مشکل الفاظ اور معانی

باب ۱ میاں محمد بخشؒ حالات زندگی ہے۔ ◄ جہلم گھاٹوں پربت پاسے : دریائے جہلم کے پتن (گٹالیاں) سے شمال کی طرف ۔ ◄ لوڑن : لوڑ کریں، ڈھونڈیں، تلاش کریں۔ ◄ سٹ پسٹا: تاول ۔ گھبراہٹ ۔ افراتفری ◄ کد اسدی جند سہندی : اس کا دل کب برداشت کرتا ہے۔

باب ۲ پیراشاہ غازیؒ کے حالات زندگی ہے۔ ◄ نت : ہمیشہ ۔ روزانہ ◄ دان دینا/دان پن کرنا : انعام و اکرام دینا، صدقہ خیرات کرنا ۔ بخشش دینا ۔ احسان کرنا۔

باب ۳ شخصیت اور فکروفن ہے۔ ◄ کنڈھے کول : کنارے کے نزدیک ◄ سہانوندی : خوبصورت دکھائی دیتی ہے۔ ◄ ہریار دا : ہرا بھرا کر دیتا ہے۔ ◄ پہیں : یہ لفظ کی بجائے حرف ہے اس کے معنے ہیں ۔ بھی ۔ پھر، پیچھے آگے، پاس، نیز ◄ اکسیر : کیمیا ۔ سونا ۔ فیض بخش ۔ ◄ اکن : اکنا سے ہے اس کے معنی ہیں اکنا تھکنا، اکتاہٹ محسوس کرنا۔ ◄ صنعت : لفظوں کے استعمال کی کاریگری مثلاً صنعت ایہام ، صنعت تجنیس اور صنعت مقلوب وغیرہ ۔ ◄ بنجہال : حصہ دار۔ غمخوار ◄ چنتا چہ ونڈاوے : کون ہے جو فکر اندیشوں میں غمخوار بنے۔ ◄ روگ : بیماری ۔ گہرا دکھ۔

◄ عدم شہرت دے سقموں : شہرت نہ ہو سکنے کے سبب / مشہوری نہ ہو سکنے کی وجہ سے۔ ◄ خوسلونی : نمکیں طبیعت ، خوش اخلاقی۔ ◄ صورت اپن اپاری : نہایت عمدہ شکل و صورت۔ ◄ گجھی رمز : ڈوہنگا بھید، گہراراز ۔ ◄ اوڑک : بالآخر۔ آخر کار ۔ ◄ بھاج : شکست ، پسپائی ۔ ◄ اوڑک کھاسیں بھاج : آخر تجھے شکست ہوگی۔ ◄ لوڑ اہدی گن کچی : اس کی طلب و جستجو کو ادھورا جان ۔ ◄ چواتی : ٹمٹماتا ہوا دیا/ ٹم ٹم جلتی موم بتی ، مطلب یہ ہے کہ بہت مدھم روشنی۔ ◄ ریس : خواہش ، حرص ، تمنا ، رشک ◄ چوکھر : پالتو چوپائے۔ ◄ دبھ : چبھنے والی نوک دار موٹی گھاس۔ ◄ للھاں : کچے بیر ◄ حب : بیر (دانہ)

باب ۴ میاں محمد بخش بحیثیت ایک نقاد ہے۔ ◄ یک فنی : نہایت عمدہ فن کار۔ ◄ سنی : سند یافتہ ، مستند ◄ انگل ٹکسن : انگلی دانت تلے دبائیں گے۔ افسوس کریں گے ۔ ◄ انگل دھرنی : نکتہ چینی کرنا ، عیب نکالنا۔ ◄ وتیا : گیا ، وتنا کے معنی ہیں جانا ۔ ◄ زور کمیں : تھوڑا زور ، کم طاقت ◄ دھونسا : بڑا نقارہ اور دھونس کے معنی دھمکی۔ ◄ پنجاب حوالی : صوبہ پنجاب اور اس کا گردو نواح ◄ جڑئیوس : اس نے جڑا ، مہر لگائی۔ ◄ نال آئینے : قرینے اور سلیقے کیساتھ ۔ ◄ سیم : چاندی ◄ ستم : ظلم ۔ ◄ عم : چچا۔

باب ۵ آپ کی شاعری کے موضوعات ہے۔ ◄ زیان : نقصان ◄ دل بگلائی کارن : دل بہلانے کے لیے ۔ ◄ وانگ /وانگر /وانگن : ان تینوں کے معنیٰ ہیں۔ (فلاں کی مانند، فلاں چیز کی طرح) ◄ جل : پانی ◄ تخت سہاکے : تخت سجا کر ◄ چھتر جڑے فیروزے : ہرے درختوں کی چھتریاں سبز فیروزے سے جڑی ہوئی دکھائی دیتی تھیں۔ ◄ آہلنیاں وچہ

بوزے : چڑیاں، پرندے جو اپنے گھونسلوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ◄ پھوہارے : چشمے اور فوارے ◄ ون وناں دی کاٹھی : قسم قسم کی لکڑی ◄ سیف : تلوار ، شمشیر

باب ۶ میاں محمد بخش ایک عظیم صوفی اور فلسفی شاعر ہے۔ ◄ مجاز وحقان : عشق مجازی اور عشق حقیقی ◄ واصل ہوئے لکھ : لاکھوں کو خدا کا عرفان حاصل ہوا۔ ◄ وحدت دے مدھ لالوں : وحدت کے سرخ شراب سے (خدا کے عشق کا نشہ) ◄ اناالحق : شاہ منصورؒ کا نعرہ کہ میں حق پر ہوں۔ یا میں ہی سراپا حق ہوں۔ اور حق خدا کا نام ہے۔ ◄ نحن اقرب الیہ من حبلِ الورید : میں بندے کی شہ رگ سے بھی قریب ہوں۔ ◄ دوئی : غیریت ، انانیت ، خدا کی مثل بننا، شریک ۔ ◄ میں ونجے : بندے کے اندر سے خودی غروراور تکبر نکل جائے۔ ◄ ہون نبودے : تباہ و برباد ہو جائیں۔ بالکل بے نام ونشان ہو جائیں۔ ◄ گلیوں شکر ہودیگا : شہد کا خالی چھتہ شہد سے بھر جائے گا، گلے الاپنے کی بجائے سراپا شکر گزار بن جائے گا۔ نامراد سے بامراد ہو جائے گا۔ ◄ گل نہ جاندی بائی : بات بیان نہیں کی جا سکتی۔ ◄ جھل آفت دا لگا : مشکل گھڑی کا ایک جھٹکا سا لگا۔ ◄ جاں مرچکیوس بھوندا : جب عشق میں سرگردانی کرتا اور خاک چھانتا مر جاؤں گا۔ ◄ کولے ہوسی کفن محمدؒ : ذو معنی بات ہے اس لیے دونوں معنی لیے جا سکتے ہیں۔ اے محمد! کفن جل جائے گا۔ یا اے محمد! کفن پاس ہی ہو گا۔

باب ۷۔ عارف کھڑی کا کلام اور ما بعد الطبیعات ہے۔ ◄ سر ربانی : خدائی راز ◄ روپ گمانی : اس شان اور گمان کے لائق خوبصورت حسن کا حامل

انسان کہاں ہے۔ ◄ کایاں دھار زنانی : عورت کا بھیس بدل کر ◄ شاہ مہرے : بادشاہوں کے چہرے ، وہ دو بادشاہی تصویریں جن میں سے ایک شہزادے کی تھی اور دوسری شاہپری کی۔ ◄ کوٹے دی جائی : قلعے کے قائم مقام ◄ فاطلبنی تجدنی : پس میری طلب رکھ اور تلاش کر تو مجھے پا لے گا۔ ◄ لبھ لینا : پا لینا ◄ بھانبڑ : آگ کے شعلے ◄ ہودن فیل پیادے : پا پیادے اور نادار بھی مست ہاتھی کی طرح جوش خروش سے بھر جائیں اور تیز رفتار ہو جائیں۔ ◄ رٹ مکائی : صلح صفائی سے بات نبٹائی ۔ ◄ توڑے : خواہ ، بے شک ◄ جھڑیا : گرا ۔ ◄ اس ولوں : اس کی طرف سے ◄ کالا تار زناروں : ہندوں کے سیاہ جنجو کے دھاگے سے بھی زیادہ کالا۔ ◄ دھول مچھی تک : تحت الثریٰ کی وہ مچھلی جس پر دھول (بیل) کھڑا ہے اس تک ۔ ◄ دروگ : گہرا ویران کھڈ یا کنواں۔ ◄ خزندے : نقصان دہ جانور ◄ بے نظیر : یہ میر حسن کی مثنوی سحر البیان کا زندۂ جاوید کردار ہے جو شاہزادی بدر منیر کا عاشق تھا۔ ماہ رخ پری بھی اس کی عاشق تھی۔ اس نے شاہزادے کو بدر منیر کے حسد سے گہرے ویران کنویں میں ڈال دیا تھا۔ یہاں اسی کردار کی طرف اشارہ ہے۔ ◄ دنج ورتی : جا گزری ، وہی حالت اس جگہ بھی پیش آئی۔ ◄ وال بگے ہونا : بال سفید ہونا ۔

باب ۸۔ آپ کی کتابوں پر سیر حاصل تبصرہ ۔ ◄ مہنیوال : مجیاں دا چروال ، بھینسیں چارنے والا ، سوہنی کے عشق میں مرزا عزت بیگ نے بڑے عرصے تک اپنی محبوبہ کے باپ تلے کمہار کا مال چرایا جو سارے گاؤں کا چروال تھا ۔ ◄ ہنجار : وضع قطع ، طور طریقہ ◄ ناہنجار : بے وضع ◄ گاٹا

مرلی وانگ سی : گلا بانسری کی طرح پتلا اور خوش آواز تھا۔ ◄ عطر عبیر : ان سے دو خوشبوئیں مراد ہیں عطر اور خوشبوار پوڈر ◄ مستور : پردے میں چھپا ہوا ◄ منظور : معشوق ، محبوب ، مطلوب ◄ مرغوب : بہت دل پسند / پسندیدہ ◄ لڑکی بک کلالاں والی : شراب فروشوں کی لڑکی ، وہ جو مذہباً مجوسی تھے ◄ چندن بدن : صندل کی طرح خوشبودار ، خوبصورت ◄ سہیلی دہی : گدگدی طبیعت ، سہیل ستارے کی طرح خوشبو آفرین بدن ◄ جنجوں : ہندوؤں کے گلے کا مذہبی کالا دھاگہ جسے زنار کہتے ہیں۔ ◄ خوک : خنزیر ◄ اوہ بت کافر : وہ کافر صنم ، وہ حسن و ادا کی پتلی اور سراپا ناز محبوبہ ◄ اندر اہل اسراراں : عارفوں کے گروہ میں ◄ نیر : پانی ، آنسو ، سمندر ◄ کلک : قلم کی کانی ◄ ختن : ترکستان میں ایک علاقہ ہے جہاں کے ہرنوں کے نافہ کی کستوری بہت خوشبودار ہوتی ہے ◄ نوکند: آھڑک ، پھرتیلا ، نیا نیا۔ ◄ تاہ دکھانا : بل پیچ دکھانا / تاول کرنا ، پھرتی دکھانا ۔ ◄ نتھاواں : جس کی کوئی جگہ نہ ہو ، غریب ، مسکین ، بے کس۔ ◄ مولد : جائے پیدائش۔ ◄ چیتا : یاد ، خیال ، دھیان ، تاکید۔ ◄ چیتا چیتا : یاد رکھنا ، ہر گز نہ بھولنا۔ ◄ ساہد لینا : سر کرنا ، فتح کرنا۔ ◄ چھیک : سوراخ۔ ◄ مرگاں ڈھائیں مادیاں : ہرن واویلا کر کے روئے۔ ◄ سیاپا کرنا : رونا ، پیٹنا۔ ◄ مدور : دائرہ نما ، گول۔ ◄ طرفہ : نادر ، عجیب ، خوش آئند۔ ◄ تھوڑی : چمڑا ، اچھی کھال کا پلہ۔ ◄ نعلین مبارک : پاپوش مبارک ، جوتی مبارک۔ ◄ چٹا باناں : سفید لباس

باب ۹ ۔ سیف الملوک (قصہ کا مختصر خلاصہ) ◄ کیتی چھاں نشاناں : جھنڈے بلند ہو کر لہرانے لگے تو پھریروں کے سایے نے بہار بنا ڈالی۔ ◄ کھریا

Scanned with CamScanner

دھونسہ ٹریا ڈیرہ : نقارہ بجا اور قافلہ چل پڑا (کھرنا کے معنی ہیں بجنا)۔ ◄ میتا : اے پیارے دوست۔ ◄ جاں جاں تیک سراں گا : جہاں تک مجھ سے ہوسکے گا۔ ◄ ٹھاکنا: منع کرنا، روکنا۔ ◄ درد ونجارے : دکھ دور کرے۔ ◄ پس خوزدہ : جوٹھا۔ ◄ گرم ہووے افسردہ : بے سکون کو آرام وسکون ملے۔ ◄ صورت دا بھرمایا: صورت کا طلبگار، سچا عاشق زار۔ ◄ شامت : مصیبت ، سزا۔ ◄ کت دل جاواں : کس طرف جاؤں ، میرا کوئی بھی نہیں ہے۔ ◄ پچھلا جرم گنوایا : پچھلا جنم بھوی کھو چکا ہوں۔ فخراب وجد بھی بھول چکا ہوں۔ اب میں نہ شاہزادہ نہ والئ مصر بلکہ تیری ذات کا طلبگار ہوں۔ ◄ مقررہ : ضرور ، بلاشک وشبہ۔ ◄ پھرنے پیا مرروڑا : کلیجے میں ہوک اٹھی۔ ◄ باغاں اندر رروڑا : باغوں میں خزاں کا دور چھا گیا۔

باب ۱۰ ۔ سیر سیف الملوک ۔ ◄ گھت : ڈال ، شامل کر ۔ ◄ جہل : جہالت۔ ◄ تم ہونا : ختم ہونا۔ ◄ گھاہی : گھسیارا۔ ◄ استر : ہم بیسچارے ۔ ◄ کہنہ مبارک : کن کی شان ، اسکی قدامت۔ ◄ چونوں اتے چگونوں : کسی نقص اور عیب سے ، نکتہ چینی سے۔ ◄ سادریاں تھیں : سانولے اور گندمی رنگ کے لوگوں سے۔ ◄ نستارے کرنا : نکھیڑ کرنا ، عدل کرنا ، باریک رازوں کو پانا۔ ◄ کھریا دین دماماں : دین کا ڈنکا بجا۔ ◄ چھیک دینا : سوراخ کرنا ، نتھی کرنا ، فائل میں بند کر دینا۔ ◄ لولاک لما خلقت الکون : (حدیث شریف) اگر آپؐ کو پیدا نہ کرنا ہو تو ہم کائنات کو پیدا نہ کرتے۔ ◄ خال غلامی اسدی والا : اسکی غلامی کا نشان۔ ◄ نقیب : چوبدار ، مدح خوان ، خبر دینے والے ، بادشاہ کی سواری کے آگے چلنے والے۔ ◄ بھجنا : دوڑنا ، چلنا جانا۔ ◄ بکناں بدن حلالے : جانیں قربان کر کے

شہادت پائی۔ ◄ نردھن : کنگال ، بھوکے ننگے۔ ◄ دامن پاک ریاؤں : ریاکاری سے پاک۔ ◄ اداسی جبوڑا : طبیعت کا اداس ہونا۔ ◄ میں کریوں ہتھ واگ بلوچے: میری مثل اس اونٹ کی طرح ہے جس کی مہار اس کے مالک بلوچ کے ہاتھ میں ہو۔ میں اپنے استاد اور پیرومرشد کے ہاتھ میں ہوں ◄ لہنا: سود ، منافع۔ ◄ ترٹی : کمائی ، وراثت ۔ ◄ لٹی : غریب ، کنگال ، بے چاری ۔ ◄ ویسوں ویس : قسم قسم کے ملبوسات۔ ◄ گھنیاں : بہت گنجان۔ ◄ سالک : درویش ، سلوک کی منزلیں طے کرنے والا۔ ◄ بے نیازی دے چھک اگے: اللہ تعالیٰ کی بے پرواہی کے آگے دونوں جہان کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ ◄ سر گجھا وچ تپلی : تپلی کے اندر بھید پوشیدہ ہے۔ ◄ رمزاں دے گھنڈ کھولے : رمزوں کی گرہ کشائی فرمائی۔ ◄ مطاف بیت اللہ : خانہ کعبہ کا گول صحن جس میں حاجی کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ ◄ پندھ : سفر۔ ◄ لوڑ: جستجو ۔ ◄ گھنے قضیئے : بہت زیادہ مشکلات۔ ◄ ساجن کا گھٹ میں آنا : ساجن کا گود یا کلاوے میں آنا، ہر وقت اس کا تصور رہنا۔ ◄ دس پکیری پانویں : مجھے پکی خبر دینا۔ ◄ رتوں رونا : خون کے آنسو رونا۔ ◄ نماناں : عاجز ، بے کس ۔ ◄ ندی مجاز سمند حقانوں : ندی سے مراد عشق حقیقی کا سمندر ہے۔ ◄ ندی پرم دی : عشق و پریم کی ندی۔ ◄ آز و حرص : طمع اور لالچ۔ ◄ چانن ہوگ ودھیرا : ہر جگہ روشنی ہی روشنی ہو گی۔ ◄ تاولیاں : جلدی جلدی ، تیزی سے۔ ◄ صدق ثبوت تے مشکل آساں : آدمی صدق و یقین سے ثابت قدم رہے تو ہر مشکل آسان ہے۔ ◄ جھال جھلے گا: برداشت کر سکے گا۔ ◄ لقا : دیدار ، ملاقات۔ ◄ چنتا پئی گھنیری : بڑی فکر لاحق ہوئی۔ ◄ باغ ارم : شارستان سنہری کا

باغ، تمثیلاً جنت کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ ◄ ساہدنا: سر کرنا ، فتح کرنا۔ ◄ غول : ٹولے ۔ ◄ دستاویز : سند ، رہداری۔ ◄ کھل و نجن سبھ باہندے : سب روکاوٹیں دور ہو جائیں۔ ◄ واصل کرنا: ملاقات کرانا۔ ◄ گلیم گوشاں : وہ قوم جس کے کان اتنے بڑے تھے کہ وہ اپنے کانوں کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیتے تھے۔ یاجوج ماجوج۔ ◄ استریاں : عورتیں۔ ◄ مایاں : مایہ ، دولت۔ ◄ اتلی : ظاہری۔ ◄ گوھڑائی : گڑ ، مٹھائی۔ ◄ ترنجن : سہیلیوں کی ٹولی ، ستاروں کا جھرمٹ۔ ◄ ترنبھڑ کھاسیں : جنڈ گرنڈے کے چھاپے سے مار کھائے گا۔ ◄ کرکٹیاں : کہکشاں اور ستاروں کی ٹولیاں۔ ◄ ونڈ گراہیاں : لقمے تقسیم کر۔ ◄ اٹھ دے بنیاں : اٹھ مہراجا۔ ◄ نروئے : صحت مند۔ ◄ گھت انگوٹھا کڑیا : پاؤں کا انگوٹھا چھلے میں ڈالکر قابو کر لیا۔

باب ۱۲ ۔ قصہ کے چند اہم کردار۔ ◄ منشی مصدی : لکھنے اور شمار کرنے والے۔ ◄ کٹک : لشکر وسپاہ۔ ◄ عادی دا شہزادہ : حسبی نسبی بادشاہ زادہ۔ ◄ عسر یسر: تنگی فراخی۔ ◄ سدا برت : لنگر خانے۔ ◄ عادی دیاں اصیلاں : خاندانی شریف لوگ۔ ◄ چڑھدی کلا ستارہ روشن : (دعاء) چاند کی طرح چمکو اور قسمت کا ستارہ سر پر روشن رہے۔ ◄ بھرم رہے گا: افسوس رہے گا۔ ◄ جیونکر لوہٹا اگدا: جیسے آگ میں سڑ کر سیاہ لکڑی کی لٹھ ہو گیا ہو۔ ◄ سیج : پلنگ ، بستر۔ ◄ رنجانی : دکھ دینے والی۔ ◄ مثل سہانی : بٹی یا ریتی کی طرح۔ ◄ البرز : ایران کا مشہور پہاڑ۔ ◄ نطع : چمڑے کا ٹکڑا۔ ◄ جاں اسنوں شاہ پیلی: جب بادشاہ اسے کسی کی گردن اتارنے کے لیے ہوشیار کرنے کی خاطر ڈنڈ پیلنے کو کہتا یعنی دو چار دفعہ ورزش کراتا تو ◄ توبرہ : گھوڑے کے منہ کے ساتھ بندھا ہوا وہ تھیلا جس میں اسے دانہ

کھلایا جاتا ہے، جلاد کے گلے میں لٹکا ہوا ریت کا تھیلا۔ ◄ پھکھیا : بھیک ، گدائی ٹکڑا۔ ◄ جگت : دنیا۔ ◄ کٹاراں : خنجر۔ ◄ پمنیاں : پلکیں۔ ◄ چنن بدن : صندل جیسا خوشبودار بدن۔ ◄ بشیئر زلفاں : ناگ کی طرح سیاہ زلفیں۔ ◄ عطر پھلیلی : پھولوں کا عطر۔ ◄ جتول : جس طرف۔ ◄ جھلکاروں : حسن کی چمک دمک سے۔ ◄ حاکم ملک مناں دی: دلوں کے ملک کی ملکہ۔ ◄ یمن : برکت ۔ ◄ کوڑ الادن والا : جھوٹ بولنے والا۔ ◄ کی لاچار: کیا مجبوری ہے۔ ◄ بندی بندی پھبدی آہی: ماتھے کی بندیا اس بندی کو بہت خوبصورت لگتی تھی۔ ◄ الا مکھن : نرم اور تازہ مکھن۔ ◄ دہی : طبیعت ، مزاج۔ ◄ شب بیداری : رات کا جاگنا۔ ◄ ایسے نقش نہ بنگے : فن سنگ تراشی سے پتھر کے ایسے نقش نہ تراش سکیں ۔ ◄ نخل مراد : شجر امید ، گوہر مقصود ۔ ◄ رحمت کنوں سرشتی : اللہ تعالیٰ نے اپنی خصوصی رحمت سے اسے نوازا۔ ◄ انبر: آسمان۔ ◄ مہین : باریک ۔ ◄ کلنگ: کونج۔ ◄ بینظیر : بدر منیر ◄ گلبدن: اردو مثنویوں کے کرداروں کے نام ہیں۔ بے نظیر اور بدر منیر تو میر حسن کی مثنوی سحرالبیان کے خوبصورت کردار ہیں اور گلبدن کسی اور مثنوی کا۔ ان میں معنوی لحاظ سے لکھنو کا چسکا بھی خوب موجود ہے۔ ◄ کیڑہہ کیتی : خبر نہ ہونے دی۔ ◄ پھرناں کریاتے سر پھریا: کلیجے میں ہوک اٹھی اور سر چکرا گیا۔ ◄ در افشانی کرنا : موتی چھڑکنا۔ ◄ لہہ لہہ کرے شعاع حسن دا: حسن کا نور چمک دمک رہا تھا۔ ◄ انت نہ آہا : کوئی حد نہ تھی۔ ◄ چترائی : چالاکی ، ہوشیاری۔ ◄ جوت : روشنی ، جلوۂ حسن۔ ◄ سیس : سر۔ ◄ دل بریاں ہونا : دل کباب ہونا ۔ ◄ نین سمند کجل دیاں لہراں : نین گہرے سمندر ہیں

اور ان میں کجلے کی لہریں ہیں۔◄ بنبول بجر دے: بجر کے کانٹے، بنبول سروٹ کے خشک پھول ہوتے ہیں۔

باب ۱۳ ۔ چند اہم موضوعات ۔ ◄ سوہنا : موزوں لگنا ، خوبصورت لگنا۔◄ سرچنا: مطمئن ہونا۔ تسلی ہو جانا ۔◄ ونج : جا / ونجنا ۔ جانا ۔◄ لیکھا : حساب کتاب ۔◄ سرجنا: نوازنا◄ چھیک : سوراخ ۔◄ یگاناں: واحد بے مثل ۔◄ بلیٰ / بلا : پہلے بلیٰ سے مراد قالوا بلا ہے (بولے کہ ہاں تو ہمارا پروردگار ہے) دوسرے لفظ بلا سے مراد مصیبت ہے ۔◄ لاہنگ : دریا عبور کرنے کا راستہ ۔◄ آ بگھتنا : ویسے ہی آ ٹپکنا ۔ بے ارادہ آ نکلنا ۔ اچانک آ جانا ۔◄ رچنا : مناسب لگنا ۔◄ رچتا پچتا : ملتا جلتا / میل کھاتا ۔◄ کوہیا : کیسا ۔◄ روگ : دکھ درد ۔◄ دھڑ: سر کے علاوہ باقی وجود کو دھڑ کہتے ہیں ۔◄ نقش سجن دا ثابت ہویا : محبوب کے تصور کا دل میں محکم ہونا ۔◄ حیدر عشق : عشق کا شیر ۔◄ پیوند : جوڑ / تعلق ۔◄ ملامت : طعن مہن / شرمندگی ۔ فقر میں ملامت کی منزل بھی آتی ہے جس میں لوگوں کی طرف سے طعن مہن / گلے الاہمے اور توہین آمیز پھبتیاں بھی برداشت کرنی پڑتی ہیں ۔◄ سیانپ کرنا : عقل سے کسی چیز کی پہچان کرنا / عمدہ سوچ ۔◄ کت گن : کس حساب سے / کس فائدے سے ۔◄ جنس کو جنس : جنس کی نسبت جنس سے ۔◄ تفات : فرق ۔◄ چوہاں طبعاں دی تون گھنائی : عناصر اربعہ کو آٹے کی طرح یکجان کر کے ایک بڑی کنال گوندھائی ۔◄ ملدے کر کر دھائی : دوڑ دوڑ کے ملتے ہیں ۔◄ کھدیڑنا : دوڑا دوڑا کر تھکا دینا / بے آبرو کر کے نکال دینا ۔◄ دھولے وانگر ہول نہ کردے : بیل کی مانند پرواہ نہیں کرتے / کندھا نہیں کتراتے ۔◄ بھاراں رکھن کاہندے : بوجھ اٹھانے کے لئے کندھا بچھا دیتے ہیں ۔◄ کوہ قاف : بہت اونچے سنگلاخ پہاڑ ۔◄ جتول ہوون راہی : جس طرف چل پڑیں ◄ تج دینا : ٹھکرا دینا ۔◄ ٹھوٹھا پھڑن گدائی : بھیک مانگنے کا کاسہ پکڑ کر در در سوال کرتے ہیں ۔◄ سمندر : ایک کیڑا جو آگ میں پیدا ہوتا ہے اور پانی کے سمندر سے تو آپ واقف ہی ہیں۔ ◄ دھن کھادن ماداں : ماؤں کو شاباش ملتی ہے۔◄ مردی : بہادری ۔◄ کول : اناج ، فصل ۔◄ پھولنا : کھولنا۔◄ مور ملخ : کیڑے مکوڑے۔◄ اسمتر : ہماتڑ ۔◄ تسمتر : تمہاتڑ۔◄ گل پلاتے گھاہ مونہیں وچ : یہ سب عاجزی اور ندامت کی علامتیں ہیں۔◄ ٹھگی موٹا : دھوکہ دہی ۔◄ موٹا بدن حرام کبابوں: حرام کباب کھا کھا کر جسم کو موٹا کیا ہوا ہے۔◄ دھڑی سندھور : مسی اور سندھور۔◄ چمک پری نوں لگے : پری کو تپ لگے ، پری کو رشک آئے۔◄ انگی : عورتوں کے پہننے کی چیز جس سے انکی چھاتیاں محفوظ رہتی ہیں، سینہ بند ، عورتوں کی چھاتی کو سنبھال رکھنے والی بنیان۔◄ ستھن : شلوار۔◄ چھاپے دار پوشاکاں : ٹھپے دار یا چھینٹ کے کپڑے ، پھولدار لباس۔◄ چنچل : شوخ ، فریب کار◄ چلتر: مکر فریب، بل چھل۔◄ کھپانا : ختم کرنا، خرچ کرنا ۔◄ نار : آگ ، عورت ، پچھوں تانا ، پچھتانا۔◄ رستم دستی : بہادری ۔◄ حال شکستی : شکستہ حالی۔◄ بھاج : بھگدڑ ، شکست۔◄ تیری اوٹ پناہ خدایا: اے اللہ! صرف تیرا ہی سہارا ہے اور تو ہی پناہ دینے والا ہے۔◄ آسا: امید◄ عاصا : سوٹی ، چھڑی ۔◄ سرگردان : پریشان ، آوارہ ۔◄ توں مقصود دلاں دے کھولیں : تو دلی مرادیں پوری کرتا ہے۔◄ پربت : پہاڑ/شمال کی ۔۔

طرف۔ ◄ ہور نوان اچاناں : کئی دوسرے نشیب و فراز۔ ◄ ڈھک (جمع ڈھکاں): ملزم، مجرم ۔ ◄ لاتقنطوامن رحمتہ اللہ : اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ ◄ کارد : چھری ۔ ◄ لہناں : لکیھا، نفع، فائدہ، قرض۔ ◄ کجائی : نامناسب جگہ، کس جگہ۔ ◄ دھگانے: زورا زوری، خواہ مخواہ۔ ◄ شارستان سنہری : پریوں کا سنہری دیس۔ ◄ عفریت : دیو۔ ◄ بھانبڑ بھڑکنا : آگ کے شعلے بلند ہونا، یا بھڑک اٹھنا۔ ◄ دھڑکے بڈ کڑکے : سست وجودوں میں چستی آئی اور ہڈیوں میں کڑکڑاہٹ پیدا ہوئی۔ ◄ شاہ پراں پر چھنڈے : دیوؤں نے اپنے پر جھاڑے، جنگ کے لیے تیار ہو گے۔ ◄ لوں لوں چڑھے سرنڈے : غصے سے جسم کے بال کھڑے ہوگئے۔ ◄ دھونسہ / شتری / طرم / طنبور: جنگی موسیقی کے آلات کے نام۔ ◄ پیلاں اپر : فیلوں پر، ہاتھیوں پر۔ ◄ پاکھر : آہنی ٹاٹ یا پوشاک جو جنگ کے وقت گھوڑے یا ہاتھی کو پہناتے ہیں۔ ◄ خرمہرے : سنکھ، ناقوس، ناد۔ ◄ دھونس : دھمکی۔ ◄ شپاشپ : فٹافٹ، جھٹ پٹ، تلواروں کے تیز چلنے کی آواز۔ ◄ داماں اور دھونسہ کے معنی پہلے گزر چکے ہیں۔ ◄ گوھڑی لڑائی : گرما گرم لڑائی۔ ◄ داس : نوکر چاکر، خدمت گزار

باب ۱۴ ۔ سیف الملوک کا ہماری زندگی سے تعلق ہے۔ ◄ چوٹ : مقابلہ ۔ ◄ کوٹ : قلعہ ۔ ◄ راہ نہ لبھے واہ نہ لگے : نہ کوئی بچ نکلنے کا راستہ تھا نہ کوئی بس چلتا دکھائی دیتا تھا۔ ◄ چتارنا: یاد کرنا، ذکر کرنا۔ ◄ ساہویں اکھ کرنا : آنکھیں اونچی کرنا، آنکھیں مساوی کرنا ◄ وچہ اجاڑاں نیراں : جنگلوں سمندروں میں، خشکی تری میں۔ ◄ گاتر گل دا کمر لکے دی: گلے کا پٹکا اور کمر کا لنگوٹا۔ ◄ مقرہ : دوبارہ۔ ◄ سیلانی : نشے سے سرشار، سیر میں—

مصروف۔ ◄ سرس : عمدہ ۔ ◄ چال گمانی : نازو ادا کی چال۔ ◄ دست : چیز، شے۔ ◄ قانون : باجا۔ ◄ ڈونگھے اکھر : گہرے کندہ کیے ہوئے حروف۔ ◄ ہما پکھیروں : قسمت کا پرندہ ۔ ◄ وچہ دہراں : دنیا میں ۔ ◄ چھوپے : بار سنگار۔ ◄ ستھوئی : مسافر ۔ ◄ خونامی : خون خرابہ کرنے والا ۔ ◄ دھاڑے مارنا : ڈاکے مارنا ۔ ◄ ہوڑنا : منع کرنا، روکنا۔ ◄ گرگ : بھیڑیا۔ ◄ ایالی : ریوڑ کی رکھوالی۔ ◄ نرگ (نرک) : دوزخ ۔ ◄ مرگ شکاری : شکاری جانور خاص کر ہرن۔ ◄ طوطے / میناں / خمرے / کوئل / مور / لٹورے / ہد ہد / ککڑ / بوزے / کلچیٹاں / قمری / چکور / بلبل / کھرسو / گکھی / کونجاں وغیرہ یہ سب پرندوں کے نام ہیں۔ ◄ مگرمچھ / کچھوئے / بلہناں / تندوے / سپ / سنسار / لدھر / کمہیں / جلہورے / اور نیل گائیں سب سمندری جانور ہیں۔ ◄ نرگس / گلاب / چنپا / رویل / سوسن یاسمن / ست برگا / سورج مکھی / گیندا اور نیلوفر وغیرہ سب پھولوں کے نام ہیں۔ ◄ سرو / چنار / انار / کھجور / آلوچے / فندق / عناب / انجیر / داکھ / انگور / سفیدا / سیو / تربوزے / خربوزے / ناکھاں / کلگل / چوٹے / کھٹے / مٹھے / نیمبو / سنگترے / نغزک / کھوڑ / بادام / چھوہارے / توت / شہتوت / بھروہیاں / بگو گوشے وغیرہ پھلوں اور درختوں کے نام ہیں۔ ◄ ارہ ذکر کبوتر کردے : (ارہ ارہ ارہ) کبوتروں کے مسلسل بولنے کی آواز ہے۔ جسے آری کے مسلسل چلنے کی آواز سے صوتی مناسبت ہے۔ اس لیے ان کے ذکر کو ارہ ذکر کہا گیا ہے، وہ اپنے اس ذکر میں خدا کو یاد کرتے ہیں۔ ◄ بن ککڑ : جنگلی مرغ۔ ◄ کوکاں چانگاں : پرندوں کی آوازیں ۔ ◄ نیزہ / برچھی / تپک / تماچہ / خنجر /

چھرا / کٹاری جنگی ہتھیاروں کے نام ہیں۔ ◄ اس باب میں کھانوں دانوں، موسیقی کے ساز سامان کا بھی ذکر ہے ان چیزوں کے ناموں کے معانی کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ ◄ پویہ : گھوڑے کی دلکی (درمیانی) چال۔ اس باب میں گھوڑوں کی قسموں کے نام اور ان سے تعلق رکھنے والی چیزوں کے نام بھی آئے ہیں۔ مثلاً کاٹھی (زین) خلگیر (تنگ) پوزی (مہرک باگ) وغیرہ کے نام ۔ ◄ پلاکی : چھلانگ۔ ◄ شونک : طوفان کی آواز ، سانپ کی آواز کو بھی شونک کہتے ہیں۔ ◄ پھیراں گھمن گھیراں : پانی کے گرداب (چکر)۔ ◄ سنسار : سارا جہان ، ویران وسنسان ، بہت بڑا مگر مچھ۔

باب ۱۵ ۔ عارف کھڑی کے کلام میں ادبی خوبیاں ۔ ◄ ہنجوں: آنسو۔ ◄ اٹک : اٹکنا ، رکنا ، دریائے اٹک ۔ ◄ حسن جوانی مدہ مستانی : حسن اور جوانی شراب کی خماری کی طرح ہے۔ ◄ گھایل ہونا : زخمی ہونا، دل وجان سے مائل ہونا۔ ◄ جھبدے جھبدے : جلدی جلدی ۔ ◄ لفافہ رہنا : پردہ رہنا۔ ◄ قہر قلور نزول : غضب کا نزلہ ریشہ ، سخت زکام۔ ◄ سول : پیٹ کا درد ، کانٹا۔ ◄ ڈنڈول : آندھی ، جھکڑ، مصیبت۔ ◄ سوہلے گاون : خوشی کے گیت گانا۔ ◄ چھتری اور دیپک : یہ راگوں کے نام ہیں۔ ◄ سالوں (سالو) دوپٹہ۔ ◄ لچھا سوت حریروں : سچے (ریشمی) سوت کا گچھا۔ ◄ مانی تے ارژنگ : چین کے مشہور سنگ تراش گزرے ہیں۔ ◄ ایاناں : انجان ، نادان ۔ ◄ ستراناں : طاقتور۔ ◄ چیچی : چیچڑی ، چھوٹی سی چیز۔ ◄ کھری: ایڑی ۔ ◄ ترنگڑ : ستاروں کی ایک ٹولی کا نام ، جس طرح دوسرے کئی نام ہیں۔ مثلاً کرکٹیاں ، ترنجن ، کھنڈا کھوہ ، پلنگ پیڑھا ، ثریا ، دب اکبر ،